BOOK HOME

ابنِ سینا

حیات، فلسفہ اور نظریات

ملک اشفاق

Marfat.com

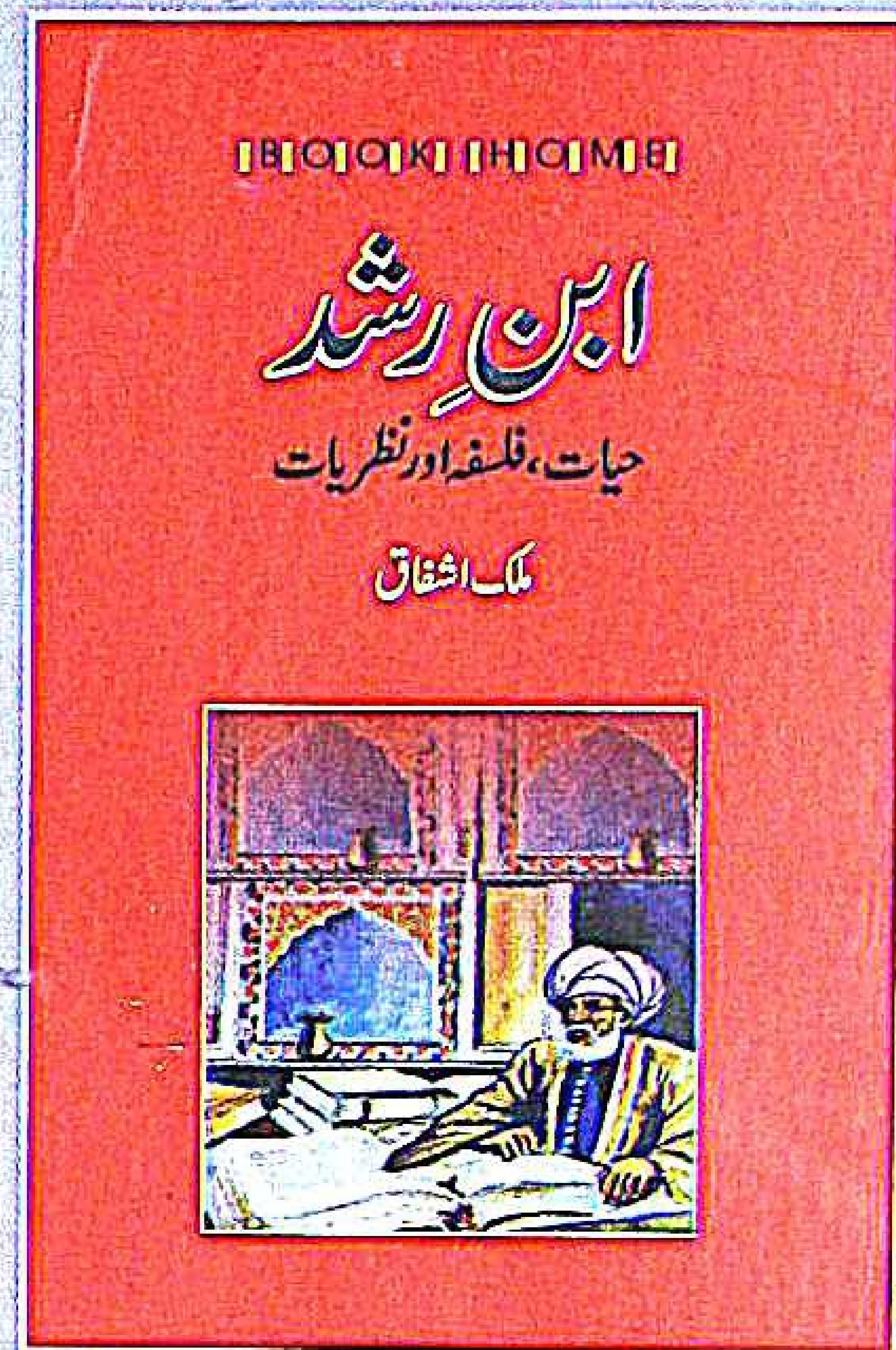
BOOK HOME
ابنِ رشد
حیات، فلسفہ اور نظریات
ملک اشفاق

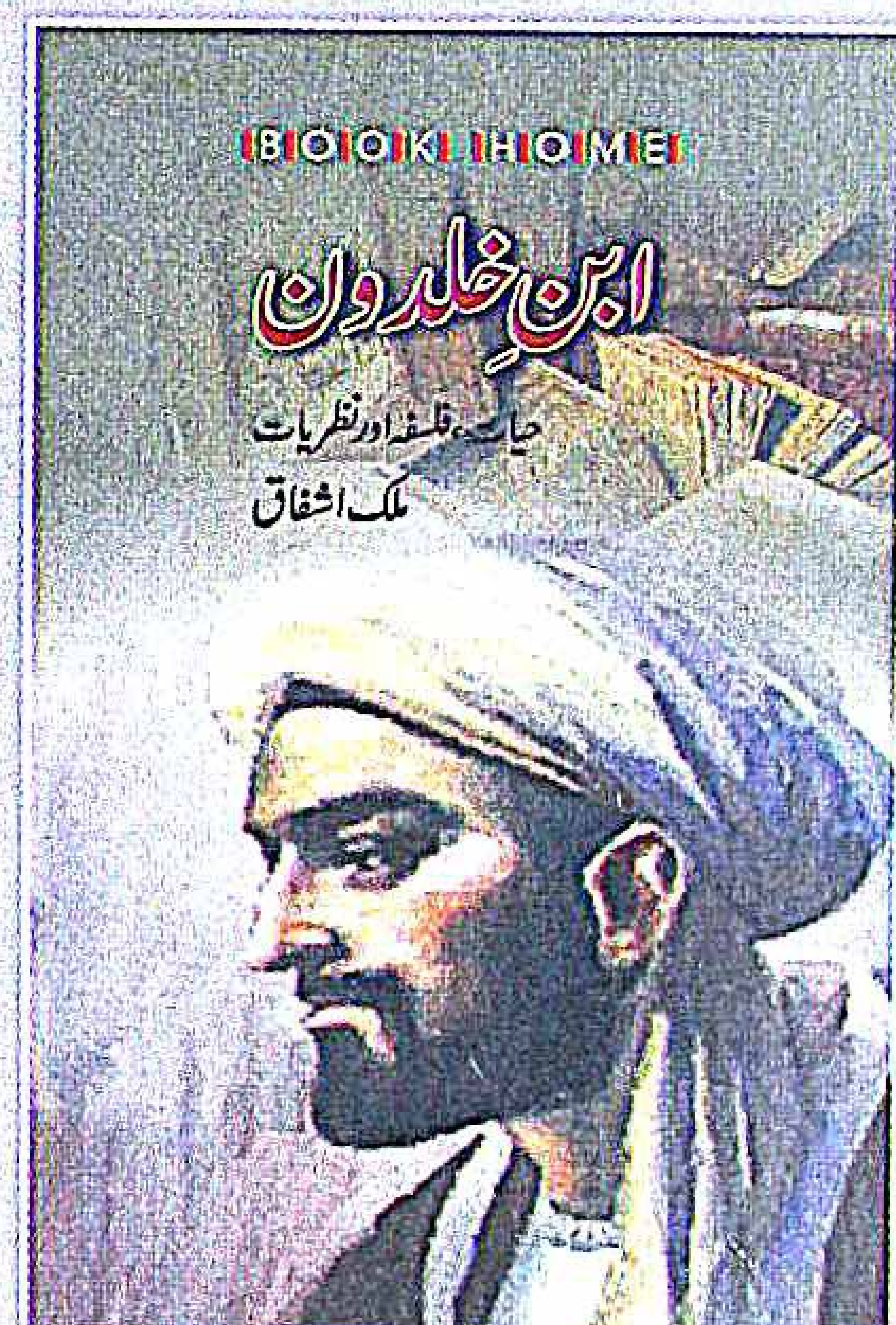
BOOK HOME
ابنِ خلدون
حیات، فلسفہ اور نظریات
ملک اشفاق

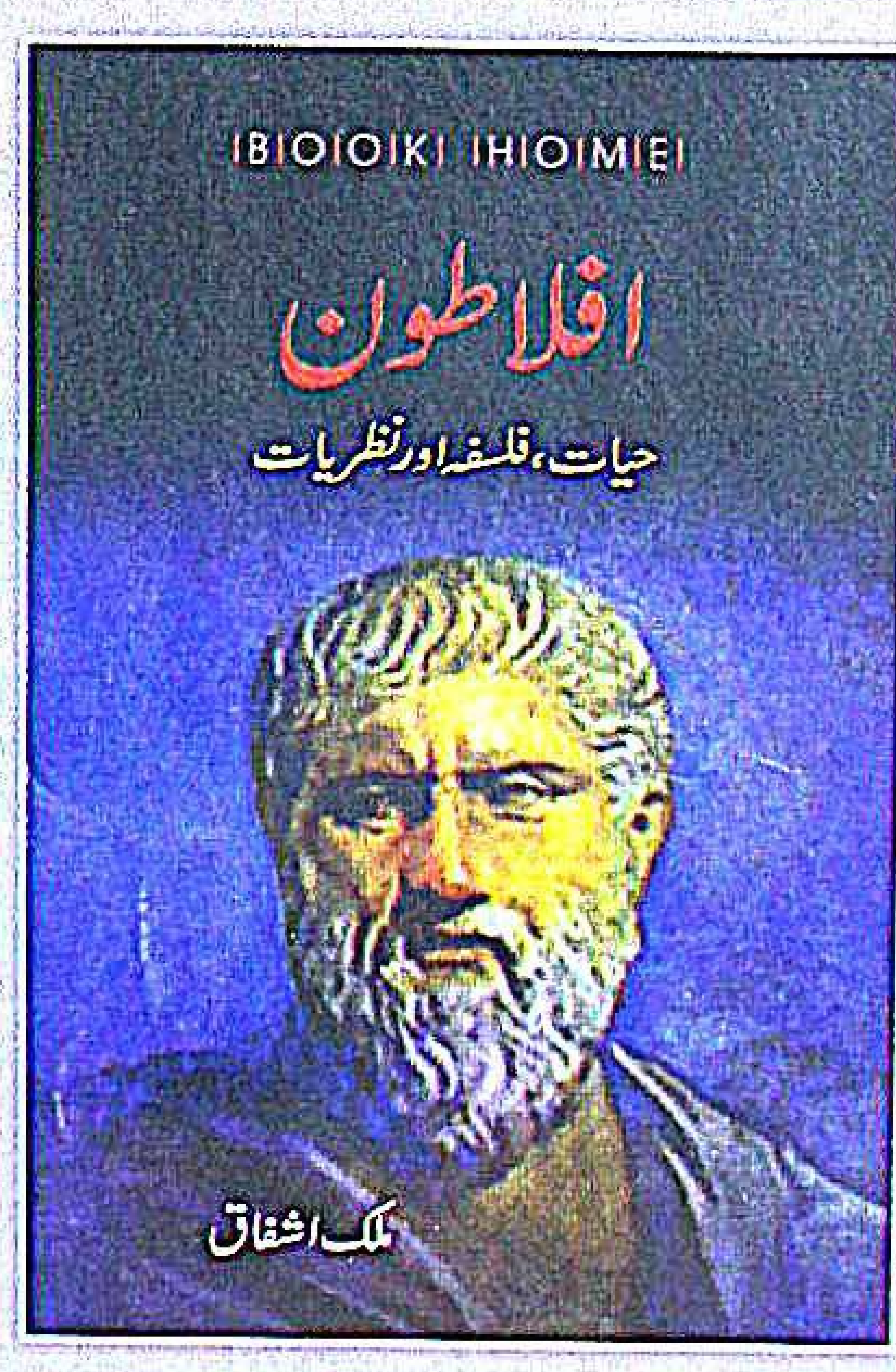
BOOK HOME
افلاطون
حیات، فلسفہ اور نظریات
ملک اشفاق

Marfat.com

ابن سینا

حیات، فلسفہ اور نظریات

ملک اشفاق

BOOK HOME

Marfat.com

ابنِ سینا

ملک اشفاق

297.9924
12539
109990

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اہتمام رانا عبدالرحمٰن

پروڈکشن ایم سرور

کمپوزنگ محمد انور

پرنٹرز آب وتاب پرنٹرز، لاہور

اشاعت 2011ء

قیمت 360 روپے

ناشر بک ہوم لاہور

بک ہوم

بک سٹریٹ 46- مزنگ روڈ لاہور، پاکستان

فون:042-37231518-37245072 فیکس:042-37310854

bookhome1@hotmail.com - bookhome_1@yahoo.com

www.bookhomepublishers.com

360/-

Marfat.com

DATA ENTERED
14/01/13

علم و حکمت

میرا نام تاجہ ہے!

میں مملکت حمیر کی حسین اور مغرور شہزادی ہوں۔

میرے پاس دنیا کے قیمتی پکھراج، نیلم، ہیرے اور یاقوت ہیں۔

میرے ناز اٹھانے والی خوبصورت نازنینیں عود، بلسان اور مشک نافہ سے مجھے معطر کرتی ہیں۔

سورج کی روپہلی کرنیں میرے نور کے حسن میں اضافہ کرتی ہیں

شاعر میرے بے پناہ حسن کے قصیدے کہتے ہیں اور مجھے ملکہ بلقیس کی جانشین کہتے ہیں۔

میرے ملک سے خوشحالی یکا یک ختم ہوگئی، اجناس مصالے اور میوں کی بہاریں ختم ہوگئی۔

ہر جانب زمین بنجر ہوگئی اور کانٹے دار جھاڑیاں اُگ آئیں۔

میں نے اپنے غلام کو ہیرے جواہرات دے کر مصر میں یوسف بن یعقوب کے پاس بھیجا کہ ایک پیمانہ آٹے کا لے آؤ۔ ہم اس کے ملک سے دور تھے۔ اس لئے آٹا نہ ملا۔

میں نے ہیرے جواہرات پیس کر آٹا بنایا لیکن وہ آٹا کسی کام نہ آیا۔

مجھے علم و حکمت کے دانا نے نصیحت کی

کہ علم اور حکمت وہ چیزیں ہیں جو انسان کو کبھی مرنے نہیں دیتیں۔

میں نے علم و حکمت کے جواہر سمیٹے اور اپنی قبر پر کتبہ لگوا دیا تاکہ میں کبھی نہ مروں۔

یمن کے ایک قدیم شاہی کھنڈر کی قبر سے ملنے والا ایک کتبہ۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ 11

باب 1: اسلام کا عہدِ زرّیں 13

باب 2: ابنِ سینا کے فلسفہ اور سائنس کا پسِ منظر 18

باب 3: زندگی نامہ 27

کتاب الشفاء کا تصنیف کیا جانا 41

شیخ کا کام کرنے کا طریقہ 42

شمس الدّولہ کی موت 43

علاؤالدولہ سے خط وکتابت 43

کلیہ الادویہ کا تصنیف کیا جانا 45

شیخ کا ہمدان سے فرار 46

شیخ کی لاابالی طبیعت 46

شیخ کی ایک ذہین طبیب سے اتفاقی ملاقات 47

اصفہان میں شیخ کی دوبارہ آمد 49

شیخ کا رصدگاہ کو جدید بنانا 49

للسان العرب کا تصنیف کیا جانا 50

شیخ پر اعتراضات 51

Marfat.com

شیخ کا بہترین مشورہ 52
شیخ کے آخری ایاّم اور انتقال 53
باب 4: فلسفہ میں شیخ بو علی سینا کا مقام 57
باب 5: فلسفۂ بو علی سینا سے پہلے 59
فلسفے کا آغاز 59
یونانی فلسفہ اور اس کے ادوار اربعہ 61
1) قبل سقراطی دور 61
یونانی فلسفہ کا عہدِ زرّیں 63
3) بعد ارسطا طالیسی دور 63
4) یونانی فلسفہ کا آخری عہد 64
عبوری دور 66
فلسفہ عہدِ اسلام 67
اسماعیلیت اور فلسفہ کا فروغ 68
باب 6: شیخ کی تصانیف 70
تصنیفی زندگی کا آغاز 71
خطرات اور شاہکاروں کی تصنیف کی ابتدا 72
شیخ کی فلسفیانہ Genius کے تین شاہکار 73
باب 7: ابنِ سینا کے بنیادی خیالات 81
خدا کے مظہر کی تخلیق اور عقول اربعہ 82
نفسیات اور نظریۂ علم 84
عقیدۂ پیغمبری 86
تصوف 87

Marfat.com

باب 8: شیخ بوعلی سینا کی عبقریت 89
جینیس یا عبقریت کے اجزاء 91
سرعت تعلیم 91
ابتدائی تعلیم 92
خودآموزی 92
سکون نفس، ارتکاز فکر 94
حساب 94
شیخ بوعلی سینا کا مروجہ علوم پر حاوی ہونا 95
ریاضی 95
ہندسہ 96
1- فلسفہ 97
فقہ 99
اعلیٰ تعلیم 101
تکمیل 101
احکام و اتقان 102
علم ہیئت (Astronomy) 103
طبعیات، حرارت، حرکت، بصارت، روشنی اور رفتار 107
مومینٹم تھیوری 108
الکیمیا (Chemistry) 109
منطق 110
الٰہیات (Theology) 112

Marfat.com

شیخ کی عظمت 114
شیخ کی تصانیف کی مقبولیت 116
باب9: مغرب میں شیخ کی مقبولیت 122
شیخ کی تصانیف یورپ میں 128
عہد حاضر میں شیخ کی یورپ میں مقبولیت 131
شیخ الفارابی کا معنوی شاگرد 134
شیخ اور اس کے ہم اثر 134
1-ابوالفرج بن الطیب 135
2-ابومنصور الحسن بن نوح القمری 135
3-ابوسہیل المسیحی 135
4-ابوعبداللہ ابراہیم بن عبداللہ اللبتری الناتلی 136
باب10: شیخ کی شاہکار تصنیف کلیات القانون فی الطب 145
مادی اسباب 147
اسباب فاعلیہ 148
اسباب صوریہ 149
اسباب تمامیہ 149
باب11: خلطوں کا بیان (The Humors) 151
خلط کی تعریف 151
خلط محمود 151
خلط ردی 151
اخلاط کی تقسیم 152

Marfat.com

خون 152
طبعی خون کی ماہیت 152
غیر طبعی خون 152
غیر طبعی خون کی اقسام 153
بلغم 153
بلغم طبعی کی تعریف 154
بلغم کی منفعت یا فائدہ 155
بلغم غیر طبعی کی اقسام 155
صفراء 156
صفراء طبعی کی ماہیت 156
صفراء غیر طبعی 157
صفراء غیر طبعی کی اقسام 158
سوداء 159
طبعی سوداء 159
سودا غیر طبعی 160
سوداء فضلیہ 161
اعضائے رئیسہ 163
اعضائے خادمہ 163
قوت حیوانیہ 163
قوت نفسانیہ 165
وہم 167

Marfat.com

امراض ظاہریہ و باطنیہ 169
امراض شرکیہ و امراض خاصہ 169
کتاب الشفاء (The Book of Healing) 170
الشفاء اور نفسیات اور نفسیاتی بیماریاں 170
الاشارت والتنبیہات (Remarks and Admonitionrs) 173
دانش نامہ 174
رسالہ فی الاسرار القدر (Essay on the Secret of Destiny) 174
شاعری اور موسیقی 174
روغنیات سے علاج 176
باب 12: خراج تحسین 177
باب 13: اقوال ابن سینا 180
روح کے متعلق 180
قویٰ کے متعلق 181
اسباب و عوارض کے متعلق 181
بچوں کے متعلق 182
غذاء و ہضم 184
علاج کے متعلق 187
ہڈیوں کا طریقہ علاج 189
متفرق 190
حوالہ جات 193

Marfat.com

پیش لفظ

جارج سارٹن "سائنس کی تاریخ" میں لکھتا ہے کہ ابن سینا تیرہویں صدی کے عظیم ترین مفکرین اور طبی علوم کے علماء میں سے ہے۔ تیرہویں صدی میں ہی ابن سینا مشرق اور مغرب میں بطور سائنسدان شہرت حاصل کر چکا تھا۔

جارج سارٹن مزید لکھتا ہے کہ ابن سینا دنیا اسلام کا عظیم ترین سائنسدان ہے اگرچہ ابن سینا بقراط اور جالینوس کے فلسفہ اور تحریروں سے متاثر تھا لیکن اس نے جدید طریق سے فلسفہ، منطق اور طب پر تجربات کیے اور ان علوم میں شاندار اضافے کیے۔

یورپ کی طبی تاریخ میں ابن سینا کو اہم ترین سائنسدان تسلیم کیا جاتا ہے۔ ابن سینا نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اہم ترین کردار ادا کیا۔

اس نابغہ روزگار کو ہر قوم اور نسل نے خراجِ تحسین پیش کیا اور اس کی علمی عظمت کو ہمیشہ تسلیم کیا گیا۔

تیرہویں صدی کے شروع میں دانتے الگیری اپنی "Divine Comedy" "طربیہ خداوندی"، تخلیق کرنے کے سبب ورجل اور ہومر کی طرح شہرت حاصل کر چکا تھا اور اسی زمانہ میں ابن سینا اپنے طبی انسائیکلوپیڈیا اور اپنی علمیت کے سبب آفاقی شہرتِ دوام حاصل کر چکا تھا۔

Marfat.com

بک ہوم نے عظیم عالمی فلسفیوں کے حیات و فلسفہ اور نظریات کے حوالے سے ایک سیریز کا اشاعتی پروگرام ترتیب دیا ہے۔اس سلسلے کی درج ذیل کتب ''بقراط''، ''سقراط''، ''افلاطون''، ''ارسطو''، ''ابن رشد'' اور ''ابنِ خلدون'' شائع ہو چکی ہیں۔

ملک اشفاق

Marfat.com

باب:1

اسلام کا عہدِ زرّیں

ابنِ سینا ابتدائی اسلامی فلسفے کے مکتبہ فکر کا بانی ہے اور یہی دور اسلام کا عہدِ زریں کہلاتا ہے۔

ابنِ سینا نے گیارہویں صدی عیسوی میں اسلامی فلسفے کی بنیادیں استوار کیں۔ اس نے اسلامی فلسفے کے دفاع کے لیے زبردست کوششیں کیں۔ اور اسلامی فلسفے کو نئی جہتیں عطا کیں۔

اگرچہ کچھ مؤرخین اور محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس نے اسلامی فلسفے کی بنیاد ارسطو اور نوافلاطونیت کے مابعدالطبیعیاتی تجربات پر رکھی تھیں اور تمام فلسفہ کو اسلامی رنگ میں پیش کیا تھا۔

لیکن اس کے لیے ہمیں اسلام کی ابتدا سے لے کر اس کے شاندار ترقی یافتہ دور کے علم وتمدن پر ایک نظر ڈالنا ہوگی۔ تب ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ابنِ سینا نے اپنے علم وفن سے عالمِ اسلام اور دیگر اقوام عالم کے لیے کیا انوکھا اور شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔

گیارھویں صدی عیسوی کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ Islamic Renaissance کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ دراصل یہ اسلام کا زریں دور اس لیے تھا کہ اس دور میں تحقیق کے نئے زاویے مسلمان علماء نے متعارف کروائے جبکہ ان علماء کے تحقیقی کام نے جو خاص کر سائنسی علوم پر

Marfat.com

تھا، یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں بنیادی قردار ادا کیا۔ یورپ میں عیسائی پادریوں نے ایسی تمام تحقیق وتفتیش پر پابندی عائد کر رکھی تھی کیوں کہ وہ نئے نظریات کو عیسائی عقائد کے خلاف قرار دیتے تھے اور اس کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔ اس لیے یورپ کو عیسائی پادریوں نے مذہبی عقیدے کے ابہام میں مبتلا کر کے وہاں تمام سائنسی ترقی کو روک دیا تھا۔ جس کی بقراط ، سقراط، ارسطو، ڈیماکریٹس اور فیثاغورث جیسے سائنسی علماء نے بنیاد رکھی تھی۔ (1)

جب اسلام کے دور زریں میں علماء تحقیق نے تمام علوم کو سائنسی انداز میں پیش کرنا شروع کیا تو اس سے یورپ نے بھی استفادہ کیا۔

لیکن اسلام کا اصل عہدِ زریں آٹھویں صدی عیسویں سے تیرھویں صدی عیسوی تک ہے۔(2)

تیرھویں صدی سے سولہویں صدی تک اسلام کا عہدِ زریں یورپ میں اندلس اور افریقہ کی سرزمین تھی۔

اسلام کے اس عہد میں تاجروں، علماء اور مہندسوں نے اسلامی تمدن میں زبردست کردار ادا کیا۔(3)

اس عہد میں مختلف علوم، فنون، زراعت، معاشیات، صنعت وحرفت، ادب، فلسفہ، سائنس، ٹیکنالوجی، طب اور بحریہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ اس طرح اسلامی روایات کلچر اور نقلی علوم دوسری دنیا تک بھی پہنچنے لگے۔

ایک یورپی متشرق ھاورڈ ٹرنز لکھتا ہے کہ اس عہد میں مسلمان اہلِ حرفہ، سائنسدانوں، شہزادوں، بادشاہوں اور عام مزدوروں نے مل جل کر ایک شاندار تمدن کو پیدا کیا۔ اس تمدن نے دنیا کے تقریباً تمام معاشروں پر اپنے اثرات مرتب کئے۔

ساتویں صدی عیسوی اور آٹھویں صدی عیسوی میں عرب بادیہ نشیں قبائل کی سپاہ نے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس وقت یہ دنیا کی دس بڑی سلطنتوں میں سے ایک تھی۔

Marfat.com

اسلام کا زریں دور آٹھویں صدی کے وسط سے ہی شروع ہو گیا تھا جب عباسی خلفاء نے اسلامی سلطنت کا دارالحکومت دمشق سے بغداد منتقل کیا تھا۔

عباسی خلفاء امورِ سلطنت، قرآن پاک اور حدیث کی روشنی میں سرانجام دیتے تھے۔ اس وقت علماء کے قلم کی روشنائی کو شہید کے خون سے زیادہ تقدس حاصل تھا۔

علم وفن کے حصول پر زیادہ زور دیا جاتا تھا اور علم کی بہت زیادہ قدر کی جاتی تھی۔ اس لیے بغداد فلسفے، سائنس اور دیگر علوم کے علماء کا مرکز تھا بلکہ یہ دنیا میں علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

عباسی خلفاء نے ہر طرح کے علوم حاصل کرنے والے اور تعلیم دینے والے علماء کی سرپرستی کی اور بغداد کو ''دانش کدہ'' بنا دیا۔ (4)

مسلمان اور دیگر مذاہب کے علماء اکٹھے بیٹھ کر دنیا کے معلوم علم کو عربی زبان میں منتقل کرتے۔

اگر اس دور میں یونانی اور لاطینی کتابوں کے تراجم نہ کئے جاتے تو یہ کتابیں معدوم ہو جاتیں۔ عباسیوں نے ان تمام کلاسیکل علوم کی کتابوں کو ہر کہیں سے حاصل کیا اور یہ کتابیں روم، یونان، چین، بندر سکان، ایران، مصر، شمالی افریقہ، بازنطین وغیرہ سے لا کر بغداد کی لائبریری میں رکھیں گئیں تھیں۔

عباسی خلفاء نے علماء کے لیے دارالتراجم قائم کیے اور تمام علوم وفنون کی کتابیں عربی میں منتقل کروائی تھیں۔

اس کے بعد مصر کی فاطمی حکومت اور عباسیوں کے بعد اموی خلفاء نے اندلس میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم کئے۔ قاہرہ، قرطہ، قرطبہ اور بغداد مسلمان حکماء کے دانش کدہ تھے۔

اس دور کی سب سے بڑی ایجاد کاغذ تھی۔ کاغذ چینی لوگوں نے ایجاد کیا تھا۔ وہ کاغذ

Marfat.com

بنانے کے راز کو ہر قوم سے مخفی رکھتے تھے بلکہ اس راز کی بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے۔

751ء میں طالوس کی جنگ "The Battle of Talas" میں بہت سے چینی لوگ جنگی قیدی بنا کر لائے گئے تھے، ان جنگی قیدیوں سے کاغذ بنانے کا راز حاصل کر کے ''ثمر قند'' اور بغداد میں کاغذ کے کارخانے لگائے گئے۔

مسلمانوں نے کاغذ کی صنعت کو چینی تکنیک سے زیادہ بہتر بنا دیا۔ چینی لوگ برش سے لکھتے تھے جبکہ مسلمانوں نے قلم سے لکھنے کو رواج دیا۔

900ء میں بغداد میں کتابوں کی جلد بندی کرنے کے سینکڑوں کارخانے تھے اور ان میں ہزاروں لوگ کام کرتے تھے۔

بغداد میں پبلک لائبریریاں عام تھیں، کچھ لائبریریاں ایسی بھی تھیں جہاں کتابیں ادھار پڑھنے کو دی جاتی تھیں۔ کاغذ بنانے کی صنعت بغداد سے فاس اور فاس سے اندلس پہنچی۔ تیرھویں صدی میں یہ صنعت اندلس سے یورپ پہنچی۔ (5)

مسلمانوں نے ہمیشہ ''مکّہ'' کو دینِ اسلام کا مرکز رکھا ہے اور اس کا تقدس ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اس طرح اسلامی عہد کے زریں دور میں بغداد سے مکّہ تک کے راستوں کے نقشے بھی بنائے گئے اور مکّہ کو تجارت کا مرکز بھی بنایا۔

ایامِ حج میں دنیا کے ہر کونے سے مسلمان علماء مکّہ آتے اور اپنے نظریات اور فکرو دانش پر دوسرے ممالک سے آئے ہوئے علماء سے گفتگو کرتے۔ اس طرح ایک دوسرے کے خیالات ونظریات کا تبادلہ بھی ہوتا۔ ان ہی علوم وفنون کی بدولت اسلامی تمدن دنیا میں ہر جگہ پھیل رہا تھا۔

عرب سے تاجر اشیائے تجارت دور دراز کے ممالک کو لے جاتے، وہ تجارت کے ساتھ ساتھ ان ممالک میں اپنی تہذیب وتمدن کو بھی روشناس کرواتے۔

Marfat.com

یہ تاجر، چین ، ہندوستان، جنوب مشرقی ایشیاء، مغربی افریقہ کو جاتے اور وہاں کی ایجادات کو بغداد، مصر اور قرطبہ لے کر آتے۔

تجارت کے علاوہ، صوفیاء اور اولیاء نے بھی دنیا کے دور دراز خطوں میں اسلام کو پھیلایا۔اس کے ساتھ ساتھ علوم وفنون بھی حاصل کیا۔

ایران، عراق، ماورا النہر اور شمالی افریقہ میں صوفی مرشدوں نے اپنے شاگردوں کو مشرقی افریقہ، اطالیہ، جنوبی ایشیاء، مشرقی ایشیاء اور شمال مشرقی ایشیاء میں اسلام کی تبلیغ کے لیے بھیجا۔

اس دور میں کئی طرح کے علوم جدیدہ کو متعارف کروایا گیا اور کئی طرح کے مذاہب ومسالک اور مذہبی تحریکیں بھی ابھریں۔علم الکلام اور مناظر کو رواج ہوا۔(6)

○

Marfat.com

باب:2

ابنِ سینا کے فلسفہ اور سائنس کا پسِ منظر

اسلامی دنیا کا پہلا فلسفی اور سائنسدان جس شخص کو قرار دیا جاتا ہے، اس کا نام ''ایران شہری'' تھا اور وہ ایران کا ہی رہنے والا تھا۔

''ایران شہری'' نے فلسفے اور سائنس کے حوالے سے شاید بہت کچھ لکھا ہو، لیکن آج ''ایران شہری'' کے نام کے سوا کچھ بھی باقی نہیں بچا، کیونکہ ان کی تحریروں میں سے کوئی ایسی قابلِ لحاظ چیز ہم تک نہیں پہنچی جس کی بنا پر ہم دعویٰ کرسکیں کہ وہ فلسفہ اسلام کا بانی تھا۔

برعکس ان کے ابو یعقوب الکندی کو جو عرفِ عام میں فلسوف العرب کے لقب سے معروف ہے، مشائی فلسفے کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔

لیکن مشائی فلسفہ مشرق میں پائے جانے والے چند مکتبہ فکر میں سے محض ایک مکتب کی حیثیت رکھتا ہے لیکن یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ یہی مکتبہ فکر عرب میں پہچانا جانے والا مکتبہ فکر ہے اور اکثر اسی کو فلسفہ اسلام کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اس مکتبہ فکر کا بانی الکندی کو تصور کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اسی نے فلسفہ ارسطو کو سکندریہ کے مفسرین فلسفہ، اسکندر افرودیسی، تامسطیوس تک زبانی طور پر پہنچایا تھا۔ اس طرح الکندی کا فلسفہ فلاطونی میں گھل مل گیا تھا۔ یہ فلسفہ پھر مسلمانوں تک ترجمے کی شکل اور شرح کے ساتھ پہنچا تھا۔ (7)

Marfat.com

اسی مکتب میں فلسفے اور سائنس کا امتزاج عمل میں آیا تھا۔اس طرح سائنس کو فلسفے کی ہی ایک شاخ تسلیم کرلیا گیا اور فلسفہ سائنس کی درجہ بندی کے ساتھ آغاز پذیر ہوا۔

اس مکتبہ فکر کے تمام علماء فلسفی بھی تھے اور سائنس دان بھی تھے۔الکندی بھی ایسا ہی عالم تھا جو فلسفی بھی تھا اور سائنسدان بھی تھا۔

لیکن بعض اوقات الکندی کا فلسفہ سائنس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ابوسلیمان سجستانی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔البیرونی کے ہاں تو سائنس فلسفے پر حاوی رہی۔

فلسفے اور سائنس کے اس مکتب کا بانی الکندی تھا۔وہ 800ء کے اردگرد بصرہ میں پیدا ہوا تھا۔اس کا تعلق قبیلہ کندہ کے رئیس خاندان سے تھا۔

اس کے والد کوفے کے گورنر رہ چکے تھے،ان کے والد نے بصرہ سے اس کو بہتر تعلیم دلوائی۔بصرہ کے قریب جندیشاپور تھا جو کہ ایک علمی مرکز تھا،اس کے اثرات بصرہ تک تھے۔

بصرہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد الکندی کو بغداد بھیج دیا گیا۔۔بغداد ان دنوں عباسیوں کا دارالحکومت اور علوم وفنون کا بہت بڑا مرکز تھا۔الکندی نے بغداد میں عربی زبان کی تمام دستیاب کتابیں پڑھ کر فلسفے اور سائنس میں خاص مہارت حاصل کرلی تھی اور پھر اس نے کوشش کر کے فلسفے اور سائنس کو اسلام سے ہم آہنگ کر دیا۔

مختلف علوم میں مہارت پیدا کر لینے سے وہ المامون اور معتصم کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا۔معتصم نے انہیں اپنے بیٹے کا اتالیق بھی مقرر کیا۔

الکندی کو شاہی دربار میں جو عزت و مرتبہ حاصل ہوا ویسا عزت و مرتبہ کسی اور فلسفی کو نصیب نہ ہوا۔لیکن الکندی بھی آخری عمر میں المتوکل کے عہد میں عزت و مرتبہ کھو کر گمنامی کی موت مر گیا۔اس کا انتقال 861ء میں ہوا۔

الکندی کا نام اسلامی تذکروں میں معروف ترین افراد کی فہرست میں شامل ہے۔

شروع میں الکندی کے چند رسائل ہی موجود تھے لیکن کچھ عرصہ قبل قسطنطنیہ سے اس کی

Marfat.com

تحریروں کا ایک بڑا مجموعہ دریافت ہوا تھا۔ اس طرح الکندی کو دوبارہ دریافت کیا گیا۔

الکندی کے چالیس پچاس رسائل جو چل رہے ہیں یہ اس کی تصانیف کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ الفہرست میں الکندی کی تصانیف کی تعداد دوسو چالیس بتائی گئی ہے۔

الکندی نے مابعد الطبیعیات اور منطق پر بھی بہت کچھ لکھا تھا۔ اس نے علوم کی درجہ بندی بھی کی تھی اور ارسطو کی تحریروں پر شرحیں بھی لکھیں۔

الکندی کا معروف ترین رسالہ ''العقلی'' ہے۔ یہ رسالہ مغرب میں بہت زیادہ معروف ہے۔ اس رسالے نے ابنِ سینا اور دیگر فلاسفہ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

الکندی کی پیش گوئی کہ عباسی حکومت کتنی مدت رہے گی اس کی تحریروں میں شامل ہے، جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ علوم طبعی اور ریاضی پر بھی اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

الکندی کی شہرت اس کی بعض سائنسی اور فلسفیانہ تحریروں کے لاطینی زبان میں ترجمہ ہونے سے مغرب میں پھیل گئی۔

مغرب میں وہ معروف ترین مسلم اشخاص میں شمار ہوتا ہے۔ علوم احکام نجوم میں اسے مہارت کی بنا پر قدرومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

الکندی کی شہرت دورِ وسطیٰ میں بہت عروج حاصل کر چکی تھی اور پھر اس کا سلسلہ نشاۃِ ثانیہ تک چلا گیا۔

نشاۃِ ثانیہ کا ایک معروف صاحب قلم ''کاردانوس'' الکندی کو بااعتبار سائنس دان قرار دیتا تھا اور اسے تاریخ انسانی کے بارہ بااثر افراد میں شمار کرتا ہے۔

فلسفیوں اور سائنسدانوں میں جن اوصاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے الکندی میں وہ تمام اوصاف پہلے سے موجود تھے۔ وہ ہر طرح کے علم میں دلچسپی رکھتا تھا۔ یعنی منطق، طبعی علوم، طب، موسیقی، علم الکلام، مابعد الطبیعیات، فلسفہ اور سائنس میں وہ ہر لحاظ سے ماہر تھا۔

Marfat.com

الکندی نے اپنے رسالے ''فلسفہ اُولیٰ'' کے تعارف میں لکھا ہے کہ ''سچائی خواہ کہیں سے بھی دستیاب ہو اسے حاصل کرنے میں کسی قسم کی شرم لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ بے شک یہ سچائی گذشتہ قوموں یا اجنبی قوموں کے توسط سے موصول ہو، اس کو حاصل کر لینا چاہیے کیونکہ حق اور سچائی سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ سچائی خود محترم ہے اس لیے اس کے درجے کو کم نہیں کیا جا سکتا''۔

الکندی کچھ امتیازی خصوصیات کا بھی مالک تھا۔ فلسفے کے حوالے سے وہ روایتی مکتبہ نو افلاطونی سے زیادہ قریب تھا۔ جبکہ اسکندرانی کے مکتبۂ فکر کو الفارابی نے بھی قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ فارابی ارسطو کا سخت مقلد تھا۔

مذہب کے معاملے میں اس کی ہمدردیاں معتزلی علم کلام کے ساتھ تھیں جسے وہ فلسفیانہ قالب میں ڈھالنے کا خواہشمند تھا۔

الکندی کے نزدیک علم کی دو صورتیں ممکن تھیں ایک علمِ الٰہی جو خدا کی طرف سے انبیاء تک پہنچتا ہے۔

دوسرا انسانی علم ہے جسکی بلند ترین شکل فلسفہ ہے۔ لیکن علمِ الٰہی کو علمِ انسانی پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ انسان خود اپنے ذرائع سے علمِ الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایسے حقائق وہیں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اس نے فلسفے اور دیگر علوم کو وحی کے تابع قرار دیا۔

الکندی نے یونانی فلسفے اور نظریات کو اسلامی پسِ منظر میں پیش کیا اور اس طرح فلسفے اور عقلی علوم کو ایک نئی زبان ملی۔

افلاطون، ارسطو، رواقین، ہارمیسن، فیثا غورثین، قدیم طبعی علوم کے ماہرین اور ریاضی دان ان سب کا ہی کچھ نہ کچھ حصہ الکندی کے فلسفے اور سائنس میں ضرورتاً شامل ہے۔

اس طرح الکندی کا مکتبۂ فکر مجموعہ علوم کی بنیاد پر قائم ہے۔ الکندی کے بعد بھی بہت

Marfat.com

سے ایسے علماء تھے جنہیں مروجہ علوم وفنون کے علاوہ فلسفہ اور علم الکلام کی ہر شاخ سے یکساں دلچسپی تھی۔

اس طرح اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے سائنسدان اور فلسفیوں کی مجموعی کاوشوں میں ایک خصوصی رابطہ ہے جس میں دین اسلام بھی شامل تھا یکجا ہوگئی تھیں۔

یہ تمام فلاسفہ سائنسی علوم کو ترقی دینے کیلئے اپنے علم کے دائرے میں اسلام کو بھی داخل کر لیتے تھے۔ اس لیے جیسا بُعد مغربی دنیا نے فلسفے اور مذہب میں پیدا کیا ایسا مسلمان فلسفیوں نے نہ کیا۔

اگرچہ کچھ فلاسفروں کو کائنات کے حقائق بیان کرنے پر ملحد وغیرہ تو کہا گیا لیکن ایسی سزائیں نہ دی گئیں جیسی سزائیں مغربی نشاۃِ ثانیہ کے دور میں مغربی علماء کو دی گئیں۔(8)

یعقوب الکندی کے شاگردوں میں سے مشہور ترین شاگرد احمد ابن الطیب السرخسی ہے۔ جو مذہب کے لحاظ سے شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ خلیفہ المعتضد کا اتالیق بھی تھا۔ لیکن جب اس نے خلیفہ کے راز عام لوگوں پر فاش کر دیئے تو خلیفہ نے اسے بے آبرو کر کے دربار سے نکال دیا۔ وہ منکر نبوت کے حوالے سے کافی بدنام رہا۔

الکندی کا دوسرا شاگرد ابو معشر البلخی کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے وہ ماہرِ فلکیات تھا اس لیے اس کی کافی شہرت تھی۔ قرون وسطیٰ کے مغرب میں وہ ALBUMASAR کے نام سے معروف تھا۔

یعقوب الکندی کا تیسرا شاگرد ابو زید البلخی تھا اس نے جغرافیے پر دو بہترین کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں ایک کتاب کا نام "صورِ اقالیم "اور دوسری کا نام" المسالک والمھالک"ہے۔ یہ دونوں کتابیں جغرافیے کی ابتدائی کتابیں ہیں اور مصدر ومنبع کا کام دیتی ہیں۔

الفارابی جو لاطینیوں کا "Alpharabius" ہے اور مسلم دانشور اسے ''المعلم انسانی''

Marfat.com

کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ صوبہ خراسان کے علاقہ فاراب کے ایک مقام وسیج میں 870ء کے قریب پیدا ہوا۔

لڑکپن میں خراسان سے بغداد گیا اور متی بن یونس سے منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حران کا سفر کیا اور وہاں یوحنا بن حیلان کا شاگرد ہوا۔

الفارابی بچپن سے ذہین وفطین تھا وہ جو مضمون پڑھ لیتا اس میں فوراً مہارت حاصل کر لیتا۔ اس طرح وہ نوجوانی میں ایک فلسفی اور سائنسدان کے طور پر مشہور ہو گیا۔ تحصیلِ علم کے بعد وہ پھر بغداد لوٹ آیا۔

بغداد میں اس کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا۔ اس کے شاگردوں میں مشہور ترین مسیحی فلسفی یحیٰی بن عدی بھی شامل تھا۔

الفارابی نے بہت کم عرصہ بغداد میں قیام کیا۔ وہ 941ء میں بغداد سے حلب چلا گیا۔ وہاں سیف الدولہ کا دربار تھا۔ سیف الدولہ نے اسکو اعلیٰ عہدے پر فائز کیا اور پھر اپنی موت تک وہ حلب ہی میں مقیم رہا۔

الفارابی کو ارسطو کا شارح اور مقلد سمجھا جاتا ہے اس نے ارسطو کی کتاب ''معقولات، عبارت، تحلیلاتِ اولیٰ، تحلیلاتِ ثانیہ، مغالطہ، خطابہ، شعراء اور منطق کی کتاب، ایساغوجی'' پر شرحیں لکھیں۔

اس کی لکھی ہوئی ان شرحوں سے مابعد الطبیعیاتی مسائل کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

الفارابی کی تحریروں کو منطق کے حوالے سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ اس نے منطق کی صحیح ترین اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔

فارابی دوسرے مسلمان علماء کی طرح خود بھی افلاطون اور ارسطو کی بیان کردہ دانش کو وحی الٰہی سے تعبیر کرتا تھا۔ اس سلسلے میں اس کی مشہور کتاب ''الجمع بین رائے الحکمین، دراصل ارسطو کی کتاب کی شرح ہے۔ (۹)

Marfat.com

الفارابی سیاسی فلسفی بھی تھا اور حقیقت میں فلسفۂ اسلام کا بانی بھی تھا۔ سیاست میں وہ افلاطون کے نظریات سے متاثر ہے اور افلاطون کو امامِ فلسفہ قرار دیتا ہے۔

اس کی دوسری بہترین کتاب ''السیاست المدینہ'' ہے اس کتاب کو اسلامی سیاسی فلسفے میں بہت ہی اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ابنِ رشد اس کتاب سے بہت متاثر تھا۔

الفارابی کی کتاب ''موسیقی الکبیر'' نے مشرق اور مغرب میں بہت زیادہ قبولیت حاصل کی۔ کیونکہ اس کی تخلیق کردہ دھنیں مشرق اور مغرب میں بہت جلد مقبول ہوگئیں۔

اس کی موسیقی کی دھنیں صوفیوں کے حلقے میں قوالی اور سماع کی دھنیں اب بھی بہت مقبول ہیں۔

فارابی منطق اور فلسفہ کا ماہر استاد ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیانہ طرزِ زندگی اور صوفیانہ روح کا مالک تھا۔ اس کی تحریروں میں صوفیانہ اصطلاحیں بڑی تعداد میں نظر آتی ہیں۔ وہ فطرت کا دلدادہ تھا اور دنیاوی زندگی سے نفرت کرتا تھا۔ وہ عموماً وسطی ایشیا میں پہنا جانے والا لباس پوستین اور ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ وہ شاہی دربار میں رہتے ہوئے بھی لباس اور درباری رسوم کی پروا نہ کرتا تھا۔

الفارابی ریاضی دان، ماہرِ موسیقی، سائنسدان اور فلسفی کے طور پر ہر جگہ معروف تھا۔ اس لیے اسے ابنِ سینا کا پیش رو تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ ابنِ سینا الفارابی کے مکتبۂ فکر کا سب سے زیادہ باوقار نمائندہ ہے۔

الفارابی کا ہم عصر محمد زکریا الرازی بھی ابنِ سینا کے ایک پیش رو کی حیثیت سے خصوصی تذکرے کا مستحق ہے۔

رازی عالمِ اسلام میں بھی اور یورپ میں بھی معروف تھا۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو عہدِ عتیق کے عظیم ترین حکماء کا ہمسر سمجھتا تھا۔

رازی نے پانچ فطری اصولوں پر مبنی علوم الکون "Cosmology" وضع کیا۔ اس کے

Marfat.com

معاصر اسے ایک فلسفی سے زیادہ ایک ماہر طبیب تسلیم کرتے تھے۔

اس کے فلسفہ اور دینی نظریات پر افلاطونیت اور عرفانیت کا اثر زیادہ تھا۔اس نے مانی کی تعلیمات کا بھی اثر قبول کیا تھا۔اس لیے الفارابی اور البیرونی کی شدید تنقید کا نشانہ بنے رہے۔

طب میں اس کا تجربی اسلوب، اس کی کتاب ''الحاوی'' اور کیمیا کی کتاب ''سرالاسرار'' سے معلوم ہوتا ہے جو اس دور کی طبعی سائنس پر بہت اثر انداز ہوئی۔

ابن سینا کی طب اور طبعی سائنس پر الرازی کے اثرات بہت گہرے ہیں۔فلسفہ اسلام کی عمومی تاریخ میں الفارابی کے بعد ابنِ سینا بہت زیادہ معتبر سائنسدان ہے۔دراصل ابنِ سینا الفارابی کے مکتبۂ فکر کا اہم ترین رکن ہے۔

ان دونوں عظیم فلسفیوں کے درمیان کچھ دوسرے اہم فلسفی اور سائنسدان بھی ہیں۔ ان میں ''ابوالعرفا'' ابوسہل الکوہی، ابن یونس، عبدالجلیل السجز ی، البیرونی اور اخوان الصفا شامل ہیں۔

اس کے علاوہ ابوموسیٰ الخوارزمی بھی ہے جس نے ''مفاتیح العلوم'' انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا۔ابن الندیم بھی اہم مصنف ہے جس نے ''الفہرست'' لکھی۔

''ابوالبرکات البغدادی'' ابنِ مسکویہ یہ دونوں صاحب ابنِ سینا کے معاصر تھے۔ انہوں نے اخلاقیات کے حوالے سے زبردست شہرت حاصل کی۔

ابنِ سینا کے شاگرد ابوسلیمان السجستانی اس کے شاگرد ابوحیان التوحیدی اور ابوالحسن العاصری شامل ہیں۔

السجستانی اور العاصری کو مغربی دنیا بالکل نہیں جانتی جبکہ یہ دونوں صاحب فلسفہ کے حوالے سے بہت ہی شہرت رکھتے تھے لیکن ان کا کام ابنِ سینا کے عظیم الشان کام کے نیچے دب کر رہ گیا۔

Marfat.com

السجستانی مستی بن یونس اور یحیٰ بن عدی کا بھی شاگرد تھا اور الفارابی سے لے کر ابنِ سینا تک کے درمیانی عہد میں بغداد کے اہلِ فلسفہ کا سربراہ تھا۔

ابوحیان نے ''المقابسات'' قلم بند کی جو کہ اپنی جگہ خاصے کی چیز ہے۔

ابوالحسن العاصری، السجستانی کا ہم عصر تھا اور ابوالحسن سے اس کی ملاقات بغداد کے سفر کے دوران ہوئی تھی۔ وہ بھی الفارابی اور ابنِ سینا کے درمیانی عرصے کا اہم فلاسفر تھا۔ وہ نیشاپور میں پیدا ہوا اور ابوزید بلخی سے تعلیم حاصل کی۔ اس نے فلاسفہ بغداد کے ساتھ مناظرے بھی کیئے۔

العاصری کی بہت سی کتابیں اب بھی سلامت ہیں۔ اخلاقیات پر اس کی کتاب ''السعادۃ والاسعاد'' ہے جبکہ ''الامد علی الاحد'' تاریخ فلسفہ پر اہم کتاب ہے۔ ملا صدر نے ''اسفار'' میں ان کتابوں کا بارہا ذکر کیا ہے۔ جبکہ ملا صدر نے اتحادِ عقلی ومفعولی وتعقل کا نظریہ العاصری سے ہی لیا تھا۔

ابنِ سینا نے اس نظریہ کی تردید کی تھی۔ ابن سینا اور العاصری کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اس کے بعد مکمل طور پر صرف ابنِ سینا کی عبقریت ہی چھائی رہی۔ (10)

○

Marfat.com

باب:3

زندگی نامہ

ابوعلی الحسین ابن عبداللہ بن سینا890ء بمطابق ۳۷۰ھ صوبہ بخارا کے ایک معروف شہر خراسان کی ایک نواحی بستی افشنہ میں پیدا ہوئے۔

اہلِ یورپ اسے "Avicenna" کے نام سے پکارتی ہے۔جبکہ عرب دنیا اسے ''شیخ الرئیس'' کہتی ہے۔ (11)

مغربی اور عربی دنیا کے بیشتر مؤرخین اور محققین ابنِ سینا کو ''المعلم الثانی'' کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ فلسفہ اور سائنس کے حوالے سے ارسطو کو ''معلمِ اوّل'' کا خطاب دیا جاتا ہے اور اس میں دنیا کے کسی مؤرخ اور محقق اور مفکر کو کوئی اختلاف نہیں۔(12)

945ء شیخ الرئیس ابنِ سینا کی عبقریت (Genius) اور فلسفہ سائنس اور دیگر علوم میں کمال پیدا کرنے کی وجہ سے اسے معلمِ ثانی کا خطاب دیا جاتا ہے۔

یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ شیخ نے اسلامی فلسفہ اور طب کے علاوہ علمِ سیاست وغیرہ کی بنیاد ارسطو کے خیالات پر ہی رکھی۔

کیونکہ شیخ نے کم عمری میں ہی ارسطو کی دستیاب عربی متن کی کتابوں اور شرحوں کو پڑھ کر اپنی عبقریت میں اضافہ کیا تھا۔(13)

شیخ الرئیس کی سیرت اور کارناموں پر مغربی دنیا میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے کیونکہ کسی

Marfat.com

عظیم الشان شخصیت کی سیرت اور سوانح دوسروں کیلئے مشعلِ راہ ہوتی ہے۔

ابنِ سینا نے اپنے حالاتِ زندگی خود بیان کیے ہیں اور ان کی روایت ابو عبیدہ جوز جانی سے کی جاتی ہے۔ ہم ابنِ سینا کے زندگی نامہ کو انہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں میرے والد بلخ کے رہنے والے تھے۔ نوح بن منصور کے عہدِ حکومت میں وہ بخارا منتقل ہو گئے جہاں وہ ملکی امور کی انجام دہی پر مامور ہوئے۔ بخارا کی جائیداد میں ایک علاقہ خرمثین نام سے ہے۔ یہ مرکز بستیوں میں شمار ہوتا ہے جس میں افشنہ نامی بستی واقع ہے۔ والد کو نوح بن منصور کے زمانہ میں یہیں مامور کیا گیا تھا۔

جہاں انہوں نے میری والدہ سے شادی کی۔ یہیں میری ولادت ہوئی میرے بعد میرے بھائی کی ولادت ہوئی اس کے بعد ہم بخارا آ گئے۔

بخارا آ کر مجھے قرآن وادب کے اساتذہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ چنانچہ دس سال کی عمر میں مَیں نے حیرت انگیز طور پر قرآن اور زبان وادب کا زیادہ تر علم حاصل کر لیا۔

میرے والد نے مصر سے اٹھنے والی تحریک کے داعیوں کی دعوت پر ان کی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس طرح انکا شمار اسماعیلی فرقے میں ہونے لگا۔

مصری داعیوں سے انہوں نے خوب گفتگو کی۔ خاص کر انہوں نے نفس اور عقل پر ان کی گفتگو سنی تو والد صاحب ان سے متاثر ہو گئے اور اسی وجہ سے انہوں نے اس تحریک میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ میرے بھائی بھی والد صاحب کے عقیدے کو اختیار کر گئے۔

جب میرے والد اور بھائی اس موضوع پر گفتگو کرتے تو مَیں ان کی گفتگو سنا کرتا۔ مَیں ان کی تمام گفتگو کو سمجھتا تھا لیکن ان میں دخل نہ دیتا تھا۔ کیونکہ میرا دل اس عقیدے کو قبول ہی نہ کرتا تھا۔

میرے والد اور بھائی نے مجھے بھی اس تحریک میں شامل ہونیکی دعوت دی لیکن مَیں نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔

Marfat.com

میرے والد اور بھائی اپنی گفتگو میں فلسفہ، ہندسہ اور ہندوستانی حساب کا تذکرہ بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ مَیں ابھی صغیر سن ہی تھا کہ ایک دن میرے والد نے مجھے ایک ایسے شخص کی جانب توجہ دلائی جو ہندوستانی حساب کا ماہر تھا۔ وہ شخص سبزیاں بیچنے کا کام کرتا تھا اس کا نام محمود مساح تھا۔ میرے والد صاحب چاہتے تھے کہ مَیں اس سے ہندوستانی حساب سیکھ لوں۔ تب میں نے ان سے حساب کی تعلیم لینا شروع کی۔

جب ہم بخارا گئے تو وہاں ابو عبد اللہ ناتلی تشریف لائے انکے علم کا ہر جگہ چرچا تھا۔ انہیں متفلسف کہا جاتا تھا۔

والد صاحب نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ دراصل والد صاحب چاہتے تھے کہ مَیں ان سے تعلیم حاصل کرسکوں۔

تب ابو عبد اللہ ناتلی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے پہلے مَیں فلسفہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ شیخ عبد اللہ ناتلی سے پہلے اسماعیل زاہد سے فلسفہ اور دیگر علوم میں درس لیتا تھا۔

مَیں طلباء میں سب سے اچھا طالب علم تھا۔ کیونکہ مَیں جب سوال کرتا اور جواب سے مطمئن نہ ہوتا تو مَیں اعتراضات وارد کرتا تھا۔ کیونکہ ان حضرت کے ہاں ایسا ہی دستور تھا۔

ابو عبد اللہ ناتلی سے مَیں نے کتاب ''ایساغوجی'' پڑھنا شروع کی۔ شیخ صاحب نے جب جنس کی تعریف اس طرح بیان فرمائی جو کہ مجھے مطمئن نہ کرسکی تو مَیں نے جنس کی تعریف کی ایسی تحقیق پیش کی جو اس سے قبل کبھی سنی نہ گئی تھی۔

اس پر استادِ محترم ناتلی کو بے حد تعجب ہوا۔ انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ اس لڑکے کو حصولِ علم کے علاوہ کسی اور کام میں مصروف نہ کریں۔

استادِ محترم ناتلی جو مسئلہ بھی بیان کرتے تھے مَیں ان سے بہتر اس کی تشریح پیش کرتا تھا۔

Marfat.com

مَیں نے منطق کے ظاہری علوم تو ان سے حاصل کر لیے لیکن منطق کے دقیق نقطوں سے شیخ ناتلی خود واقف نہ تھے۔

اس کے بعد مَیں نے خود مطالعہ شروع کر دیا۔ اس طرح شرحوں کی مدد سے منطق میں کمال پیدا کر لیا۔

اقلیدس کی کتاب کی پانچ یا چھ شکلیں استاد ناتلی سے پڑھنے کے بعد باقی تمام کتابوں کو خود پڑھا اور مسائل کو خود حل کیا۔

اس کے بعد المجستی پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب کے مقدمات اور مسائل سے فارغ ہو کر ہندسی اشکال تک پہنچا تو استادِ محترم نے مجھ سے کہا اب خود اس کتاب کا مطالعہ کرو اور اس کے مسائل حل کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ جہاں اصلاح کی ضرورت ہو گی وہاں اصلاح کر دیا کروں گا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ استادِ محترم اس کتاب کو مکمل طور پر سمجھنے کے متحمل نہ تھے۔

مَیں نے اس کتاب کو حل کرنا شروع کیا۔ مَیں نے کئی شکلیں انکے سامنے رکھیں مگر وہ سمجھ نہ سکے جبکہ ان تمام اشکال کو خود سمجھ لیا تھا۔

اس کے بعد استادِ محترم ابو عبداللہ ناتلی بخارا چھوڑ کر ''کرکاج'' چلے گئے۔

مَیں نے خود سے طبعی اور الٰہی شرحوں کا مطالعہ جاری رکھا اور مجھ پر علم کے دروازے کھلتے گئے۔ اس کے بعد مجھے علمِ طب کا شوق پیدا ہوا۔

علمِ طب پر جو دستیاب کتابیں تھیں مَیں نے انکا مطالعہ شروع کیا۔ مجھے یہ فن بالکل مشکل نہ لگا۔

مَیں نے انتہائی مختصر سی مدت میں فنِ طب میں اسقدر کمال حاصل کر لیا کہ طب کے علماء اور طلباء مجھ سے علمِ طب کا درس لینے لگے۔ مَیں نے مریضوں کا علاج کرنا بھی شروع کیا اور اس تجربے سے مجھ پر معالجات کے رموز ناقابلِ بیان حد تک منکشف ہونے لگے۔

Marfat.com

مَیں فارغ وقت میں زیادہ تر مطالعہ کرتا اور اس طرح مجھے علمِ فِقہ میں دلچسپی پیدا ہونا شروع ہوئی۔

مَیں فقہ پر دوسرے لوگوں سے مناظرہ بھی کرنے لگا۔ اس وقت میری عمر صرف سولہ برس تھی۔

مَیں نے علمِ منطق اور فلسفہ کے تمام فنون کا اعادہ کرنے میں مزید ڈیڑھ سال صَرف کیا۔ ان ڈیڑھ سالوں میں مَیں ایک رات بھی پوری رات نہ سو سکا۔ دن اور رات مطالعہ ہی کرتا رہتا۔

اپنے سامنے منطق، فلسفہ اور فقہ کے مسائل جمع کر کے رکھتا۔ پھر دلائل پر غور کرتا اور فرض مقدمات بنا کر اسے متعلقہ مسئلہ میں رکھ کر غور کرتا اور پھر ان سے نتائج حاصل کرتا۔

مَیں ان تمام مسائل میں اصول و قواعد کا بھی لحاظ رکھتا حتیٰ کہ حقیقتِ حق مجھ پر منکشف ہو جاتی۔ جب کبھی مجھے کسی مسئلے کا حل نہ ملتا تو جامع مسجد جا کر نماز پڑھتا اور خدا سے گڑگڑا کر دعا کرتا۔ اس طرح مَیں مسئلے کے حل تک پہنچ جاتا اور میری مشکل حل ہو جاتی۔

رات کو چراغ کی روشنی میں لکھتا پڑھتا۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا یا کمزوری کا احساس ہوتا تو شراب کا پیالہ پی لیتا جس سے طاقت عود کر آتی اور مَیں دوبارہ مطالعہ میں مصروف ہو جاتا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ مجھ پر غنودگی طاری ہو جاتی تو ایسی نیند کے اندر میرے زیرِ مطالعہ مسائل نظر آنے لگتے حتیٰ کہ بہت سے مسائل خواب کی ہی حالت میں حل ہو جاتے۔

میرے مطالعہ اور لگن نے مجھ پر تمام علوم واضح کرنا شروع کیے اور مَیں نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔

اس زمانہ میں جو کچھ علم مَیں نے حاصل کیا بس وہی آج بھی باقی ہے اس میں مزید

Marfat.com

کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

منطق، طبیعات اور ریاضی کے علوم میں جب مَیں نے کمال حاصل کر لیا تو الٰہیات کی جانب توجہ کی۔ کتاب ''مابعد الطبیعیات'' کا مطالعہ کیا لیکن اس کے مضامین میری سمجھ میں نہ آئے۔ مصنف جو کچھ بتانا چاہتا تھا وہ غیر واضح ہی رہا۔ مَیں نے اس کتاب کا چالیس بار مطالعہ کیا۔ یہ کتاب مجھے زبانی یاد ہوگئی لیکن پھر بھی اس کتاب کے مضامین میری سمجھ میں نہ آئے۔ مایوس ہو کر مَیں نے دل میں کہا کہ مَیں اس کتاب کو نہیں سمجھ سکتا اور کتاب الگ کر کے رکھ دی۔

ایک دن عصر کے وقت کاغذ فروشوں کے بازار میں ایک دلال ہاتھ میں کتاب لیے اعلان کر رہا تھا کہ ''اہلِ علم لوگو! یہ ایک نایاب کتاب ہے یہ مَیں بہت سستے داموں بیچ رہا ہوں''۔ اس نے وہ کتاب میرے سامنے کی لیکن مَیں نے اس خیال سے کہ اس کتاب سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اسے واپس کر دی۔ دلال نے کہا ''خرید لو بہت سستی ہے اس کے مجھے صرف تین درہم دے دو کیونکہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے'' چنانچہ مَیں نے کتاب خرید لی۔ گھر آ کر کتاب کو کھول کر دیکھا تو یہ کتاب مابعد الطبیعیات کے موضوع پر ابونصر فارابی کی کتاب تھی۔ مَیں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔ جیسے جیسے مَیں کتاب پڑھتا گیا تو مابعد الطبیعیات کے راز مجھ پر کھلتے گئے۔

ابونصر فارابی نے اس کتاب میں استعمال ہونیوالی اصطلاحات کی خوب وضاحت کی تھی جبکہ مَیں مابعد الطبیعیات کی کتاب کو اس سے قبل چالیس دفعہ پڑھ چکا تھا اور یہ مجھے زبانی یاد ہوگئی تھی۔ اب مابعد الطبیعیات کے حوالے سے مَیں سب کچھ سمجھ چکا تھا۔ اس طرح مَیں نے اپنے نامکمل علم کو مکمل کر لیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مَیں نے دوسرے دن فقراء اور مساکین کو صدقہ دیا۔

انہی دنوں بخارا کے سلطان نوح بن منصور کو ایک شدید بیماری لاحق ہوگئی۔ اطباء اس

Marfat.com

بیماری کے حوالے سے مذاکرات کر رہے تھے۔ مَیں بھی اِن دنوں بخارا ہی میں تھا اور بخارا کے علماء اور اطباء میں کثرتِ مطالعہ کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔ نوح بن منصور نے میری شہرت کے باعث اطباء کی اس مجلس میں مجھے شامل کرنے کو کہا۔

اطباء علاج سے عاجز آ چکے تھے اور سلطان کی بیماری ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی چنانچہ مَیں بھی سلطان کے علاج کیلئے حاضر ہوا۔

شاہ بخارا نوح بن منصور بستر علالت پر مایوس لیٹا ہوا تھا۔ اس کی حالت بہت نازک تھی۔ کیونکہ بخارا کے بہت بڑے حاذق طبیبوں نے اس کی زندگی کے بارے میں مایوسی کا اظہار کر دیا تھا۔ اکثر اطباء کا کہنا تھا کہ شفاء کی کوئی امید نہیں۔

تب مجھے اس کے کمرے میں لے جایا گیا۔ شاہ کے کمرے میں پہنچنے سے قبل مجھے اس بڑے سے دالان میں سے گزرنا پڑا جس میں اطباء، حکماء اور عمائدینِ سلطنت بہت سنجیدگی سے گفتگو کر رہے تھے۔ مَیں ان دنوں نوجوان تھا اور میری عمر صرف سترہ سال تھی، مجھے شاہ کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر سب لوگ حیران ہو رہے تھے۔

مجھے تشخیص کرنے کے لیے بادشاہ نے محل میں طلب کیا۔ میں نے بیماری کی تشخیص کر کے بادشاہ کا مکمل علاج کیا۔ بادشاہ میرے علاج سے صحت مند ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا تم بہت بڑے انعام کے مستحق ہو جو کچھ طلب کرو گے، دیا جائے گا۔

مَیں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نہیں چاہیے، مَیں نے کہا میں سلطان کے شاہی کتب خانے کے اندر داخل ہو کر مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس طرح میرا اشمار سلطان کے ملازمین میں ہونے لگا۔ مجھے شاہی کتب خانے میں داخل ہونیکی اجازت مل چکی تھی۔ (14)

جب مَیں شاہ کے شاہی کتب خانے میں داخل ہوا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ ایک بہت بڑا مکان تھا جس میں بے شمار کمرے تھے اور ہر کمرے کے اندر کتابیں ترتیب

Marfat.com

سے رکھی ہوئی تھیں۔

ایک کمرے میں عربی زبان و ادب اور شعر و شاعری کی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ دوسرے کمرے میں فقہی کتابوں کا ذخیرہ تھا یعنی کہ ہر کمرے کے اندر کسی خاص علم و فن پر الگ الگ کتابیں رکھی تھیں۔ یہ مکان علم و دانش کا بہت بڑا خزانہ تھا۔

ایک کمرے میں بزرگانِ قدیم کی تالیفات پر نظر ڈالی اور مجھے جن کتابوں کی جستجو تھی میں نے انکا مطالعہ کیا۔ یہاں ایسی ایسی کتابیں بھی نظر آئیں جن کا نام تک بھی بڑے بڑے علماء کو معلوم نہ تھا۔

اس شاہی کتب خانے میں میں نے جو نادر اور نایاب کتابیں دیکھیں وہ بعد میں مجھے کہیں اور نظر نہ آئیں۔

میں نے کئی کتابوں کے نوٹس لیے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ہر علم کے عالم کا ایک خاص علمی مرتبہ ہے۔

میں نے اس علمی خزانے سے جو کچھ حاصل کیا اس سے مجھ پر تمام علوم کے راز منکشف ہو گئے۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس کے بعد میرے علم میں مزید کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اب میرا علم پختہ ضرور ہو چکا تھا۔

ان دنوں میرے پڑوس میں ایک فاضل شخص رہتا تھا، اس کا نام ابوحسین عروضی تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں نے جو کچھ علم حاصل کیا ہے اس پر ایک جامع کتاب لکھوں۔ میں نے اپنی جو پہلی تصنیف لکھی اس کو ابوحسین عروضی کے نام موسوم کیا۔

میرا دوسرا پڑوسی ابوبکر برقی نامی تھا، وہ خوارزمی قوم سے تھا، وہ بھی کئی علوم میں دسترس رکھتا تھا۔ وہ خاص کر علم النفس، فقہ اور تفسیر میں مہارت رکھتا تھا اور زہد و عبادت میں زیادہ وقت گزارتا تھا۔

اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں فقہ وغیرہ کی کتابوں کی شرح لکھوں۔ چنانچہ

Marfat.com

مَیں نے اس کے کہنے پر ''الحاصل والمحصول'' جیسی جلدوں میں کتاب لکھیں۔اس کے بعد اخلاق کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کو ''کتاب البر والاثم'' کے نام سے موسوم کیا۔یہ دونوں کتابیں مَیں نے ابوبکر برقی کے حوالے کر دیں۔اب یہ کتابیں صرف اسی کے یہاں دستیاب ہیں لیکن اس نے یہ کتابیں کسی کو ادھار بھی نہ دیں تاکہ ان کی نقل تیار ہو سکے۔

اس کے بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔حالات بہت زیادہ بدل گئے۔سلطنت کے کچھ کاموں کی ذمہ داری سنبھالنا پڑی اور اس سلسلہ میں بخارا سے کرکانج منتقل ہونا پڑا۔ یہاں ابوالحسین سہیلی وزیر تھا جو علوم کا دلدادہ تھا۔مَیں جب امیر علی بن مامون کی خدمت میں حاضر ہوا تو مَیں نے فقیہوں کی پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ یہاں حکومت کی طرف سے میری تنخواہ مقرر کر دی گئی۔(15)

اس سے آگے شیخ ابنِ سینا کے شاگرد ابوعبید جوزجانی شیخ کی زندگی کی کہانی بیان کرتے ہیں۔ان کا پورا نام ابوعبید عبدالواحد بن محمد فقیہہ الجوزجانی ہے۔یہ شیخ کے خاص مقرب شاگردوں میں سے تھے۔

وہ ہمیشہ شیخ کے ہم رکاب رہے جس قدر مصائب شیخ نے برداشت کیے اس سے زیادہ ابوعبید نے برداشت کیے۔ابوعبید جب شیخ سے ملے تھے تو اس وقت شیخ کی عمر بائیس سال تھی۔اس کے بعد وہ شیخ کی موت تک یعنی پچیس سال تک شیخ کے ساتھ رہے۔وہی شیخ کو تصنیف و تالیف کی جانب راغب کرتے اور تصنیف میں ان کی مدد کرتے۔

شیخ اپنی زندگی میں بعض وقت قید بھی رہے تو ایام اسیری میں ابوعبید بھی ان کے ساتھ اسیر رہے۔ابوعبید شیخ کے ساتھ ساری ساری رات کام کرتے۔ابوعبید نے ہی شیخ کی موت کے بعد ان کی تمام کتابوں اور رسائل کو مختلف مقامات سے جمع کیا اور ان پر مفید حواشی تحریر کیے۔

اگر ابوعبید جوزجانی شیخ کی علمی کاوشوں کو جمع کرنے کی کوشش نہ کرتے تو آج شیخ کی

Marfat.com

بہت سی کتب موجود نہ ہوتیں۔

کیونکہ شیخ کی یہ عادت تھی جس شخص کے پاس کتاب تحریر کرتے، اسی شخص کے پاس کتاب کو رہنے دیتے۔

ابوعبید جوز جانی نے ہی شیخ کے حالات زندگی تحریر کیے۔ اس کو اصیعبہ نے اپنی کتاب عیون الانباء کی دوسری جلد میں من وعن نقل کیا ہے۔

ابوعبید کا یہی سوانحی خاکہ برٹش میوزیم میں اصلی حالت میں موجود ہے۔

جوز جانی کہتے ہیں، اب مَیں وہ حالات بیان کروں گا جن کا مَیں نے شیخ کے ساتھ رہ کر مشاہدہ کیا۔ شیخ شاہ بخارا کے شاہی کتب خانے میں مطالعہ کیلئے جایا کرتے تھے تو ایک دن وہاں کسی حادثے سے آگ لگ گئی اور نایاب ونادر کتابوں کا ذخیرہ زیادہ تر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ شیخ کے حاسدین نے اس کا الزام شیخ کے سر دھرنے کی کوشش کی جبکہ اس میں کوئی صداقت نہ تھی اس لیے شیخ کو بری الذمہ سمجھا گیا۔

اس وقت شیخ عظمت کی بلندیوں پر تھے لیکن شیخ کے مرتبے کا کوئی شخص بھی اندازہ نہ کر سکا۔

چونکہ شیخ نے اس کتب خانہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ دشمنوں اور حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ اس کتب خانہ کو شیخ نے آگ لگوائی تھی، کیونکہ شیخ نے وہاں سے عمدہ کتابیں اڑا لیں تھیں یا پھر ان کتابوں سے بہترین مسائل ایک جگہ جمع کر لئے تھے۔ لہٰذا شیخ اس تمام کو اپنے نام سے مشہور کر دے گا۔ اگر یہ کتابیں موجود ہوتیں تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ یہ کام شیخ کا نہیں ہے بلکہ فلاں عالم کا ہے۔

لہٰذا شیخ نے صرف اپنی عظمت کی دھاک بٹھانے کے لیے کتب خانے کو جلوا دیا۔ نوح بن منصور کو کتب خانہ کے جل جانے کا سخت افسوس تھا مگر وہ جانتا تھا کہ کتب خانہ جلوانے میں شیخ کا ہاتھ نہیں ہے۔ جبکہ دشمنوں اور حاسدوں نے یہ الزام شیخ پر دھرنے کی کوشش کی

Marfat.com

تھی۔

چنانچہ شاہ نے شیخ کو نقصان پہنچانے کی بجائے اور بھی قریب کر لیا اور پہلے کی نسبت زیادہ نظر التفات کرنے لگا۔

اب شیخ کی بد قسمتی شروع ہونے کو تھی کیونکہ نوح بن منصور کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد نوح بن منصور کا بیٹا بخارا کے تخت پر بیٹھا اس نے بھی شیخ کا رتبہ بحال رکھا۔

لیکن تھوڑا عرصہ بعد ہی غزنی کے بادشاہ نے بخارا پر حملہ کر کے دسمبر 1004ء کو بخارا کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

اب شیخ کے لیے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بخارا کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا کر چین و آرام کی زندگی بسر کریں۔

پھر شیخ کو معلوم ہوا کہ خوارزم شاہ والئی کرکانج اہلِ علم کی نہایت قدر کرتا ہے اور اس کا وزیر ابوالحسن خود بھی نہایت ہی عالم ہے اور وہ علماء اور فضلاء کی بے انتہا قدر کرتا ہے۔ شیخ اسی ارادے سے کرکانج کی طرف روانہ ہوا۔ جب شیخ کرکانج پہنچا تو فقہاء کا لباس پہن کر ابوالحسن سہلی کی مجلس میں چلا گیا۔

شیخ کو اس مجلس میں کوئی نہ جانتا تھا اس لیے شیخ ایک گوشے میں بیٹھ رہا۔ جب تعارف کا وقت آیا تو شیخ نے نہایت فصیح و بلیغ انداز میں گفتگو کی، اس کی گفتگو سن کر ابوالحسن سہلی بہت متاثر ہوا۔ پھر شیخ سے مفصّل حالات دریافت کیے۔

ابوالحسن کو شیخ کے بارے میں جب پورے طور پر معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد شیخ کو مناسب عہدے پر فائز کر دیا۔ شیخ نے اپنی ملاقات سے یہاں اپنا خاص مقام بنا لیا۔ لیکن شیخ کو یہاں زیادہ آرام نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ سلطان محمود بن سبکتگین نے شیخ کے عقائد کے بارے میں سن کر یہ ارادہ کیا کہ ان کو ان کے عقائد سے تائب کر دے۔

چنانچہ اس غرض سے اس نے شاہ خوارزم کے پاس ایک حکم نامہ ارسال کیا کہ وہ اپنے

Marfat.com

دربار کے چار علماء ابوریحان بیرونی، ابوسہل مسیحی، ابوالخیر خمار اور ابوعلی سینا کو اس کے پاس بھیج دے۔

کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ سلطان محمود کا یہ منشاء اور مقصد تھا کہ چاروں جلیل القدر علماء اس کے دربار میں آئیں گے تو اس کے دربار کی شان بڑھ جائے گی۔ جیسا کہ اس نے ابوریحان بیرونی اور ابوالخیر خمار کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اگر اس کا مقصد تکلیف دینا ہوتا تو وہ ان کے ساتھ بھی برا سلوک کرتا۔

طلبی نامہ کے ساتھ ہی ان علماء کو خوف پیدا ہو گیا اور وہ سلطان محمود کے پاس جانے سے گھبرا گئے۔ شیخ ابن سینا کر کانج کے ایک غیر معروف گاؤں میں روپوش ہو گیا۔

کچھ عرصہ روپوش رہنے کے بعد وہ بھیس بدل کر، یاورد، طوس، سقاں اور جاجرمہ ہوتا ہوا جرجان پہنچا۔ صحرائے خراسان کو عبور کرتے ہوئے ابی سہل مسیح انتقال کر گیا۔ کیوں کہ صحرا کا راستہ بہت دشوار تھا۔

شیخ جب نقل مکانی کر کے جرجان چلے گئے تو وہاں ابومحمد شیرازی نامی ایک شخص تھا، وہ شیخ کے علوم کا بہت معتقد تھا۔ اس نے اپنے پڑوس میں شیخ کیلئے ایک مکان خریدا اور شیخ کو وہاں ٹھہرایا۔ ابومحمد شیرازی ہر روز شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے ''المجسطی'' پڑھتا۔

ابومحمد شیرازی منطق میں مہارت رکھتا تھا اس لیے وہ منطق پر لکھتا بھی تھا۔ یہاں شیخ نے اپنی طبی انسائیکلوپیڈیا ''القانون فی الطب'' کا ابتدائی حصہ لکھا۔ ''المجسطی'' کی تلخیص کی۔ کتاب ''المبدء والمعاد'' کے علاوہ بہت سے رسائل تصنیف کیے۔

وسطی ایشیا میں سیاسی ابتری تھی۔ اس وجہ سے سلطان محمود غزنوی کی طاقت ابھر رہی تھی۔ اس افراتفری کے عالم میں شیخ ابنِ سینا کو بڑی مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔ 1012ء میں جب وہ اپنے بہت سے رفقاء کے ساتھ جرجان کی جانب چلا تو اس سے پہلے معروف

Marfat.com

صوفی اور شاعر ابو سعید ابوالخیر سے ملاقات بھی کی تھی۔

شیخ کو توقع تھی کہ جرجان میں علم وادب کے مربی قابوس بن دشگیر سے ملاقات کریگا۔

جب شیخ صحرائے خراسان کو عبور کررہا تھا تو اسے شدید تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ شیخ کے ساتھ جانے والے کچھ ساتھی صحرا کی دشواری کے باعث مارے گئے۔ سخت مصائب جھیلنے کے بعد صحرا عبور کر کے شیخ، جب جرجان پہنچے تو انہیں بہت صدمہ ہوا کیونکہ ان کا مربی قابوس بن دشگیر انتقال کر چکا تھا۔ شیخ انتہائی افسردہ ہو گئے اور جرجان کے ایک غیر معروف گاؤں میں گوشہ نشین ہو گئے اور زیادہ وقت تصنیف وتالیف میں گزارنے لگے۔(16)

1015ء میں شیخ ابنِ سینا وہاں سے رے (موجودہ تہران) چلے گئے۔ اس زمانے میں فارس پر خاندان بویہہ کا تسلط تھا۔ اس خاندان کے مختلف افراد ملک کے مختلف صوبہ جات پر حکمران تھے۔

رے کا حکمران فخر الدّولہ تھا۔ فخر الدّولہ کے دربار میں شیخ ابنِ سینا کے علم وفضل اور کتابوں کا پہلے سے شہرہ تھا۔ یہاں شیخ کی خوب عزت وتوقیر ہوئی لیکن شیخ یہاں سے ہمدان کی طرف چلے گئے کیونکہ شیخ اسی خاندان کے دوسرے حکمران شمس الدّولہ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ شیخ جیسے ہی شہر میں داخل ہوئے تو ان کی شہرت پورے شہر میں پھیل گئی اور اتفاق سے شمس الدّولہ بیمار تھا۔ اسے علاج کی سخت ضرورت تھی اس لیے ابنِ سینا کو دربار میں طلب کیا گیا۔ شیخ کے علاج سے شمس الدّولہ تندرست ہو گیا لیکن شیخ یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

شیخ قزوین چلے گئے لیکن وہاں بھی شیخ کو سکون نصیب نہ ہوا۔ وہاں سے ہمدان جا کر کذبانویہ کے ہاں ٹھہرے۔

شمس الدّولہ پھر بیمار پڑ گیا چنانچہ اس نے شیخ کو پھر اپنے ہاں طلب کر لیا۔ شیخ نے چالیس دنوں تک شمس الدولہ کا علاج کیا اور اس سے شمس الدولہ پھر صحت یاب ہو گیا۔ اب

Marfat.com

شیخ اور شمس الدولہ کے تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ شمس الدولہ نے شیخ کو اپنا منظورِ نظر مقرب بنالیا اور پھر ایک دن وزارتِ عظمیٰ کے عہدے پر فائز کر دیا۔

شمس الدولہ کے دربار میں شیخ کی چند فوجی افسروں سے بحث ہوئی تو ان فوجی افسروں نے شیخ کے خیالات کو خطرناک قرار دیا۔ اس طرح شمس الدولہ اور شیخ کے خلاف فوجیوں نے بغاوت کر دی۔

فوج نے شیخ کے تمام مال واسباب پر قبضہ کر لیا اور شیخ کو قید خانے میں ڈال دیا۔ پھر فوجی افسران نے شمس الدولہ سے شیخ کے قتل کا مطالبہ کر دیا۔ لیکن اس نے قتل کا مطالبہ تسلیم نہ کیا البتہ فوج کو خوش کرنے کے لیے شیخ کو جلاوطن کر دیا۔ اس کے بعد شیخ چالیس دنوں تک ابوسعد کے گھر میں روپوش رہے۔

شیخ کے شاگردِ خاص اور ہم رکاب ابوعبیداللہ جوزجانی کا کہنا ہے کہ شمس الدولہ کچھ عرصہ سے خرمثین (کرمان شاہ) روانہ ہوا تھا کیونکہ وہاں عناز کے خلاف معرکہ آرائی کرنا تھی۔ اس مہم میں شیخ بھی شمس الدولہ کے ہمراہ تھے لیکن اس معرکہ میں شمس الدولہ کی فوج کو شکست ہوگئی اور شیخ نے اس شکست کے حوالے سے فوج کو ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔

لیکن جب شیخ کو وزیر کے عہدے پر فائز کر دیا تو فوجیوں نے بحث میں شیخ کے نظریات وخیالات کا بہانہ بنا کر شیخ کو بے عزت کر کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد شمس الدولہ کو پہلے والا مرض لاحق ہو گیا اس لیے امیر نے شیخ کو پھر طلب کیا۔

امیر شمس الدولہ نے شیخ سے معافی چاہی اور شیخ کو اطمینان دلایا کہ وہ شیخ کے ساتھ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ فوج کی بغاوت ختم کرنے کے لیے شیخ کو تکلیف دی گئی۔

شیخ نے پھر شمس الدولہ کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گیا۔ امیر شمس الدولہ نے آپ کو دوبارہ عہدہ وزارت پر بحال کر دیا اور آپ کی بہت عزت وتکریم کی۔ (17)

Marfat.com

کتاب الشفاء کا تصنیف کیا جانا:

جب شیخ کو مقامی خلفشار سے اطمینان ہو گیا، تو وہ فرصت کے اوقات میں لکھنے کا کام کرنے لگا۔

ان کے شاگرد اور رفیق کار ابو عبید جوزجانی نے شیخ سے درخواست کہ شیخ ارسطالیس کی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ جبکہ شیخ نے ابو عبید سے وعدہ کیا کہ وہ فلسفہ ما بعد الطبیعیات کے وہ تمام مسائل لکھیں گے جو ان کے نزدیک درست ثابت ہیں۔ نیز اس کتاب میں وہ کوئی نیا کام تحریر کریں گے۔ اسی دوران آپ نے کتاب الشفاء کو مکمل کیا۔ یہ واقعی ایک نیا اور جدید کام تھا۔

شیخ نے اپنے علم، تجربے، مشاہدے اور وجدان سے ایک ایسا شاہکار انسائیکلو پیڈیا ترتیب دے دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نے اپنی اس کتاب الشفاء The Book of Healing میں ایسے علوم کو متعارف کروایا جو اس سے قبل یا تو موجود ہی نہ تھے یا بہت ہی مبہم تھے۔

شیخ نے اپنے اس جدید کام کو پورے اعتماد کے ساتھ انجام دیا تھا۔ اسے یقین کامل تھا کہ اس شاندار تصنیف سے نوع انسان کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

شیخ کو وقتی طور پر فرصت بھی حاصل تھی اور حکومتی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ اس لیے کسی کو اس کام پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ تھی جب کہ یورپ میں ایسا کام کرنے کی سزا بہت کڑی تھی۔

الشفاء کی تصنیف میں شیخ نے اپنا زیادہ تر کام اپنے حافظے اور وجدان سے لیا جبکہ آپ کا مشاہدہ اور تجربہ بھی آپ کا رہنما بنا۔

اشکال کو سمجھنا اور اس کو حل کرنا شیخ کی ذہانت اور فطانت کا ہی ایک حصہ تھا۔ وہ سب

Marfat.com

سے پہلے اشکال، مسائل اور ان کے حل کو مدنظر رکھتے اس کے بعد لکھنے کا کام شروع کرتے۔ جب انہیں اپنے مسائل کے حل میں شک ہوتا تو اس پر مزید غور فکر کرتے یا جامع مسجد میں جا کر نفل ادا کرتے تب انہیں اشکال اور مسائل کا حل ضرور مل جاتا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنی کتاب میں درج کر لیتے۔

اس طرح الشفاء جامع سے جامع تر ہوتی گئی۔ رات کے وقت آپ کے بہت سے عقیدت منداور شاگرد آپ کے پاس جمع ہو جاتے تو اس وقت الشفاء کے اجزاء کو شیخ کا کوئی شاگرد پڑھتا اور شیخ اس کی مزید تشریح کرتے جاتے۔ (18)

شیخ کا کام کرنے کا طریقہ:

ابو عبید جوز جانی نے شیخ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ رات کے وقت شیخ کے سب شاگرد حاضر ہوتے، محفل منعقد ہوتی، طرح طرح کے مسائل پر گفتگو ہوتی۔ آپ کی ہدایت پر شاگردوں نے دن کے وقت جو کچھ لکھا ہوتا۔ میں اس کو پڑھ کر سناتا جہاں پر کچھ ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہوتی شیخ اس کی تصحیح کرواتے جاتے۔

بالکل ایسے ہی جب شیخ نے ''کلیات القانون فی الطب'' مرتب کی اس کو ان کے شاگرد معصومی پڑھ کر سناتے تھے اور شیخ تصحیح کرواتے تھے۔

جب انہوں نے کتاب اشارات تصنیف کی تو اس کو ان کے شاگرد ابن زیلہ شیخ کے کہنے پر لکھتے تھے اور رات کو شیخ کو پڑھ کر سناتے تھے۔

اور جب شیخ نے حاصل و محصول تصنیف کی تو اس کو شیخ کے ایک شاگرد بہمن یارون شیخ سے لکھتے اور رات کو پڑھ کر سناتے تھے۔ اس سے تمام شاگردوں کو یہ فائدہ ہوتا کہ وہ شیخ سے بعض معاملات پر گفتگو کر کے ان کو اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔

جب شیخ اس علمی کام سے فارغ ہو جاتے تو بہترین گویے حاضر کیے جاتے اور محفل

Marfat.com

رقص و سرود منعقد ہوتی۔ یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی، جب شیخ اٹھ جاتے تو محفل برخاست ہو جاتی یہ روزانہ کا معمول تھا۔

شمس الدّولہ کی موت:

شیخ ایک عرصہ تک عہدہ وزارت پر فائز رہے اور اپنے سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ علمی اور ادبی کام کو بھی جاری رکھا۔

شمس الدولہ کو معرکہ طارم میں علاؤ الدولہ سے مقابلہ کرنا تھا۔ اس لیے شمس الدولہ اپنی فوج کے ساتھ طارم کی جانب روانہ ہوا۔ شیخ بھی شمس الدولہ کے ہم رکاب تھے۔

راستہ میں شمس الدولہ بیمار ہو گیا۔ شیخ نے علاج کیا لیکن امیر نے شیخ کی رائے کے مطابق پرہیز نہ کیا جس کی وجہ سے بیماری بڑھ گئی۔ لشکر کو جب امیر کی صحت سے ناامیدی ہو گئی تو امیر کو ہمدان واپس لایا گیا لیکن راستہ میں ہی شمس الدولہ کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، تمام امراء نے اس کی بیعت کی لیکن یہ مطالبہ بھی کیا کہ شیخ کو وزارت سے الگ کر کے ضلع بدر کر دیا جائے۔ لیکن امیر نے ان لوگوں کا مطالبہ تسلیم نہ کیا۔

علاؤ الدولہ سے خط و کتابت:

شیخ کو جب معلوم ہوا کہ فوج کے افسران اور حاسدین امراء پھر اسے بے عزت کرنا چاہتے ہیں تو شیخ انتہائی افسردہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے کچھ سوچ کر علاؤ الدولہ کے ساتھ رابطہ کرنے کے بارے میں سوچا۔ اگرچہ علاؤ الدولہ، شمس الدولہ کا حریف تھا۔ اس لیے شیخ وزارت سے استعفیٰ دے کر ابو غالب عطار کے ہاں چلے گئے اور وہاں خفیہ طور پر رہنے لگے۔ ہر قسم کے لوگوں سے رابطہ ختم کر دیا۔

یہاں آپ کے شاگرد اور رفیق خاص ابو عبید جوزجانی نے ''کتاب الشفا'' مکمل

Marfat.com

کرنے میں آپ کی مدد کی۔ جبکہ آپ کے میزبان ابو غالب عطار نے بھی آپ سے اصرار کیا کہ ''کتاب الشفا'' مکمل کی جائے۔

اگرچہ شیخ پریشان حال تھے لیکن یہاں انہوں نے ''کتاب الشفا'' کے بیس جز و اصولی مسائل پر تحریر کیے۔ شیخ نے یہ تمام مسائل اپنی خداداد قوتِ حافظہ پر بھروسہ کر کے لکھے تھے اور کسی طرح کی کسی کتاب سے مدد نہیں لی تھی۔

ابو عبید لکھتے ہیں کہ ان مسائل کو لکھنے کے بعد ہر مسئلہ کو دوبارہ غور سے پڑھتے جہاں کہیں توسیع کی ضرورت ہوتی وہ کر دیتے اور جس مسئلہ کی تشریح کی ضرورت ہوتی اس پر بھی حاشیہ لکھ دیتے۔

یہاں رہتے ہوئے شیخ نے ایک وقت میں کئی کئی کتابوں کے متعلق لکھا۔ وہ روزانہ اوسطاً پچاس ورق لکھا کرتے۔ اور ہر کتاب کی عبارت دو بار پڑھتے۔ اور اسے مخصوص کتاب کا جز و بنا دیتے۔

اسی دوران شمس الدولہ کے بیٹے تاج الملوک کو شیخ کی علاؤالدولہ سے خفیہ خط و کتابت کے بارے میں معلوم ہو گیا۔ شیخ کے حاسدین نے بھی اس معاملہ میں امیر تاج الملوک کو خوب بھڑکایا۔ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں نے آپ کے خفیہ ٹھکانے کو معلوم کر لیا اور اس طرح آپ کو گرفتار کر کے قلعہ ''فروجان'' کے زنداں میں ڈال دیا گیا۔

اب شیخ کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ زنداں سے کبھی رہا نہ ہو سکیں گے لیکن پھر ایک ناقابلِ یقین واقعہ پیش آیا۔ آپ کو قلعہ کے زنداں میں قید ہوئے چار ماہ ہی گزرے تھے کہ علاؤالدولہ نے ہمدان پر حملہ کر دیا اور تاج الملوک کو شکستِ فاش ہوئی۔ اب ہمدان علاؤالدولہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب علاؤالدولہ ہمدان چلا گیا تو تاج الملوک فروجان کی طرف بھاگ گیا وہاں سے شیخ کو آزاد کیا۔ جب علاؤالدولہ ہمدان سے چلا گیا تو شیخ ہمدان آ گئے۔ اس طرح شیخ کو قید سے رہائی ملی۔ شیخ ہمدان واپس آئے تو علوی نامی امیر کے گھر

Marfat.com

میں رہنے لگے۔

ہمدان فتح ہونے سے پہلے شیخ کی علاؤالدولہ سے جو خفیہ خط و کتابت ہوئی تھی۔اس کے متعلق بعض امراء نے تاج الملوک کو بدظن کر دیا تھا۔اور اس کے ذہن میں یہ بٹھا دیا تھا کہ علاؤالدولہ کو ہمدان پر حملہ کرنے کی ترغیب شیخ نے ہی دی جبکہ ایسا نہ تھا۔بلکہ شیخ ہمدان کی غیرادبی زندگی سے نکل کر علاؤالدولہ کے دربار میں جانا چاہتا تھا کیونکہ وہاں اہلِ علم لوگ زیادہ تعداد میں تھے۔لیکن شیخ کی خفیہ خط و کتابت نے سارا معاملہ مشکوک بنا دیا تھا۔لیکن یہ بھی باور رہے کہ قلعہ فردجان سے تاج الملوک ہی آپ کو آزاد کروا کے ہمدان لایا تھا اور تب شیخ نے تمام باتیں کھول کر تاج الملوک کو بتا دی تھیں اور تاج الملوک کے تمام شبہات رفع کر دیئے تھے۔

کلیہ الادویہ کا تصنیف کیا جانا:

ہمدان میں جب آپ علوی کے گھر میں مقیم تھے تو یہاں پر ہی ''کتاب الشفا'' کا حصہ منطق مکمل کیا اور اس کے بعد ''کلیہ الادویہ'' بھی تصنیف کی۔جب آپ فردجان کے قلعہ میں قید تھے تو قید کے دوران ''کتاب الہدایات''، رسالہ ''حیّ بن یقطان'' اور ''کتاب القولنج'' تصنیف کیں۔

" کلیہ الادویہ "ایک بے مثال کتاب ہے،اس میں مرکب ادویات اور مفرد ادویات کے خواص کو تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ادویات کا ایک دوسرے سے تعمل اس کتاب کا اہم ترین جزو ہے۔

اگرچہ ہمدان میں تاج الملوک نے آپ کی قدر و منزلت کی لیکن شیخ اب ہمدان میں مزید قیام نہ کرنا چاہتے تھے۔لیکن تاج الملوک آپ کو ہمدان سے جانے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

Marfat.com

شیخ کا ہمدان سے فرار:

ان حالات میں شیخ کا ہمدان سے نکل جانا آسان نہ تھا۔ ایک رات شیخ نے ابوعبیدہ جوز جانی اور اپنے دو غلاموں کو ساتھ لیا ان سب لوگوں نے فقیروں اور صوفیوں والے غرفے پہنے اور مکمل طور پر اپنی شناخت کو چھپا لیا۔ یہ لوگ عموماً رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی غار میں چھپے رہتے۔

ان کا سفر انتہائی دشوار تھا۔ یہ راستے کی سختیوں کو برداشت کرتے آخر ایک دن تہران پہنچ گئے۔ تہران کو اصفہان کا دروازہ کہا جاتا تھا۔ جب یہ لوگ تہران پہنچے تو شیخ کے دوستوں اور علاؤ الدولہ کے شہزادوں نے ان کا پر جوش استقبال کیا۔ اِن کو نئی خلعتیں پہنائی گئیں۔ اور گھوڑوں پر سوار کیا گیا۔ شہر میں محلّہ نگبند میں عبداللہ بابی کے عمدہ مکان میں ٹھہرایا گیا۔

جب شیخ علاؤ الدولہ کے دربار میں حاضر ہوا تو امیر علاؤ الدولہ نے شیخ کی انتہائی تعظیم و تکریم کی۔

ایک جمعہ کو اصفہان کے خوبصورت شہر میں شیخ کے اعزاز میں ایک مجلس بلائی گئی۔ اس مجلس میں اہلِ علم لوگ شامل تھے اس مجلس کے سامنے اپنے علم و فضل سے سب لوگوں کے دلوں میں دھاک بٹھا دی۔ علاؤ الدولہ کی نظروں میں شیخ کی وقعت مزید بڑھ گئی۔ شیخ اس کے خاص مشیروں میں شمار ہونے لگے۔ دربار میں شیخ بہت ہی پر تکلف عمامہ پہن کر جاتے اور علاؤ الدولہ کے پہلو میں بیٹھتے۔ دربار میں علاؤ الدولہ کی نسبت شیخ کی علمیت و قابلیت کا زیادہ رعب تھا۔ جب شیخ کسی موضوع پر گفتگو کرتے تو تمام اہلِ دربار خاموش ہو کر آپ کی گفتگو سنتے۔

شیخ کی لاابالی طبیعت:

علاؤ الدولہ شیخ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا۔ ایک دن علاؤ الدولہ شیخ کی گفتگو اور علم و

Marfat.com

فضل سے بہت زیادہ خوش ہوا۔ علاؤالدولہ نے عقیدت سے اپنا قیمتی پٹکہ جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور منقش خنجر جو کہ بہت قیمتی تھا شیخ کو عطا کیا۔

شیخ کی طبیعت بہت ہی لاابالی تھی اس نے وہ دونوں چیزیں غلام کو دے دیں۔ غلام وہ شاہی پٹکہ سر پر سجائے اور کمر پر خنجر لگائے بازار میں پھر رہا تھا کہ اتفاقاً علاؤالدولہ کی نظر اس غلام پر پڑی۔ علاؤالدولہ نے اسکو بلوایا اور پوچھا کہ تیرے پاس یہ خنجر اور پٹکہ کہاں سے آیا۔

غلام نے کہا یہ خنجر اور پٹکہ مجھے شیخ ابنِ سینا نے عطا کیا ہے کیونکہ مَیں اسکا غلام ہوں۔

بس پھر کیا تھا، یہ سُن کر علاؤالدولہ غضبناک ہو گیا اور اس نے غلام کا منہ نوچ لیا۔ غصے سے کانپتے ہوئے کہا کہ میرے تحائف کی اس طرح سے بے عزتی کی جا رہی ہے۔ امیر نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شیخ کو فوراً پکڑ کر لاؤ اور اسے قتل کر دو۔

امیر کا ایک مصاحب شیخ کے پاس دوڑتا ہوا گیا اور شیخ کو سب واقعہ بتا کر کہا کہ آپ فوراً یہاں سے فرار ہو جائیں ورنہ قتل کر دیئے جائینگے۔ شیخ نے فوراً پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور اپنا حلیہ نادار اور بھکاریوں کا بنا لیا اور فوراً وہاں سے فرار ہو گیا۔ چھپتا چھپاتا اور بھوکا پیاسا رے پہنچ گیا۔

شیخ کی ایک ذہین طبیب سے اتفاقی ملاقات:

شیخ جب شہر کے اندر فقیرانہ بھیس میں پہنچے تو وہاں انکا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ اِدھر اُدھر پھرتے رہے کہ ایک مقام پر ایک نوجوان خوش طبع طبیب اپنے مکان کے سامنے بیٹھا ہوا نظر آیا۔ کچھ لوگ اس کے پاس جمع تھے۔ شیخ بھی جا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اس نوجوان طبیب کے پاس ایک عورت قارورہ لے کر آئی۔ اس طبیب نے قارورہ دیکھ کر کہا ''یہ یہودی کا ہے اور اس نے کہا'' ہاں طبیب نے پوچھا ''یہودی نے دہی کھایا تھا؟ عورت نے کہا ''ہاں''۔ نوجوان طبیب نے پوچھا ''کیا تمہارا مکان شہر کے نشیبی علاقے میں ہے؟

Marfat.com

عورت نے کہا ”ہاں“ شیخ ان تینوں سوالوں کو سن کر بہت حیران ہوا۔ نوجوان طبیب نے شیخ کو دیکھ کر پوچھا کیا تم شیخ ابنِ سینا ہو؟ شیخ نے کہا ہاں مَیں ابنِ سینا ہوں۔ اس نوجوان نے پھر پوچھا کیا آپ امیر علاؤ الدولہ سے چھپ کر بھاگے ہیں؟ شیخ نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا لیکن اس کے ساتھ شیخ گھبرا گئے کہ کہیں یہ نوجوان طبیب انہیں دوبارہ گرفتار نہ کرا دے۔

لیکن نوجوان طبیب نے جلد ہی اپنا مطب بند کر دیا اور شیخ کو اپنے گھر میں لے گیا۔ نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنچائے اور اچھا کھانا کھلایا۔ جب دونوں میں اچھی خاصی دوستی ہو گئی تو شیخ نے پوچھا کہ تم نے کیسے دریافت کیا کہ وہ یہودی کا قارورہ تھا اور اس نے دہی کھایا تھا اور وہ شہر کے نشیبی علاقے میں رہتا تھا۔

اس نوجوان طبیب نے کہا کہ اس عورت کے کپڑوں میں یہودی مذہب کا نشان تھا اور اس کے دامن میں دہی کے چھینٹے تھے اور رے میں تمام یہودی نشیبی علاقے ہی میں رہتے ہیں۔

اب شیخ نے اپنے متعلق دریافت کیا کہ مجھے کیسے شناخت کیا؟ تو اس نے کہا کہ مَیں نے آپ کے علمی جاہ وجلال، ذہانت اور فطانت کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ مَیں نے ایک تاجر سے یہ بھی خبر سنی تھی کہ آپ آجکل علاؤ الدولہ سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ مَیں نے یہ سب کچھ آپ کے حلیے سے جانا۔ دراصل یہ میرا قیاس تھا جو اتفاق سے صحیح ثابت ہوا۔ شیخ اس نوجوان طبیب کی ذہانت اور فطانت سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور اس کے گھر ہی میں رہنے لگے۔

انہی دنوں امیر علاؤ الدولہ کسی شدید بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس نے شیخ کی تلاش کا حکم دیا۔ علاؤ الدولہ کے ہرکارے شیخ کو رے میں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب شیخ رے سے اصفہان گیا تو اپنے ساتھ اس نوجوان طبیب کو بھی لے گیا۔ شیخ نے امیر

Marfat.com

علاؤالدولہ کا علاج کیا تو امیر صحت یاب ہو گیا۔ امیر نے شیخ سے معافی مانگی اور کہا کہ "بوعلی سینا کا کچھ بھی متبادل نہیں ہو سکتا"۔ امیر نے شیخ اور اس نوجوان طبیب کو اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا۔

اصفہان میں شیخ کی دوبارہ آمد:

جب شیخ دوبارہ اصفہان میں وارد ہوئے تو امیر علاؤالدولہ کا کامیاب علاج کرنیکے بعد علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

سب سے پہلے تو "کتاب الشفا" مکمل کی۔ "منطق، مجسطی، اقلیدس، علم حساب اور موسیقی پر مباحث لکھے۔

ریاضی کے حوالے سے شیخ نے بہت ہی مفید چیزیں متعارف کروائیں۔ مجسطی میں دس ایسی شکلوں کا اضافہ کیا جو اس سے پہلے موجود نہ تھیں۔ مجسطی کے آخر میں علم ہیئت کے مسائل کا اضافہ کیا۔

علمِ موسیقی میں جدید مسائل کو بیان کرنے کے بعد حل کیا۔ ایک دفعہ امیر علاؤالدولہ خوست کا سفر کر رہا تھا۔ شیخ بھی اس کے ساتھ تھا۔ شیخ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور کاتب کو راستہ بھر لکھواتا رہا۔ جب وہ خوست پہنچے تو کتاب لکھی جا چکی تھی۔

شیخ کا رصدگاہ کو جدید بنانا:

امیر علاؤالدولہ جب ہمدان واپس آیا تو اس نے شیخ کو اپنا مشیرِ خاص مقرر کیا۔ شیخ نے اس منصب پر رہتے ہوئے علاؤالدولہ کو حکومت کرنے کے بہترین مشورے دیئے۔

ایک دن علاؤالدولہ کے دربار میں رصدگاہوں کے بارے میں ذکر ہونے لگا کیونکہ رصدگاہوں کے قدیم نظام کی وجہ سے کیلنڈر میں کافی گڑبڑ ہو رہی تھی۔

شیخ نے رصدگاہ میں جا کر ستاروں کا مطالعہ کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے رصدگاہ

Marfat.com

کے قدیم طریق کو بدل دیا، جدید طریقہ رائج کیا اور اس طرح علمِ تقویم میں اصلاح کی۔

شیخ نے عبید اللہ جوز جانی کو رصدگاہ کے لیے نئے آلات بنانے کیلئے ہدایات دیں۔ ابوعبید جوز جانی نے کاریگروں سے جدید آلات بنوائے اور اس طرح علاؤ الدولہ کی رصدگاہ کی خرابیاں دور کر کے جدید طرز پر رصدگاہ سے استفادہ کیا جانے لگا۔

للسان العرب کا تصنیف کیا جانا:

ابو عبید جوز جانی کہتے ہیں کہ مَیں شیخ کے ساتھ پچیس سال رہا ہوں۔ مَیں نے شیخ کی ذہانت و فطانت کے عجیب و غریب واقعات خود دیکھے ہیں۔

ایک دفعہ علاؤ الدولہ کی مجلس میں ابو منصور جبائی لغت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ شیخ نے بھی لغت کے متعلق اپنا نظریہ بیان کیا تو ابو منصور جبائی نے کہا کہ آپ تو فلسفی ہیں آپ کو لغت کے متعلق کیا معلوم؟ اس لیے لغت کے بارے میں آپ کی رائے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ شیخ کو ابو منصور جبائی کی یہ بات بہت ناگوار گزری اور شیخ مجلس سے خاموشی سے اٹھ کر چلے آئے۔

اس کے بعد شیخ متواتر تین سال تک لغت کا مطالعہ کرتے رہے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے شیخ کو ابوالمنصور الازہری کی کتاب ''تہذیب اللغتہ'' تحفہ میں دی تھی۔ آپ نے اس کتاب کا بھی خوب مطالعہ کیا۔

جب شیخ کو لغت میں دسترس حاصل ہوگئی تو شیخ نے خود لغت کی تیاری شروع کر دی۔ آپ نے بڑی محنت سے لغت تیار کی اور کتاب کی جلد پر مٹی مل کر ایسا بنا دیا کہ یہ بہت پرانی دکھائی دیتی تھی اور پھر ابو منصور جبائی کو یہ پیش کی۔ شیخ نے کہا کہ مَیں شکار کھیلنے جا رہا تھا۔ یہ مجھے راستے میں پڑی ہوئی ملی ہے، آپ اسے دیکھئے اور اپنی رائے کا اظہار کیجئے۔ ابو منصور نے جب کتاب کا مطالعہ کیا تو اکثر لغت اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ ابو منصور نے کہا کہ یہ تو کسی

Marfat.com

بہت ہی عالم فاضل شخص کی تصنیف ہے۔ شیخ نے اس کتاب کا نام ''للسان العرب'' رکھا تھا۔ یہ لغت پر ایسی مفصل اور مستند کتاب ہے کہ اس پایہ کی دوسری لغت اب تک مرتب نہیں ہوئی۔ ابو منصور جبائی سمجھ گئے کہ مَیں نے شیخ پر طنز کر کے زیادتی کی تھی اس لئے انہوں نے شیخ سے معذرت کی۔

شیخ پر اعتراضات:

شیخ جب جرجان میں قیام پذیر تھے تو انہوں نے منطق پر ایک رسالہ ''مختصر الاصغر'' لکھا اور بعد میں اسے ''کتاب النجات'' میں شامل کر دیا تھا۔

جب یہ کتاب شیراز میں پہنچی تو شیراز کے قاضی اور دیگر علماء نے شیخ کے بیان کردہ بعض مسائل پر اعتراض کیا اور ایک خط میں اپنے اعتراضات مرتب کر کے شیخ ابو قاسم کرمانی کے پاس بھیج دیئے۔ شیخ ابو قاسم مناظرہ اور مباحثہ میں مشہور تھے۔ وہ یہ خط لے کر ذاتی طور پر شیخ بو علی سینا کے پاس گئے۔ شیخ نے ابو قاسم سے کہا کہ مَیں ان اعتراضات کے جواب لکھ کر آپ کو بھیج دونگا۔

اس کے بعد شیخ نے ابو عبید جوز جانی اور اپنے چھوٹے بھائی محمود کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی اور شعلہ جلا کر بیٹھ گئے۔ شیخ نے اعتراضات اپنے سامنے رکھ لئے اور ان کے جوابات لکھنا شروع کر دیئے۔

شیخ کا کہنا ہے کہ جب مَیں لکھتے لکھتے تھک جاتا تو شراب کا ایک پیالہ پی لیتا اور دوبارہ لکھنا شروع کر دیتا۔ آدھی رات تک تو ابو عبید جوز جانی اور محمود جاگتے رہے اور اعتراضات کے جوابات لکھنے میں مدد کرتے رہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد ان دونوں پر نیند کا غلبہ ہوا تو دونوں کو سونے کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد میں خود لکھتا رہا۔ اعتراضات کے جوابات لکھتے ہوئے صبح ہو گئی۔ صبح

Marfat.com

جب شیخ کے خادم نے دیکھا تو وہ مصلے پر بیٹھے مسلسل لکھ رہے تھے۔ شیخ نے خادم کو اعتراضات کے لکھے ہوئے جوابات دیئے اور کہا کہ شیخ ابو قاسم کرمانی کو دے آؤ۔

ابو قاسم اعتراضات کے جوابات کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ کیونکہ شیخ نے صرف ایک رات میں اس قدر طویل جوابات لکھ دیئے تھے۔

اس واقعہ کا خوب شہرہ ہوا اور شیخ کی عزت ومنزلت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔

شیراز کے علماء بھی ان جوابات کو پڑھ کر حیران ہوئے اور انہیں دوبارہ شیخ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

شیخ کا بہترین مشورہ:

رے کے حاکم امیر ابو سہیل حمدونی اور امیر علاؤ الدولہ کے درمیان جنگ ہوئی، اس جنگ میں امیر علاؤ الدولہ کو شکست ہوگئی۔ امیر علاؤ الدولہ کی بہن امیر ابو سہیل کے قبضہ میں آ گئی۔ امیر ابو سہیل نے اپنے آقا بادشاہ مسعود بن محمود، جو کہ سبکتگین کا پوتا تھا۔ علاؤ الدولہ کی بہن کو اس کے پاس بھیج دیا۔

اس سے امیر علاؤ الدولہ بہت پریشان ہوا، اس نے اس حوالے سے شیخ سے مشورہ لیا۔ شیخ بو علی سینا نے مسعود بن محمود کو امیر علاؤ الدولہ کی جانب سے خط لکھا کہ گرفتار شدہ خاتون ایک شہزادی ہے اور تیرے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے آپ اس سے شادی کر لیں، اس سے شہزادی کی عزت قائم رہے گی اور آپ کا احترام بھی بڑھے گا۔ جبکہ شہزادی کو صوبہ اصفہان جہیز میں دے دیا جائے گا۔

یہ خط پڑھ کر مسعود بن محمود نے شہزادی سے شادی کر لی۔ لیکن تھوڑا عرصہ بعد پھر دونوں فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔

مسعود بن محمود نے علاؤ الدولہ کو دھمکی دی کہ مَیں تیری شہزادی بہن کو ذلیل کرنے کے

Marfat.com

لیے لفنگوں کے سپرد کردوں گا اور وہ اس کی عزت وعصمت برباد کردیں گے۔ اب امیر علاؤالدولہ پھر پریشان ہوگیا اس نے پھر شیخ سے مشورہ طلب کیا۔

شیخ نے پھر امیر علاؤالدولہ کی جانب سے مسعود کو خط لکھا کہ اگرچہ شہزادی میری بہن ہے لیکن اب وہ آپ کی بیوی ہے۔

اگر تم طلاق دے کر بھی اسے بدمعاش لوگوں کے حوالے کردو گے تو وہ پھر بھی تمہاری مطلقہ کہلائے گی۔ شوہر سب سے زیادہ بیوی کی عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ بادشاہ مسعود نے جب یہ خط پڑھا تو بہت متاثر ہوا اور نہایت عزت واحترام سے شہزادی کو علاؤالدولہ کے پاس واپس بھیج دیا۔

اس کے بعد امیر رے عمید ابوسہیل اور علاؤالدولہ کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ عمید ابوسہیل کی فوج کے ساتھ کردوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔

کردوں نے علاؤالدولہ کو شکستِ فاش دی اور اصفہان کو لوٹ لیا۔ عمید ابوسہیل نے شاہی محلات اور شیخ کے گھر کو لوٹ کر بادشاہ مسعود بن محمود کے پاس غزنی بھجوا دیا۔ اس سامان مین شیخ کی لکھی ہوئی تصانیت بھی تھیں۔ مسعود بن محمود نے شیخ کی یہ تمام کتابیں غزنی کے شاہی کتب خانے میں بھجوادیں۔

ان نایاب ونادر کتابوں کا مطالعہ غزنی کے بہت سے علماء نے کیا۔ لیکن ایک شخص جس کا نام تو معلوم نہیں ہوسکا لیکن تاریخ اسے "ملک الجہال" کے نام سے پکارتی ہے۔ اس نے شیخ کی کتابیں دیکھیں اور حسد سے نہایت ناپسند کیا۔ اس نے فتویٰ صادر کردیا کہ شیخ کی ان تمام کتابوں میں ملحدانہ نظریات ہیں۔ اور ان تمام تصانیف کو نذرِ آتش کرادیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے کہ شیخ کی آج بہت سی تصانیف باقی نہیں رہیں۔

شیخ کے آخری ایّام اور انتقال:

شیخ نے اپنی زندگی کا زیادہ فعّال حصہ ابوجعفر علاؤالدولہ کے دربار میں گزرا۔ یہاں

Marfat.com

شیخ نے علاؤ الدولہ کے شاہی طبیب اور مشیرِ خاص کے حوالے سے خدمات انجام دیں اور اس دور میں اس نے اپنی زیادہ تر تصانیف مرتب کیں۔

اگرچہ اس کے علمی کام پر علمائے وقت تنقید کیا کرتے تھے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابنِ رشد اور ابن سینا کی عملی اور ادبی زندگی تقریباً ایک جیسی تھی۔

ابنِ سینا کے قریبی دوست عموماً اسے اعتدال پر رہنے کا مشورہ دیا کرتے تھے کیونکہ محلاتی زندگی سازشوں سے بھرپور ہوتی ہے اور اس طرح ایک شخص محل میں رہتے ہوئے کبھی تو بامِ عروج پر ہوتا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے اسے بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا جاتا ہے۔

شیخ کی بے اعتدالیوں نے اس کی زندگی پر بھی بہت بُرے اثرات مرتب کیے۔ کثرتِ شراب نوشی سے اس کے جگر اور آنتوں پر بُرے اثرات مرتب ہوئے۔ شیخ اپنا علاج خود ہی کرتے اور اپنی بیماری کو دوسروں سے چھپاتے تھے لیکن بیماری شدت پکڑتی گئی۔ وہ اصفہان سے ہمدان چلے گئے لیکن ان کی بیماری زور پکڑتی گئی۔ آخر تین مہینے بستر علالت پر رہنے کے بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ اب وہ زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی محمود اور شاگرد ابو عبیدہ جوز جانی کو حکم دیا کہ اس کا تمام سونا اور چاندی غرباء میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا۔ بستر علالت پر لیٹے ہوئے تین دن قرآن کی تلاوت سنتے رہے۔ آخر جون 1037ء کو 57 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ انہیں ہمدان میں دفن کیا گیا جبکہ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ان کی میت کو اصفہان لایا گیا تھا۔

ابو عبید جوز جانی، شیخ کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ شیخ نہایت قوی الجثہ تھے۔ ان کی ذہنی صلاحیتوں کے علاوہ ان کی جسمانی قوتیں بھی اعلیٰ درجے کی تھیں۔ اور ان قوتوں میں سب سے بڑھ کر قوتِ باہ تھی اور شیخ اپنی اس قوت کا استعمال بکثرت کرتے تھے۔

Marfat.com

جوز جانی شیخ کی موت کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب علاؤالدولہ تاش فراش نے ''باب الکرخ'' پر حملہ کیا تو شیخ علاؤالدولہ کے ہمرکاب تھے۔ دورانِ سفر ہی شیخ پر قولنج کا حملہ ہوا۔ شیخ نے اپنا علاج خود کیا۔ لیکن شیخ جو ادویات لیتے تھے۔ اس میں شیخ کے مددگار طبیب نے غلطی سے دوائی کی مقدار میں اضافہ کر دیا اور طبیب کا یہ فعل ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ اس وجہ سے شیخ کی حالت زیادہ بگڑ گئی۔ جبکہ جوز جانی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس وقت مَیں شیخ کے پاس موجود نہ تھا اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ شیخ کے ملازمین نے بددیانتی سے شیخ کی ادویات میں خطرناک حد تک اضافہ کر دیا تھا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ شیخ کا خاتمہ ہو جانے سے شیخ کے حاسدوں کو خوش کر سکیں گے اور خوب مال بنائیں گے۔

ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں کہ شیخ نے جمعہ کے دن رمضان 428 ھ بمطابق جون 1037ء کو وفات پائی۔ وہ لکھتے ہیں جس دن شیخ بوعلی سینا کا انتقال ہوا" اسی دن نیشاپور میں جمعہ کے دن سلطان تغرل بن سلجوق کے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھا گیا اور سلطان مسعود بن محمود بن سبکتگین کا نام خطبہ سے خارج کر دیا گیا۔ یہی تاریخ تمام مؤرخین نے شیخ کے انتقال کی لکھی ہے یعنی 428ھ بروز جمعہ۔

شیخ کے سوانح نگار ابوعبید جوز جانی اور ولیم اوسلو نے بھی ان کی عائلی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ کب یا کس عمر میں ان کی شادی ہوئی۔ ان کی ایک بیوی تھی یا زائد بیویاں تھیں اور ان کی کتنی اولادیں ہوئیں۔

ان کے مذہب کے حوالے سے خود ان کی خودنوشت میں انہوں نے بتایا کہ ان کے والد اور بھائی نے مصری داعیوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسماعیل فرقہ کو اپنا لیا تھا لیکن خود انہوں نے اس فرقہ کو نہ اپنایا تھا۔

ابنِ سینا نے بہت ہی ہنگامہ خیز زندگی بسر کی۔ اس نے کئی سیاسی انقلابات دیکھے۔ امراء اور بادشاہوں کا مصاحبِ خاص ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی کئی طرح کے مصائب میں

Marfat.com

مبتلا رہا۔ اسے حکمران امراء کے طبیبِ خاص ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ وہ اپنے سیاسی اور مذہبی افکار کی بنا پر شدید تنقید کا نشانہ بھی بنا۔ وہ حیران کن حد تک تخلیقی صلاحیتوں کا حامل تھا۔ اس لیے اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ تصنیف و تالیف میں گزارا۔ اس نے اپنے سیاسی فلسفے کے حوالے سے قرونِ وسطیٰ کی بنیادیں استوار کیں۔

چھوٹے بڑے رسائل اور تصانیف جو کہ اب تک دستیاب ہو چکے ہیں ان کی تعداد دو سو پچاس سے زائد ہے لیکن ان تمام کتابوں میں ''کلیاتِ القانون'' زیادہ معروف ہے۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں طبی نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔(19)

○

Marfat.com

باب:4

فلسفہ میں شیخ بوعلی سینا کا مقام

تاریخ فلسفہ اسلام میں ''ڈی بوئر'' بوعلی سینا کی علمی عظمت کو اِن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

''بوعلی سینا، فارابی کی طرح زندگی سے قطع تعلق کر کے ارسطو کی شرح میں محو نہیں ہو گیا بلکہ اس کی ذات یونانی اور مشرقی فلسفہ وحکمت کا مرکب تھی۔ اس کی رائے تھی کہ قدما کی کتابوں کی شرحیں کافی لکھی جا چکی ہیں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ خود اپنا فلسفہ مدون کیا جائے''۔

ہر متاخر نے اپنے پیش رووں سے کسب فیض کیا ہے اور پھر اپنی کاوش و تحقیق سے آنے والوں کو فیض یاب کیا ہے۔ اسی افادہ واستفادہ سے علم وحکمت کی ثروت میں بیش بہا اضافے ہوتے رہے ہیں۔ فکرِ انسانی کا دھارا ایک ''سلسلۃ الذہب'' ہے۔

اور اس ''سلسلۃ الذہب'' کا ''واسطہ العقد'' شیخ بوعلی سینا ہے۔ اگر ارسطو ''معلم اوّل'' تھا۔ تو ''معلم ثانی'' کہلانے کا مستحق ابنِ سینا ہے۔ یہ تاریخ کی عجلت پسندی تھی کہ اس نے یہ لقب فارابی کو بخش دیا۔ ورنہ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے اس کی حیثیت ارسطاطالیس کے سب سے ہونہار شاگرد سے زیادہ نہ تھی۔

فارابی سے پوچھا گیا آپ زیادہ عالم ہیں یا ارسطو تو اس نے کہا: اگر مَیں اس زمانے میں ہوتا تو اس کا سب سے بڑا شاگرد ہوتا۔ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ مَیں نے

Marfat.com

ارسطو کی ''سماع طبعی'' کو چالیس مرتبہ پڑھا اور اب بھی اس کو پڑھنے کا محتاج ہوں۔ اس کے برعکس شیخ اس فکری نظام کا خود واضع ہے۔ جو آج کے دن تک ''اسلامی فلسفہ'' کے نام سے مشرق کی درس گاہوں میں پڑھایا جاتا ہے اور جس نے قرونِ وسطیٰ کے اندر یورپی فلسفہ کی تشکیل میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔

ایک ایسا عظیم المرتبت حکیم بجا طور پر اس کاوش و تحقیق کا مستحق ہے کہ اس کی عبقرت میں کن کن عوامل نے حصہ لیا۔

ہم یہ بھی معلوم کریں گے کہ ابن سینا کی خود آموزی میں اس کی ذہانت، فطانت اور مشاہدے و تجربے کے علاوہ مطالعہ نے کیا اہم کردار ادا کیا۔

ولیم کا کہنا ہے کہ ہر فطین شخص اپنے ماحول سے اور خارجی عوامل سے ہی سیکھتا ہے۔ یہی خارجی علم اس کی ذہانت اور فطانت میں شامل ہو کر اسے جینئس بناتا ہے۔ (20)

○

Marfat.com

باب:5

فلسفہ بوعلی سینا سے پہلے

فلسفے کا آغاز:

فلسفہ انسانی فکر کی تنظیم کا نام ہے۔ جیسا کہ پیٹرس جیمز کہتا ہے:

"When it (reflected thought) becomes Serious, sustained and logical, and directed towards questions of life and values, it becomes Philosophy".(21)

اسی طرح کنگھم کہتا ہے کہ فلسفہ تفکری زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اور ہر انسان ایک حد تک فلسفی ہوتا ہے۔

"Philosophy, thus, grows directly out of life and its needs. Every one who lives, if he lives at all reflectively, is in some degree a philosopher."(22)

اس لئے تفلسف بدو آفرینش سے انسان کیساتھ موجود رہا ہے۔

Theologies, thought not philosophy, are a preparation for philosophy. Already in the mythological notions. There is present a

Marfat.com

germ of philosophical thought, philosophy arises when fancy is superseded by reason". (23)

لہٰذا فلسفہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا ملکہ غور وفکر۔ اس لیے اس کی ابتداء کا تعین نہ کسی خاص عہد میں قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی خاص ملک میں۔ البتہ رسمی فلسفے کا آغاز یونان سے ہوا۔ اور اس کی بنیاد رائج الوقت دیومالا پر رکھی گئی۔

اس لیے فلسفہ ابتداء سے انسان کے ساتھ موجود رہا ہے۔

"Theologies not philosophy, are a preparation for philosophy. Already in the Mathematical notions. There is present a germ of philophical thought, Philosophy arises when fancy is susperseded by Reason. (24)

یونانی دیومالا کا مرکزی نقطۂ بحث یہ تھا کہ دیوتاؤں میں سب سے قدیم دیوتا کون ہے؟ جس سے مزید دیوتا پیدا ہوئے۔ دیومالا کی تقلید میں فلسفے نے اس سوال کے حل پر توجہ مرکوز کی کہ عناصر کائنات میں سب سے قدیم اور بنیادی عنصر کون سا ہے جو بقیہ عناصر کی اصل ہے۔ اس لئے قدیم فلسفۂ یونان کی تفکری سرگرمیوں کا محور و مبداء اولین کائنات کی تلاش رہا ہے۔

"Following the example of theology, philosophy begins to ask herself the question, what is the primitive element, the one that preceds the others in dignity and in time, and from which consequently the others have been generated? The theologies

Marfat.com

becomes cosmologies and the only important question concerning which the first thinkers differ is the question as to what constitutes the primodial natural force, the principle".(25)

اسی کاوش کے تسلسل یا ردعمل کی داستان، یونانی فلسفہ کی تین ہزار سالہ تاریخ ہے جسے چارادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

یونانی فلسفہ اور اس کے ادوار اربعہ:

1) قبل سقراطی دور:

یونانی فلسفہ وحکمت کا موجد و بانی طالیس (Thalise) تھا جو کائنات کی اصل پانی کو بتاتا تھا۔ اس کا شاگرد انکسمنڈر (Anximander) مادۂ غیر مشخص کو اور آخر الذکر کا شاگرد انکسیمینس (Anaximenes) ''ہوا'' کو مبداء اولین قرار دیتے تھے۔ اس سے حدوث و تکوین کا مسئلہ پیدا ہوا: اگر کائنات کی اصل واحد ہے۔ تو اس سے مختلف اشیاء کیسے پیدا ہوئیں۔ یعنی اگر وجود واحد ہے تو اس سے ''وجودات کثیرہ'' کی تکوین کس طرح ہوئی۔

ایلیائی (Eleaik) فلاسفہ نے اس کا جواب حدوثِ تغیر کے انکار سے دیا۔ اس کے برعکس ایراقلیطس (Heraclitus) نے کہا کہ تغیر ہی سب کچھ ہے۔ اور اس لیے آگ کو ''مبداء اولین'' کائنات قرار دیا۔ آخری دور میں اس مسئلہ کو ''مبادا ولیہ'' کی کثرت سے حل کیا گیا۔ امپد وقلیس (Expeducles) نے ''عناصر اربعہ'' کو اصل کائنات بتایا۔ دیمقراطیس (Democtritus) نے ''اجزاء لاتجزی (ناقابلِ تقسیم ذرات کو اور انکساغورث (Anaxagoras) نے جراثیم کو کائنات کی اصل بتایا۔

Marfat.com

مگر یہ تکوین کیوں اور کس طرح ہوئی؟ امپدوقلیس نے اس معمہ کو محبت اور نفرت کے دو اصولوں سے حل کرنے کی کوشش کی۔ اور دیمقراطیس نے ''وجوب مطلق'' (Tyche) سے۔ لیکن فیثاغورث نے قبل سقراطی دور میں پہلی مرتبہ اس گتھی کو ''نوس'' (Nous) کے تصور سے سلجھایا۔ جو خلاق علیم و حکیم اور ربّ العالمین کے تقریباً مترادف تھا۔

Anaxagoras has recourse to an intelligent principle, a mind or nous, a world ordering Spirit, ... the free source of all movement and life in the world: it knows all things, past, present and future.... it rules all the life, both great and small.(26)

اور اس طرح یونانی فلسفہ اپنی جارحانہ ''خدا انکاری'' کے باوجود ''ایمان باللہ'' کے لیے مجبور ہوا۔

مشرقی یونان کے ان حکمائے طبیعین نے کائنات کی اصل مبادی ہی میں تلاش کی۔ لیکن دور مغرب میں فیثاغورث نے اسے ''مجردات'' میں ڈھونڈا۔ اس کے نزدیک ''اعداد'' ہی کائنات کی اصل ہیں۔

مگر حکمائے قدیم کے اس دعویٰ نے ذہن انسانی کی اس صلاحیت ہی کو ماؤف کر دیا جو ادراک حقائق کی اہل ہے۔ اس لئے اس ''تحکمیت'' (Dogmatism) نے فطری طور پر سوفسطائیہ حقائق کی ''ارتیابیت'' (Scepticism) کو جنم دیا۔ نتیجہ میں بعض مفکرین جیسے جورجیاس (Gorgias) نے حقائق کا سرے ہی سے انکار کر دیا اور بعض نے کہا کہ وہ تابع اعتقادات ہیں۔

Marfat.com

یونانی فلسفہ کا عہدِ زرّیں:

سوفسطائیوں کے دعوئ ہمہ دانی کے رد عمل کے نتیجہ میں سقراط نے اپنی توجہ معمائے کائنات کے سلجھانے کے بجائے نفسِ انسان کی اصلاح پر مرکوز کی۔ سقراط کا شاگرد رشید افلاطون تھا جو اس کی وفات پر سسلی چلا گیا تھا۔ وہاں وہ پیروانِ فیثاغورث کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔ فیثاغورث ''اعداد'' کو اصل کائنات قرار دیتا تھا۔ افلاطون کی مادیت بیزاری نے نئے استاد کی تقلید میں ''تصورات کلیہ'' (Ideas) کو اصل قرار دیا جو آگے چل کر ''امثال افلاطونی'' اور اعیان ثابت'' کے نام سے موسوم ہوئے۔

افلاطون کا شاگرد ارسطو تھا۔ وہ استاد کے مقابلے میں زیادہ حقیقت پسند تھا۔ مگر ''مبداء اولین'' کی تلاش کی روش عام سے وہ بھی انحراف نہ کرسکا۔ اس نے ایک کی بجائے دو مبدؤں کے نظریہ کو پیش کیا۔ یعنی ہیولی اور صورتی۔

شیخ بو علی سینا نے ابھی ارسطو کی طرح افلاطون کے ''نظریہ ثابتہ'' سے اختلاف کیا۔ اس کے برعکس ارسطو نے ہیولی و صورتی اور ان کے تلازم کے نظریہ کو اپنی طبیعیات کی اساس قرار دیا۔ مگر اس نظریہ کی بنیاد مشرقی (ہندوستانی) فلسفیانہ نظاموں کے ''تصور سالمات'' (Atomic Hypothesis) پر رکھی تھی۔

ارسطو خدا کے تصور پر بھی زور دیتا تھا جسے وہ ''محرک اوّل'' (Prime Mover) قرار دیتا مگر خدا کا ارسطا طالیسی تصور مذاہب کی مشترکہ تعلیم سے مختلف ہے۔ (اس لئے شیخ نے بھی اس فلسفیانہ تصور کی تجدید و تتمیم معتزلہ اور باطنی فرقوں کی تعلیم کی مدد سے کی۔

3) بعد ارسطا طالیسی دور:

اس دور میں بھی افلاطون اور ارسطو کی تعلیمات جاری رہیں لیکن اس کے علاوہ تین اور تحریکوں کا اضافہ ہوا۔

Marfat.com

افلاطون اور پیروانِ ارسطو کے فلسفیانہ نظاموں کے دعووں نے پھر سے ''ارتیابیت'' کو جنم دیا۔ جس کا بڑا علم بردار Pyrcho تھا۔ اس ''ارتیابیت'' نے معمائے کائنات کی گتھی کو سلجھانے سے مایوس کر دیا۔

اپیقورس (Epicurus) کے یہاں ''لذتیت'' Hedonism کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ''لذتیت'' کے ردعمل کے طور پر ایک تیسرے گروہ میں اخلاقی فلسفہ پیدا ہوا۔ یہ فرقہ رواقیہ (Stoics) تھا۔ اس کے ساتھ انھوں نے ''وحدت الوجود'' (Monism) میں اتنا مبالغہ کیا کہ کائنات کو عین الہ تصور کر لیا۔ رواقیہ کی ''وحدت الوجود'' نے صوفیاء اسلام بالخصوص ابن سینا کی ''وحدت الوجود'' (Pantheism) کو متاثر کیا۔

4) یونانی فلسفہ کا آخری عہد:

لیکن تفکر پسند طبقہ بعد ارسطا طالیسی دور کی فکری سرگرمیوں سی مطمئن نہ تھا۔ فیرو اور اس کے جانشینوں کی تشکیک، اس طبقہ کی آرزوئے عرفان و حقیقت رسی کا استقبال نہ کر کی۔ نہ اپیقورس کی میکانکیت کائنات کے متعلق اس کے جذبہ جستجو کو دبا سکی۔ اور نہ وہ رواقیہ کی تقلید میں خود کو ''ارادہ کلیہ'' Universal will کی رضا کے ساتھ راضی کر سکا۔

تھیلے ''ہسٹری آف فلاسفی'' میں کہتا ہے:

Some temprament found it impossible to look upon the world as mechanical inter play of atoms and to cease from talking about God. Nor were they able by silencing their yearnings and resigning themselves to the universal will. To find peace and power within

Marfat.com

their own pure hearts. And inspite of the Scepticisim they did not succeed in rooting out the desire for certain knowledge of God. (27)

اس لیے اسے ایک گروہ نے مشرقی ادیان، بالخصوص یہودیت میں تلاش کیا اور توریت کی تعلیمات کو افلاطونی فلسفہ کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہ ''یونانی یہودی'' فلسفہ تھا۔ جس کا علمبردار فائلو (Philo) تھا۔

دوسرے گروہ نے ''فیثاغورثی اسراریات'' (Phthagorian mysteris) کی اساس پر ایک عالمی مذہب کی تعمیر کی کوشش کی۔ یہ نو فیثاغورثیت (Neo-Phthagorianism) تھی۔

تیسرے گروہ نے ''افلاطونی'' تعلیمات کو مذہبی فلسفہ کی شکل میں مرتب کرنا چاہا۔ اس تجدید ''افلاطونیت'' کا نام ''نوافلاطونیت'' (Neo Platonism) تھا۔

مؤخر الذکر کے یہاں فائلو کی طرح ''تشبیہ و تجسیم'' (Anthroponorphism) کے ردِّعمل نے ''فرار'' کی شکل اختیار کر لی جو ''تعطل'' کا دوسرا نام تھا اور اس طرح ان لوگوں کو قومی مذہب (یونان دیو مالا) کی مدافعت کا ایک بہانہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ متاخر نو فلاطونی فلاسفہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

> ''یہ فلسفی متعدد دیوتاؤں کی پرستش کے آخری حامی تھے لیکن تکثیر نے ان کے ہاں فلسفیانہ توجیہ اختیار کر لی تھی'' (28)

اس ''نو فلاطونیت'' کو بعد میں ''اثولوجیا'' نامی کتاب میں مرتب کیا گیا۔ جس نے فلسفہ اسلام بالخصوص بو علی سینا کو بہت متاثر کیا۔ خود شیخ نے اس کی شرح لکھی تھی۔

Marfat.com

عبوری دور:

ادھر مسیحت مبعوث ہو چکی تھی اور اس کے اندر رومنز کو اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ اس لیے اس نے وثنی فلسفہ کے ساتھ مل کر اسے اس وقت تک مورد جور وستم بنایا۔ جب تک کہ اس (مسیحت) کے قول میں یونانی، مصری ''وثنیت'' کی روح طول نہ کر گئی۔ اس کے بعد امراء روم نے اس نام نہاد مسیحیت کے ساتھ مفاہمت کر کے اسے ''مملکتی مذہب'' اور خود کو اس کا حامی اعظم بنالیا۔

میسحیت نے مملکتی مذہب بن کر قدیم بت پرستی کے ساتھ وثنی فلسفہ کے استیصال میں بھی ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا لیکن اتنے میں خود عیسائیوں میں فرقہ بندی شروع ہو گئی۔ ان میں ''نسطوری'' فرقہ اپنے مؤقف کی تائید کیلئے ارسطا طالیسی منطق سے کام لیتا تھا، بعد میں ان کے مخالفین یعنی ''یعاقبہ'' (Monophysites) نے بھی اس حربے سے کام لیا۔ مگر اس فرقہ ورانہ جنگ میں ''نسطوریت'' کو شکست ہوئی۔ اور وہ رومن امپائر سے مایوس ہو کر ساسانیوں کی مجوسی سلطنت میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی۔ نسطوری اپنے مذہب کیساتھ ایران میں ارسطو کا منطق و فلسفہ بھی لیتے گئے۔ اس سے وہاں فلسفہ و حکمت کی بڑی گرم بازاری ہوئی۔ اس نئی تحریک سے سب سے زیادہ فائدہ ''دبھیران'' (اہلِ دفاتر) نے اٹھایا۔ جو عہدِ اسلام کے ''طبقۂ کتاب'' کے پیش رو تھے۔ (29)

نسطوریوں نے ایران میں اپنے مدارس قائم کیے۔ بالخصوص الرہا (Edessa) کے مدرسہ کے مقابل ''نصیبین'' کا مدرسہ۔ بعد میں وہ جندی ساپور کے مدرسہ پر بھی قابض ہوئے۔ جو مشرق میں طب کی تعلیم کا خاص مرکز تھا۔

لیکن عیسائیوں کے جور و تعدی کے باوجود ''یونانی وثنی فلسفہ'' نے کسی نہ کسی طرح خود کو

Marfat.com

باقی رکھا۔ اسکندریہ کے اندر مشائی فلاسفہ کی ایک شاخ آخر تک کام کرتی رہی۔ اس کا اثر ۳۵ ق م تک رہا جبکہ قیصر اوغسطس نے مصر پر حملہ کیا تھا۔ اندرونیقوس (Andronics) تھا۔ اس نے اوغسطس کے حکم سے ارسطو کی تصانیت کا ''معیاری ایڈیشن'' تیار کیا۔ مگر جب مسیحیت مملکتی مذہب بن گئی تو اس مدرسہ کو اپنا وجود باقی رکھنا دوبھر ہو گیا۔ پھر بھی بقول فارابی، یہ ادارہ کسی نہ کسی طرح اس کے زمانے تک زندہ رہا۔ (30)

غرض بعثت اسلام کے وقت یونانی فلسفہ کے تین گہوارے تھے۔ خالص حکیمانہ گہوارہ اسکندریہ کا مدرسہ فلسفہ تھا۔ مذہبی گہوارہ جندی ساپور کا مدرسہ تھا اور ثقافتی گہوارہ ساسانی سلطنت کے اہلِ دربار میں تھا۔

فلسفہ عہدِ اسلام:

بعثت اسلام کے بعد انہیں تین راستوں سے فلسفہ، اسلامی ثقافت میں داخل ہوا۔

مسلمانوں نے بھی حکومت کی تنظیم میں ''طبقۂ کتاب'' کو خصوصی اہمیت دی۔ جو تفنن طبع کے طور پر فلسفہ پسند واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے عربی ادب کو فلسفیانہ اسالیب فکر سے روشناس کروایا۔ ان کا سردار عبداللہ بن المقفع تھا جس نے پہلی مرتبہ ارسطا طالیسی منطق کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔

پھر جب عباسی دور آیا تو انھوں نے علم وحکمت کی ترقی پر خاص توجہ دی اور جندی ساپور کے اطباء کو بلا کر یونانی طب کی کتابوں کے ساتھ دیگر علوم کا بھی عربی میں ترجمہ کرایا۔ ان مترجمین میں سب سے مشہور حنین بن اسحاق تھا جو عہد اسلام کے ''چار حاذق مترجمین'' میں سے ایک ہے۔ (31)

انہیں سرکاری مترجمین کے زمرے میں کندی اور اس کے شاگرد احمد بن الطیب

Marfat.com

السرخسی اور ابوزید بلخی وغیرہ کو سمجھنا چاہیے۔

یونانی فلسفے کا حکیمانہ گہوارہ (ارسکندریا کا مدرسہ فلسفہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت (۹۹۔۱۰۱ھ) تک اسکندریہ میں ہی برقرار رہا۔ بعدازاں انطاکیہ میں منتقل ہو گیا۔ آخرکار وہاں سے بھی متوکل علی اللہ (۲۳۲۔۲۴۷ھ) کے زمانے میں مدان پہنچا اور جب خلافت سے دینی گرفت ڈھیلی ہونے لگی تو معتضد باللہ (۲۷۹ تا ۲۸۹ھ) کے عہد میں کھلے بندوں بغداد میں داخل ہوا۔(32)

اس گہوارے کا اہم ترین فلسفی ابونصر فارابی (۲۵۹۔۳۳۹ھ) تھا جو بقول قاضی صاعد اندلسی ''فیلسوف المسلمین بالحقیقۃ'' کا مصداق ہے(33)

فارابی کا شاگرد یحیٰی بن عدی اور موخر الذکر کا شاگرد ابوسلیمان سجستانی تھا، جس کے مکان پر علم وادب کے شائقین اور فلسفہ کے ماہرین کا مجمع لگا رہتا تھا۔

اسماعیلیت اور فلسفہ کا فروغ:

معتضد ہی کے زمانے میں اسماعیلی تحریک ظہور میں آئی۔ اس تحریک کا مقصد اسلام اور عرب حکومت کی بیخ کنی اور ان کی جگہ مجوسیت اور ایرانی سلطنت کا احیاء تھا۔(34)

مگر اس نے نے خود کو مضبوط پائیدار اور مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے اپنی اساس فلسفے پر قائم کی تھی(35)

چنانچہ اس تحریک کے اوّلین بانی خود فلسفہ اور نجوم کے ماہر تھے۔(36)

اور اپنے شاگردوں کو فلسفہ اور دیگر علوم حکمیہ کی خاص طور پر تعلیم دیتے تھے۔(37)

پھر یہ شاگرد اپنے متبعین کو دعوت دیتے جبکہ آخری منازل میں یونانی فلسفے سے آشنا بنانے کیلئے خصوصیت سے تلقین کیا کرتے تھے۔(38)

Marfat.com

اس طرح ''اسماعیلیت'' فلسفے کا دوسرا نام تھا۔

اسماعیلیت نے ''تطہیر شریعت'' کے نام سے مذہب اور فلسفہ کی تطبیق کی بھی کوشش کی تھی اور اس کے نتیجہ مس ایک فلسفیانہ قاموس ''اخوان الصفاء'' کے نام سے مرتب کی تھی جو ان کے متبعین میں کتاب مقدس کی طرح مذاکرہ کا موضوع رہتی تھی۔

عقلیت پسند حضرات ان رسائل سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ انہیں میں شیخ بوعلی سینا کا خاندان بھی تھا۔ جس کے افراد اپنی فرصت کے لمحات میں اس کتاب کے مندرجات، نیز دوسرے فلسفیانہ مسائل پر تبادلۂ خیال کیا کرتے تھے۔ (39)

○

Marfat.com

باب 6:

شیخ کی تصانیف

اگر شیخ کوئی کتاب بھی نہ لکھتے تو چالیس سالہ انقلابی سرگرمیوں کی تنظیم ہی اس کا غیر معمولی کارنامہ ہوتی۔ مگر وہ کئی کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ (ابن ابی امیجہ نے فلسفہ میں اس کی کوئی چھپن کتابیں گنوائی ہیں مگر یہ فہرست جامع اور مکمل نہیں ہے۔) ان میں سے اکثر فلسفہ اور طب کی ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی ہیں جیسے الشفاء، اشارات اور قانون فی الطب۔

لیکن تاریخ کے اس عجوبہ پر مشکل سے ہی یقین آئے گا کہ فلسفہ و طب کے یہ نادر شاہکار اس عالم میں لکھے گئے ہیں جبکہ ان کے مصنف کو ایک لمحے کیلئے بھی سکون میسر نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطرات میں گھِر کر اس کی ذہانت وذکاوت تیز سے تیز تر ہو جاتی تھی۔ اس کی طبع وقار کی حدّت کا ظہور علم و حکمت کے ان جوہر پاروں کی شکل میں ہوتا تھا۔

شیخ کی تصانیف کے متعلق صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کتنی کتابیں تصنیف و تالیف کیں لیکن مختلف مورخین نے جو فہرست شیخ کی تصانیف کی دی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی اکثر تصانیف عربی زبان میں ہیں جب کہ کچھ فارسی زبان میں بھی ہیں۔

شیخ کی اکثر تصانیف کافی ضخیم اور بیس بیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ علامہ قفطی نے جو فہرست دی ہے وہ ایک حد تک مکمل معلوم ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اکیس بڑی

Marfat.com

وضخیم کتابیں۔ چوبیس چھوٹی کتابیں۔ ان میں شفا، قانون، نجات اور للسان العرب نہایت ضخیم کتابیں ہیں اور باقی اوسط درجہ کی ہیں۔

عربی کے علاوہ شیخ نے فارسی میں بھی دو کتابیں تحریر کی ہیں جن میں سے ایک فلسفہ پر ہے، اس کا نام نہیں دیا۔ دوسری دانش نامہ علائی، یہ کتاب حقیقت میں شفاء کا فارسی حصہ ہے جو اس نے اپنی مادری زبان میں تحریر کیا۔

اس کے علاوہ شیخ نے عربی میں بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔ جن کا اقتباس ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب عیون الانبا فی طبقات الاطبا کی جلد ثانی میں دیا ہے۔ شیخ کے عقیدے بھی عجیب وغریب ہیں، کہیں وہ نفس کے متعلق تحریر کرتا ہے، کہیں وحدانیت کو ثابت کرتا ہے اور کہیں قصیدہ کے ذریعے پیش گوئی بھی کرتا ہے۔ (40)

تصنیفی زندگی کا آغاز:

شیخ کی تصنیفی زندگی کا آغاز ۳۹۱ھ سے ہوتا ہے۔ جب اس نے ابوالحسن عروضی کے ایماء پر ''الحکمۃ العروفیہ'' اور ابوبکر البرقی کی فرمائش پر ''کتاب الحاصل والمحصول'' اور کتاب البر والاثم لکھی تھیں۔ (41)

اور یہی وہ زمانہ تھا جب جرجانیہ خوارزم جو کہ مشرق میں اسماعیلی تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ (42)

کرکانج میں شیخ تقریباً بارہ سال رہا۔ تصنیفی مشغلہ وہاں بھی جاری رکھا اور بعض کتابیں بھی تصنیف کیں جیسے ''کتاب التدارک الانواع خطاء التدبیر'' ''قصیدہ مزدوجہ فی المنطق'' ''کتاب قیام الارض فی وسط السماء'' وغیرہ۔ یہ اس زمانے میں لکھی گئیں جبکہ شیخ کو سکونِ نفس وطمانیت قلب حاصل تھا مگر یہ اس پایہ کی نہیں ہیں جس پایہ کی الشفاء اور اشارات وغیرہ ہیں۔ (43)

Marfat.com

خطرات اور شاہکاروں کی تصنیف کی ابتدا:

کرکانج سے شیخ جرجان گیا مگر وہاں سکون خاطر ناپید تھا۔ خطرات نے اس کی عبقریت کو ابھار دیا تھا۔ چنانچہ یہاں اس نے اکثر کتابیں تالیف کیں لیکن سب سے زیادہ پر آشوب زمانہ شیخ کی زندگی میں اس کا قیام ہمدان ہے۔ جبکہ وہ وقت کی نہایت اہم اور خطرناک سیاسی اور انقلابی تحریکوں کی تنظیم میں مشغول تھا۔ مگر انقلابی صلاحیتوں کے ساتھ اسے غیر معمولی فکری صلاحیتیں بھی ملی تھیں جن سے وہ انقلابی ہنگاموں کے زمانے مین برابر کام لیتا تھا۔

اس پُر آشوب زمانے میں اس نے ''کتاب الشفاء'' تحریر کرنا شروع کی حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ مخالفین اُسے مروانے کی فکر میں تھے اور وہ ادھر اُدھر بھاگتا پھر رہا تھا۔ مگر فکری صلاحیتیں ہیں کہ برابر اپنے کام میں لگی ہوئی تھیں۔ اور اس اختلال و انتشار کے باوجود اس کی عبقریت ایک مستقل نظام فکر کی تنظیم میں مصروف تھی۔ ابوعبیدہ جوزمانی لکھتا ہے'' پھر شمس الدولہ کو عنان سے لڑنے کیلئے قرمسیین جانا پڑا۔ شیخ بھی اس کے ہمرکاب تھا۔ مگر شمس الدولہ کو شکست ہوئی اور وہ ہمدان لوٹ آیا۔ اُمراء دربار نے شیخ سے وزارت قبول کرنے کی درخواست کی اور اس نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا۔ لیکن بعد میں لشکر اُس کے خلاف ہو گیا کیونکہ انھیں اس کی طرف سے اپنی جان کے اندیشے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اس کا مکان توڑ ڈالا۔ شیخ کو پکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا اور گھر سے مال و متاع لوٹ لیا۔ انھوں نے شمس الدولہ سے اُس کے قتل کا مطالبہ بھی کیا لیکن اُس نے اس مطالبہ کو نامنظور کیا۔ البتہ ان کی خوشنودی کیلئے اسے جلاوطن کر دیا لیکن شیخ وہبی سعد دخدوک کے مکان میں چھپا رہا۔ چالیس دن گزر گئے۔ اتنے میں شمس الدولہ پر قولنج نے پھر

Marfat.com

حملہ کیا۔ اس نے شیخ کو پھر بلا کر اس سے بہت زیادہ عذر معذرت کی۔ شیخ نے بھی بڑے انہماک سے اس کا علاج کیا اور اسی عزت واحترام کے ساتھ رہنے لگا۔ قلمدانِ وزارت بھی دوبارہ اسے تفویض کیا گیا۔ (44)

جوز جانی کہتا ہے:

پھر مَیں نے شیخ سے ارسطا طالیس کی کتابوں کی شرح لکھنے کی درخواست کی تو اس نے کہا فلسفہ کے وہ حقائق ہیں جو مخالفین کے اعتراضات کی پرواہ نہیں کرتے۔ پھر اس پر کتاب ''الشفاء'' لکھنا شروع کی۔ اور اس کی تیسری جلد کو اس نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تصنیف کیا۔ اس جلد میں اس نے پہلی دو جلدوں کی مباحث کی توضیح کی۔ اور حقائق کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔ اس میں سے دو جلدوں کا ترجمہ نہیں ہوا۔ لاطینی بولنے والوں کی صرف پہلی جلد ہی کے کچھ حصوں تک رسائی ہو سکی۔ جیسے الشفاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (45)

خود شیخ ''کتاب الشفاء'' کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔

''اور ان دو کتابوں کے علاوہ میری ایک اور بھی کتاب ہے جس میں مَیں نے فلسفے کو اس طرح پیش کیا ہے جس طرح وہ حقیقت ہے۔ (46)

شیخ کی فلسفیانہ Genius کے تین شاہکار:

یہ کتابیں شیخ کی فلسفیانہ عبقریت کے تین شاہکار ہیں ''الشفاء، الحکمۃ المشرقیہ اور الاشارات والٰہیات'' ان میں سے الشفا دنیا کے فلسفیانہ ادب میں کلاسیکی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر چہ یہ کتاب مشائی انداز میں لکھی ہے۔

1) یہ کتاب ارسطا طالیسی فلسفہ کی تشریح وتفسیر یا تلخیص نہیں ہے۔ ابو عبید جوز جانی نے

Marfat.com

شیخ سے ارسطو کی کتابوں کی شرح وتفسیر کی درخواست کی تھی۔ مگر شیخ نے اس سے انکار کر دیا تھا اور بعد کے واقعات میں اس بات کی تصدیق بھی کر دی تھی کیونکہ فلسفہ کا یہ عظیم المرتبت شاہکار اس بے سروسامانی کے عالم میں مرتب ہوا کہ نہ شیخ کے پاس کوئی کتاب تھی اور نہ اسے یہ سوچنے کی فرصت تھی کہ ارسطو نے کیا کہا۔ اور اسکندر افرودیسی نے اس کی کس طرح تعبیر کی اور ثامسطیوس نے کس انداز سے توجیہہ کی۔

2) اور نہ یہ کتاب ارسطو کی کتابوں کی تنقید یا تردید ہے نہ اس کے نقادوں اور تبصرہ نگاروں پر محاکمہ ہے۔

3) بلکہ یہ اس کا مستقل نظام فکر ہے جیسا کہ شیخ کے اپنے الفاظ ہیں "مَیں اس میں ان چیزوں کو بیان کروں گا جو میرے نزدیک ان علوم میں سے صحیح ہیں"۔

اور شیخ کا یہ مستقل نظامِ فکر کسی کورانہ تقلید یا معاندانہ تردید کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے ذاتی غور وفکر کا حاصل ہے جسے اس نے عہدِ جوانی میں مرتب کیا اور جس کی تفصیل میں اس نے لکھا۔

"پھر ڈیڑھ سال تک مَیں نے کتابوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں شدید انہماک سے کام لیا اور مَیں نے منطق نیز فلسفہ کے دوسرے فنون کی کتابوں کو دہرایا اور اس اثنا میں نہ تو مَیں کبھی پوری رات سویا اور نہ کبھی دن میں پڑھنے کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہوا۔ میرے سامنے اوراق رکھے رہتے تھے پس میں جس دلیل کو مناسب سمجھتا، اس کے مقدمات کو ثابت کرتا اور انہیں اوراق میں ترتیب دیتا۔ پھر یہ دیکھتا ان میں سے کس سے نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے اور اس کے مقدمات کی شرائط کو ملحوظ رکھتا۔ یہاں تک کہ اس مسئلہ میں اصل حقیقت ہو جاتی۔ لیکن اگر کسی مسئلہ میں متردد ہو جاتا اور اس کے اندر حد اوسط مجھے نہ ملتی تو جامع مسجد چلا جاتا۔ وہاں نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کرتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مختلف مقامات کو میرے اوپر منکشف کر دیتا۔ (47)

Marfat.com

''الٰہیات'' مابعد الطبیعیات تو اس نے ارسطو کی ''مابعد الطبیعیات'' کو فارابی کے رسالہ ''اغراض مابعد الطبیعہ'' کی مدد سے ضرور سمجھا۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ اسلامی فلسفہ میں ''الٰہیات'' کا فن شیخ بوعلی سینا ہی نے داخل کیا۔ ورنہ اس سلسلہ میں لوگوں کا اعتماد ارسطو کی ''مابعد الطبیعہ'' پر تھا۔ اور ارسطو کی ''مابعد الطبیعیہ'' شیخ کی ''الٰہیات'' کے مقابلے میں صفر ہے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ نے ''الرد علی المنطقین'' میں لکھا ہے۔

''اور ابن سینا نے الٰہیات و نبوات اور معاد و شرائع کے بارے میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔ جن کے اندر اس کے پیشروؤں (یونانی فلاسفہ) نے کوئی کلام نہیں کیا تھا۔ اور نہ ان تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی تھی اور نہ ان کا علم وہاں تک پہنچا تھا۔ ابن سینا نے ان نئے مسائل کو مسلمانوں سے اخذ کیا تھا۔ اگرچہ اس نے یہ تعلیمات ان ملاحدہ سے حاصل کی تھیں جو اسلام کی طرف منسوب ہے، جیسے کہ فرقہ اسماعیلیہ۔ اس کے خاندان حاکم بامر اللہ فاطمی کے پیروؤں میں سے تھے اور انھوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ (48)

شیخ کی ان جدتوں کو گنوانے کے بعد جن میں وہ اپنے پیش روؤں کے مقابلہ میں منفرد ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ارسطو کی ''مابعد الطبیعہ'' سے اس کی الٰہیات کا موازنہ کرتے ہیں۔

''اور چونکہ ابن سینا نے مسلمانوں کے دین کے بارے، میں بہت کچھ معلومات حاصل کی تھیں اور ملاحدہ سے نیز اُن لوگوں سے جو اُن سے بہترین معتزلہ اور دافعتہ، بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ جو کچھ اس نے اپنی عقل کی مدد سے ان ملاحدہ وغیرہ سے سیکھا ہے اور جو کچھ اُس نے اپنے پیشروؤں (یونانی فلاسفہ) سے اخذ کیا ہے دونوں کو آپس میں تطبیق دے۔ پس اُس نے فلسفے میں ایسے مسائل کے اندر کلام کیا۔ جو اس کے

Marfat.com

پیشروؤں کے کلام سے نیز اس کلام سے جو اس نے افتراع کیا تھا، مرکب ہے۔ جیسے نبوّات اواسراریات و مقامات (عارفین کے ریاضت و مجاہدہ اور اُن کے کشف و کرامات وغیرہ) میں کلام۔ یہی نہیں بلکہ طبیعیات اور منطقیات میں بھی اس نے نئے مسائل اختراع کیے۔ نیز واجب الوجود اور اس جیسے دیگر مسائل میں بھی نئے انداز سے کلام کیا۔ ورنہ ارسطو اور اس کے متبعین کے یہاں نہ تو واجب الوجود کا ذکر ہے اور نہ اُن احکام کا جو واجب الوجود کیلئے ثابت کئے جاتے ہیں۔ فلاسفہ متقدمین تو صرف ''علت اولیٰ'' ہی کا ذکر کرتے تھے۔ (49)

بحر حال ''الشفاء'' شیخ کے ظاہری فلسفیانہ نظام کا مستند ماخذ ہے۔ ہوسکتا ہے (بلکہ واقعہ ہے) کہ اس کتاب میں بہت سی ارسطا طالیسی تعلیمات مذکور ہوں۔ مگر اس سے شیخ کی عبقریت یا کتاب کی عظمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی شیخ نے آزادانہ تحقیق کی تھی۔

اس کے بعد یہ تعلیمات ارسطو یا ارسطو کے جانشینوں کا ورثہ نہیں رہتیں بلکہ شیخ کے منظم فکری نظام کا جزو بن جاتی ہیں۔

شیخ کی دوسری اہمت تصنیف ''الحکمۃ المشر قیہ'' ہے 'الشفاء' اس نے ظاہر پرستوں کے لیے لکھی ہے مگر ''جو حقیقت اذہان'' کیلئے شیخ نے ایک باطنی فلسفہ مرتبہ کیا جسے اُس نے ''الحکمت المشر قیہ'' میں بیان کیا۔ اس کتاب کے بارے میں اس نے ''الشفاء'' کے مقدمہ میں لکھا تھا۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

بدقسمتی سے یہ کتاب آج ناپید ہے۔ غالباً اس کا آخری نسخہ ۵۴۹ھ میں جلا کر تباہ کر دیا گیا تھا۔ (50)

یہ کتاب اسپین تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ اندلسی فلسفی ابن طفیل (المتوفی ۵۸۶ھ) نے

Marfat.com

اپنے رسالہ ''حی بن یقظان'' میں اس اسرار کی وضاحت کرنے سے پہلے لکھا۔

''میں حکمتہ المشرقیہ کے اسرار کو جن کا شیخ ابوعلی ابن سینا نے ذکر کیا ہے جہاں تک میری مقدرت میں ہے۔تمہارے واسطے واضح طور پر بیان کروں گا'' (51)

اسی طرح ابن رشد بھی ''تہافت التہافت'' میں اس کتاب کا حوالہ دیتا ہے۔لیکن جس انداز میں ابن رشد نے (جو شیخ کا مشائی حریف ہے) اس کتاب کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہلِ مشرق (ایرانی و ہندی عرفا) کے فلسفہ پر مشتمل تھی۔

''لوگوں کا کہنا ہے شیخ ابن سینا نے اس کا نام ''فلسفہ المشرقیہ'' رکھا تھا کیونکہ یہ اہلِ مشرق کے فلسفہ پر مشتمل ہے''(52)

اس زمانے میں شہاب الدین مقتول سہروردی (۵۸۲ھ) نے ''المطارحات'' میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

''اور اسی لئے شیخ بوعلی سینا نے اوراق میں جنہیں انھوں نے اہلِ مشرق کی طرف منسوب کیا ہے اور جو منتشر اور نامکمل حالت میں پائے جاتے ہیں یہ دعویٰ کیا ہے۔(53)

مگر صدرائے شیرازی جنہوں نے ''حکمتہ الاشراق'' پر تشریحات لکھی تھیں شیخ الاشراق کی اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''میں کہتا ہوں کہ یہ ''اوراق'' ہمارے پاس موجود ہیں'' (54)

بحرحال یہ کتاب آج ناپید ہے۔

عہدِ حاضر میں اس کے دو تین مخطوطے بتائے گئے ہیں لیکن سب تحقیق کرنے پر غلط ثابت ہوئے۔

ایک مخطوطہ بوڈلیان لائبریری آکسفورڈ میں ہے۔اس کا عنوان ہے۔''جزء من

Marfat.com

طبیعیات من کتاب الفلسفۃ المشرقین'' محققین نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ''فلسفہ المشرقیہ'' تو نہیں ہے بلکہ یہ تو ''طبیعیات الشفا'' کا جزو ہے۔

دوسرا مخطوطہ کتب خانہ یاصوفیا استنبول میں (نمبر ۲۴۵۳/۱۱۱ الحکمۃ المشرقیہ) ہے، اسے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ''کتاب النجاۃ'' قسم کا کوئی رسالہ ہے۔

ایک تیسرا نسخہ ہے جس کا ایک مخطوطہ لندن اور برٹش میوزیم میں ہے اس پر کوئی عنوان نہیں ہے بلکہ یہ شیخ کے اُن رسائل کا مجموعہ ہے جن کا موضوع تصوف و عرفانیات ہے۔ اس سے پہلے چونکہ عام طور پر یہی خیال تھا کہ ''الحکمۃ المشرقیہ'' کا موضوع عرفانی فلسفہ و تصوف ہے۔ اس لئے میہرن (Mehren) نے انھیں شیخ کی گم گشتہ ''الحکمۃ المشرقیہ'' سمجھ لیا۔ اور چونکہ یہ رسائل نہ تو ارسطاطالیسی فلسفہ کی تلخیص ہیں اور نہ اس کی شرح و تفسیر، اس لیے ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ''حکمۃ المشرقیہ'' کا موضوع بھی ان رسائل سے مختلف ہوگا۔ اس غیر صحیح استدلال کے نتیجہ میں انھوں نے عربی میں اس کا عنوان ''رسائل فی اسرار الحکمۃ المشرقیہ'' رکھ دیا حالانکہ فرانسیسی ترجمہ کا عنوان (Treatise Mystique Avicenne) بعد میں علامہ اقبال نے میہران کی اس کو حکمت مشرقیہ سمجھ لیا اور اپنے مقالہ فضیلت ''فلسفہ عجم'' میں تحریر فرمایا۔

"His works called Eastern philosophy still exist in which the philosopher has expressed his views on the universal creation of the forces of love in nature". (55)

حالانکہ ''الحکمۃ المشرقیہ'' کو خاک سیاہ ہوئے ساڑھے آٹھ سو سال ہونے کو آرہے ہیں' البتہ اس کے اجزاء کا ایک مخطوطہ'' جو منطق پر مشتمل ہے، کتب خانہ حذیویہ (حکمت نمبر

Marfat.com

۶) میں ''کتاب المشرقین'' کے عنوان سے موجود ہے اور قاہرہ سے ''المنطق المشرقین'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے مگر پھر بھی اس کتاب کا اندازہ تین کتابوں سے ہو سکتا ہے۔

ل) ابن طفیل کے رسالہ ''حی بن یقظان'' سے جو ''الاشارات'' کے نویں اور دسویں باب کا غلط چربہ معلوم ہوتا ہے۔

ب) ''الاشارات والتنبیہات'' سے جو ''الشفا'' اور ''الحکمۃ المشرقیہ'' کا ملخص مخروج ہے اور

ج) ابن رشد کی ''تہافت التہافت'' سے (جو اس نے امام غزالی کی ''تہافت الفلاسفہ'' کے رد میں لکھی ہے۔ اس کے اندر ابن رشد نے اس کتاب کے میں بارے میں لکھا۔

''ارسطو نے مبدءِ اوّل کو بطریق حکمت ثابت کیا تھا۔ لیکن شیخ نے اس کی تقلید نہ کی۔ اس کے مقابلے میں دوسرا انداز استدلال پیش کیا۔ جس کے متعلق اس کا کہنا تھا وہ قدماء فلاسفہ کے مقابلے میں بہتر ہے۔' قدماء نے حرکت و زمان کے ذریعہ اس کا ثبوت دیا تھا لیکن اہلِ مشرق اجرام سماویہ کی الوہیت کے قائل تھے اور یہی شیخ کا مذہب تھا''۔

لیکن ''الحکمۃ المشرقیہ'' کا سب سے اہم حصہ وہ تھا جو عارفین ریاضت اور مجاہدہ کے ثمرات سے متعلق تھا۔ یہ امور ارسطو کی ''مابعد الطبیعیات'' میں تو بالکل نہیں ہیں۔ البتہ ان کے کچھ اشارے ''اثولوجیا'' میں پائے جاتے ہیں۔ جو متاخر نو افلاطونی حلقہ فکر کی تصنیف ہے۔ مگر جس تفصیل سے شیخ نے ان کی توضیح کی ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔

شیخ کی تیسری اہم تصنیف ''الاشارات التنبیہات'' ہے۔ حسب تصریح ابن ابی اصیبعہ کا کہنا ہے یہ حکمت میں شیخ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کی نشر و اشاعت میں وہ انتہائی

Marfat.com

احتیاط سے کام لیتا تھا۔(56)

اس نے کتاب کے آخر میں اسے نا اہلوں سے بچانے کی وصیت کی ہے۔

"اے بھائی ان "اشارات" میں میں نے تیرے لئے حقائق کے "زبدہ" (ماحصل) کو نکال کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا تو انھیں جاہلوں، مسرفوں اور ان بدبختوں سے بچا جنہیں فطانت نصیب نہیں ہوئی۔ نیز ان فلاسفہ سے جو ملحد ہیں۔(57)

اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں امام رازی نے لکھا ہے۔

یہ باب اس کتاب میں سب سے زیادہ اہم اور جلیل المرتبہ ہے کیونکہ شیخ نے اس کے اندر علوم صوفیاء کو ایسی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے جیسی نہ اس سے پہلے کسی نے سبقت کی اور نہ بعد میں کوئی اس معاملہ میں اس تک پہنچا۔

بہرحال یہ کتاب "الشفا" اور "الحکمۃ المشرقیہ" کا ملخص مخروج تھی۔ جیسا کہ بیکن نے لکھا ہے۔

"تیسری جلد (کتاب الاشارات) کو ابن سینا نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تصنیف کیا تھا۔ اس جلد میں اس نے پہلی دو جلدوں کے مباحث کی توضیح کی تھی اور فطرت اور فن کے بہت سے مجمل اور مبہم حقائق کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا"۔(58)

○

Marfat.com

باب:7

ابنِ سینا کے بنیادی خیالات

ابوعلی الحسنین ابن عبداللہ اسلامی فلسفہ اور قرون وسطیٰ کے عیسائی فلسفہ کی روایت میں تمام مسلم فلسفیوں سے زیادہ تاثر انگیز ہے۔

ابنِ سینا کی پیدائش ایک اسماعیلی گھرانے میں ہوئی اور اس کا باپ جو خود بھی باعلم شخص تھا، نے اپنے بیٹے کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ سیکھنے میں غیر معمولی قابلیت کا مظاہرہ کر کے ابنِ سینا نے بہت چھوٹی عمر میں اپنی تعلیم شروع کی۔ دس سال کی عمر میں پہنچنے تک وہ قرآن اور بہت سی عربی صرف ونحو حفظ کر چکا تھا۔ پھر اس نے محمود امساح سے منطق اور ریاضی جبکہ عبداللہ الناتلی سے طبیعیات مابعد الطبیعیات اور طب پڑھی۔

اپنے دور میں تمام علوم میں کمال حاصل کرنے والا ابنِ سینا اس وقت تک ارسطو کی مابعد الطبیعیات کو سمجھ نہ پایا جب تک کہ اس کتاب پر الفارابی کی تفسیر نہ پڑھی۔ اس تفسیر نے ابنِ سینا کی مشکلات کو دور کر دیا۔ اس وقت ابنِ سینا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ یہ اس کے علم کی عمق اور وسعت ہی تھی جس کیلئے بعد میں وہ شیخ الرئیس اور حجت الحق کے لقب سے نوازے گئے۔

ابنِ سینا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بے نظیر قوت ارتکاز فکر کا مالک تھا اور اس نے جنگ میں بادشاہ کے پیچھے پیچھے گھوڑے کی کمر پر بیٹھے ہی متعدد فلسفیانہ رسائل مرتب

Marfat.com

کئے۔ اتنے زیادہ عقلی اور روحانی بہت کم لوگ ہونگے۔ وہ بیک وقت ایک ریاست کا فلسفی اور طبیب تھا۔ اس نے طب کی سقراطی روایت کا تجزیاتی جائزہ لیتے ہوئے قرون وسطیٰ کے فلسفہ کی بنیاد رکھی۔ وہ علم طب کو کم گہرا علم خیال کرتا تھا۔ (59)

خدا کے مظہر کی تخلیق اور عقول اربعہ:

الفارابی کی طرح ابنِ سینا بھی یہ دلیل دیتا ہے کہ کائنات۔ ''ظہور'' کی پیداوار ہے۔ یا خذ وجود، یعنی خدا، عقل اول کا صدور کرتا ہے اور اس عقل اوّل سے ہی عقل ثانی کا صدور ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ چلتے چلتے دسویں عقل تک پہنچتا ہے۔ آخری ''عقل فعال'' ارضی مادے، مجسم صورتوں اور نفس انسانی کی پیداوار اس کی تشکیل کرتی ہے۔ بیشتر مسلمان فلسفی اسے جبریل علیہ السلام کی عینیت سمجھتے ہیں۔ مندرجہ بالا سلسلہ عقول کے ذریعہ ابنِ سینا نے یہ پیچیدہ فلسفیانہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ تکثیریت والی دنیا کا ظہور وحدت میں سے کیسے ہوا۔

مندرجہ بالا دلیل سے موجودات میں ایک تقسیم پیدا ہوتی ہے جو یوں ہے: واجب، ممکن اور ناممکن۔ ابنِ سینا کے خیال میں اس تصور کا موجودات کے درمیان ایک اور اہم فرق کیساتھ قریبی تعلق ہے۔ یعنی جوہر یا ماہیئت اور وجود کے درمیان فرق۔

معروضی کی الگ شناخت کے طور پر ''جوہر'' اور تمام فعالیت کی مشترک خصوصیت کے طور پر ''وجود'' کے درمیان اہم فرق کو قرون وسطیٰ کے بیشتر فلسفیوں، عیسائی اور مسلمان، نے اپنے فلسفے میں شامل کیا۔

''وجود کے فلسفی'' کا خطاب وصول کرنے والے ابنِ سینا نے جوہر پر وجود کو مقدم قرار دیا۔ ابنِ سینا کے نظریہ ہست کے مختلف پہلوؤں کے درمیان پیچیدہ تعلق داری کو یہ ظاہر کرنے کیلئے ترکیب دیا گیا ہے کہ واحد، واجب الوجود (خدا) سے دنیا ظاہر ہوئی، جو

Marfat.com

ایک طرف تو عارضی (کیونکہ اس کا وجود ظہور پر منحصر ہے) اور دوسری جانب واجب ہے کیونکہ اس کا ماخذ بھی واجب ہے۔

ابنِ سینا نے دلیل دی کہ جوہر صرف ایک مجرد وجود رکھتے ہیں کیونکہ وہ خارجی دنیا نہیں بلکہ صرف ذہن میں موجود ہیں۔ جب وجود میں جوہر مل جائے تو نتیجتاً ایک ''موجود ہست'' پیدا ہوتی ہے' اس کے بعد اتفاقی خواص کا شامل ہونا باقی رہ جاتا ہے۔ خواص اور صورتوں کا کل مجموعہ چیز کے خارجی مظہر ہیں۔

موجودات کے واجب، عارض اور ممکن موجودات میں تقسیم کرنے کے بعد ابنِ سینا انہیں ان کے جوہر اور اتفاقات کی بنیادوں پر درجہ بند کرتا ہے۔ ابنِ سینا نے جوہر کو بھی مادے پر اس کی انحصاریت کی حد کی بنیاد پر مزید تین درجوں میں تقسیم کیا، جو یوں ہیں:

1- عقل، جو مادے سے مکمل طور پر جدا ہے۔

2- نفس، جو جسم کے ساتھ اپنی علیحدگی کے باوجود اس کے ساتھ تفاعل ہے۔

3- جو مادہ ہے اور اپنی محرک کا اطاعت شعار ہے۔

عقل فاعل بطور ''صورت گر'' (وجود)

اپنی تکوینیات (Cosmology) میں ابن سینا وحدت اور کثرت کے درمیان وجود تواتر اور تکثیریت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''ایک میں سے صرف ایک ہی وجود میں آ سکتا ہے'' کے اصول کی خلاف ورزی کیے بغیر وحدت سے ظاہر ہونے والی کثرت کے وجود کی وضاحت کرنے کیلئے نو افلاطونی طریقہ کار میں رہتے ہوئے ملائک کے شفاعتی وظائف پر انحصار کرتا ہے۔

ابنِ سینا خدا میں سے مظہر کے عمل اور جسم افلاک کے درمیان ایک ربط و آہنگ پیدا کرتا ہے۔ عقل اوج کا تعلق رئیس الملائکہ سے ہے جو کہ انسان میں عقل دوم کو ظاہر کرتی ہے۔ جو فلک اول کی جسم و روح ہے۔ عقل دوم میں سے ظاہر ہونے والی تیسری عقل،

Marfat.com

بالترتیب دوسرے فلک کی رُوح اور جسم بناتی ہے' عقل ظاہر ہونے میں ایک اور روح جسم کو بنانے کیلئے استعمال ہونے والی پاکیزگی دسویں عقل یا عقل فاعل کے ظہور تک آتے آتے کم ہو جاتی ہے اور مزید کوئی فلک پیدا نہیں ہو پاتا۔ یہیں پر پیداوار اور بگاڑ کی مادی دنیا عقل فاعل کے اندر باقی ماندہ ممکنات وجود میں آتی ہیں۔

عقل فاعل کو طبعی دنیا اور عقول کی دنیا اور خدا کے درمیان وسیلے کے طور پر ''واجب الصورہ'' قرار دیا گیا ہے۔ کسی چیز کے معرض وجود میں آنے پر عقل فاعل ایک صورت (ممتاز کردار) مجسم کرتی ہے اور کسی چیز کے فنا ہو جانے پر صورت کو واپس لے لیتی یا اسے کسی اور صورت کے ساتھ بدل دیتی ہے۔

عقل فاعل کا دوسرا کام ذہنوں کو منور کرنا ہے۔ عقل فاعل کے ملکوتی ذہن میں صورتیں مادے میں ظاہر ہوتی ہیں اور ذہن انسانی عمل بصیرت کے ذریعہ صورت کا مادے سے علیحدہ ادراک کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ مادے اور صورت کا امتزاج کسی موجود شئے کی خارجی تجسیم کی صورت گری کرتا ہے۔

وحدت اور کثرت کے درمیان ملائکہ کا بطور وسیلہ استعمال کر کے ابنِ سینا نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے کہ کثرت وحدت میں سے کیسے باہر نکلی۔ یہ مقدس تکوینیات کیلئے بنیاد مہیا کرتی ہے' جس میں ابنِ سینا عالم اصغر کے سمجھنے کیلئے عالم اکبر کا مطالعہ کرنے کی دلیل دیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں حروف کا علم پیدا ہوتا ہے۔ جسے ''جفر'' کہتے ہیں۔ اس میں عربی حروف تہجی کے الفاظ تکوینیات کے قاعدوں سے مربوط ہیں۔ (60)

نفسیات اور نظریۂ علم:

نفسیات پر ابنِ سینا کے خیالات علمیات (نظریہ علم) پر خیالات کے ساتھ بلاواسطہ طور پر متعلق ہیں۔ ارسطو کی طرح وہ کہتا ہے کہ انسان تین استعدادیں رکھتا ہے۔ نباتاتی،

Marfat.com

حیوانی اور استدلالی۔ یہ استعدادیں باہم منسلک اور خارجی حالات پر منحصر ہیں۔ نباتاتی نفس کا معدنیات پر حیوانی نفس کا نباتاتی نفس پر اور استعدلالی نفس کا انحصار حیوانی نفس پر ہوتا ہے۔ چنانچہ نباتاتی نفس کی سب سے بالائی سطح اور حیوانی نفس کی سب سے نچلی سطح آپس میں قریبی عینیت رکھتی ہیں' ہر نفس اپنی استعدادوں کے علاوہ اپنے سے سابق نفس کی استعدادیں بھی رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر نباتاتی نفس میں تولید اور نشو ونما شامل ہے۔ حیوانی نفس قوت، خواہش، ہوس اور غصے کا مالک ہے' تاہم حیوانی نفس کی استعدادیں پانچ حواس ظاہر اور پانچ حواسِ باطنی کے دو درجوں میں تقسیم ہیں۔ پانچ حواس باطنی: تولید، تصور، جانچ، حافظہ اور یادآوری پر مشتمل ہیں جبکہ بصارت سماعت، لمس، ذائقہ اور سونگھنا پانچ ظاہری حواس ہیں۔

تخلیق کی سب سے پرشکوہ مثال، یعنی صرف وجود انسانی میں ہی استعدلالی نفس موجود ہے۔ استعدلالی نفس کے دو حصے ہیں، عملی اور نظری۔ عملی نفس منبع افعال ہے اور زندگی کے روز مرہ معاملات کے فیصلوں سے بالاتر۔ نظری استعداد جو صرف انسانوں میں ہے، چار سطحوں پر مشتمل ہے۔

یہ درجہ بندی، جو ابنِ سینا کے پیشروؤں مثلاً الکندی اور الفارابی کا تسلسل ہے، عقل کو عقل مخفی، عقلِ فی الحقیقت اور عقل مستعد (جس کے ذریعہ بصیرت حاصل ہوتی ہے) اور اکتسابی عقل (جس کے ذریعہ قابل فہم دنیا کا ادراک ہوتا ہے) میں تقسیم کرتی ہے۔

ابنِ سینا کی نفسیات اس کی وجوہات کے حوالے سے ہے۔ جس کے مطابق عقل خالص وجود میں سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ عمل نیچے تک آتے آتے جمود اختیار کر لیتا ہے۔ پینڈے یعنی معدنی سطح سے نفس جس قدر اوپر جاتا ہے، اتنا ہی خالص ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابنِ سینا کی نفسیات اس طریقہ کار کو وجوہات کے سیاق وسباق میں رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

Marfat.com

''کتاب الشفاء'' کے پہلے باب میں ابنِ سینا ہمیں ایک فرضی کہانی سناتا ہے جو اس کی وجوہات کے سنگِ بنیاد کا کام دیتی ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک شخص اس قدر محرومی میں پیدا ہوتا اور پرورش پاتا ہے کہ وہ کسی بھی شئے کو دیکھ، چھو، سونگھ یا سن نہیں سکتا۔ لہٰذا خارجی دنیا کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو صرف اپنی ذات کا علم ہے اور اس علم کی لاتوسطیت (Immediacy) ایسی ہے کہ اس شخص کو اپنے علاوہ کوئی اور شئے موجود ہونے کا قطعی یقین ہوتا ہے۔

آگے کی بحث میں بیان کردہ مختلف انسانی استعدادوں کی موجودگی ہمیں خارجی دنیا کا علم حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔ چونکہ حسیاتی ادراک سے صرف مادی وظائف کو جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے حیوانی اور نفس معرفت کے زیادہ مجرد معروضات کو جاننے کے قابل ہیں۔ (61)

عقیدۂ پیغمبری:

اسلام میں مظہر پیغمبری کی نوعیت مسلمان فقہاء، فلسفیوں اور ماہرِ دینیات میں طویل عرصہ تک موضوع بحث رہی ہے۔ ابنِ سینا پیغمبری کے تصور اور ہدف کو چارِ سطحوں میں تقسیم کرتا ہے۔ عقلی، تصوراتی، معجزاتی اور عملی۔ یونانی کلاسیکی روایت کی عقلی میراث پر تکیہ کرتے ہوئے ابنِ سینا دلیل دیتا ہے کہ کچھ شخصیات غیر معمولی طور پر مضبوط عارفانہ قوتوں کی مالک ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ اپنے متعلق ہی بہت سی دریافتیں کرتی ہیں۔ ایک نئی معرفت کی استعداد (جسے ابنِ سینا نے ہر وجود میں مستعد کی عینیت میں قرار دیا) اکتسابی عقل بن جاتی ہے' اس طرح پیغمبر بدستور انسان ہی رہتا ہے۔ اور ''انسانی پن'' مستعد عقل کا ایک اتفاق بن جاتا ہے جو شخصیت میں حصہ لیتا ہے۔

تخیل یا تصور کی غیر معمولی طور پر مضبوط استعداد کا مالک ہونا پیغمبر سے منسوب دوسری

Marfat.com

استعداد ہے جس کے ذریعے تصورات حقیقی زندگی میں منتقل ہوتے ہیں۔ یہ تصوراتی وظائف کی تجسیمیت ہے۔

مادی اقلیم پر حکمرانی کرنے کیلئے پیغمبر میں عمل کر کے دکھانے کی اہلیت بھی ہوتی ہے۔ صورت کو مستعد عقل کے ساتھ پیغمبر کی عینیت اسے طبعی دنیا پر بالکل وہی اختیارات استعمال کرنے کے قابل بناتی ہے جو انسانی ذات ''میں'' جسم پر استعمال کرتی ہے۔

سب سے آخر میں پیغمبر کا ریاست کار، قانون ساز اور ایک ایسے شخص کے طور پر عملی یا معاشرتی سیاسی کردار ہوتا ہے جو قانون (شریعہ) کو حقیقت بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ پیغمبر کی بصیرت اور اخلاقی وعقلی نظریات کی اخلاقیت میں ان تصورات کی قدر و اہمیت کی بہت بڑی شہادت ہے۔(62)

تصوف:

ابنِ سینا کی فکر کی صوفیانہ جہت نے اس کی ارسطوئی کتابوں کے مقابلہ میں کم توجہ حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ ابنِ سینا نے زندگی کے اواخر میں اپنے فلسفہ کو صوفیانہ رنگ دے دیا تھا۔ ایک رسالہ منطق المشرقین'' میں ابنِ سینا کہتا ہے کہ ارسطوئی تصنیفات کا ڈھیر روحانی اشرافیہ کیلئے ہے ('' تصوف رہا جسے اس نے ''اشرافیہ کی سائنس'' سے متعلق اس کی تصنیفات میں رسالہ فی العشق، حی بن یقظان اور رسالہ الطائر جیسی کتابیں شامل ہیں)۔ مندرجہ بالا کتابوں کے مطالعہ سے ابنِ سینا کی فلسفہ باطن، جو عرفانی مناظر کے علاوہ کچھ اور نہیں، کے بنیادی اجزاء منکشف ہوتے ہیں۔ اس قسم کے نظریہ کیلئے فلسفیانہ بنیاد ابنِ سینا کے وجودیاتی ڈھانچے میں پہلے سے موجود ہے۔ جس میں خدا واحد واجب الوجود ہے اور باقی تمام اس پر منحصر ہیں۔ طبعی دنیا، خدا کی قدر ہوتے ہوئے، نفس انسانی کی قید پیش کرتی ہے۔ جس میں قیام کیلئے اس کی تمنا نفس کو اپنے آقا کا متلاشی بناتی ہے۔ روحانی رہنما حق کی جستجو کرنے

Marfat.com

والے کو اندھیرے سے اجالے میں لاتا ہے۔

ابنِ سینا کی علامتی زبان ارسطوئی فلسفہ کی نفی نہیں بلکہ روحانی دنیا اور مقدس کائنات (جس میں روحانی ادراک وقوع پذیر ہوتا ہے) کی پیچیدگی بتانے کیلئے ایک علامتی انداز میں اس کی دوبارہ تشریح کرتی ہے۔

دراصل ایرانی تصوف کو ٹھوس بنیادیں ابنؒ سینا نے ہی فراہم کیں۔ اس کے بعد ایرانی ادبیات اور شاعری میں بھی فلسفہ تصوف بیان ہونے لگا۔

لیکن ابن سینا کو مکمل طور پر اسلامی تصوف کا بانی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ابنِ سینا کو بہت مقبولیت اپنے فلسفہ طب کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اس کے قانون فی الطب کی تیرہویں سے سولہویں صدی تک مغرب میں بھی بڑی قدر تھی۔ ایران میں آج تک اسی طریق سے علاج کیا جاتا ہے۔ اس کا اثر عیسوی علم کلام پر بہت اہم تھا۔ دانتے نے اسے بقراط اور جالینوس کی صف میں جگہ دی تھی اور اس کا قول ہے کہ ابنِ سینا طب میں جالینوس کا ہم پلہ اور فلسفے میں کہیں افضل ہے۔ مشرق میں وہ فلسفے کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ (63)

○

Marfat.com

باب:8

شیخ بوعلی سینا کی عبقریت

مستشرقین کا محبوب ترین مشغلہ مشرق بالخصوص اسلام اور اسلامی ثقافت پر تنقید رہا ہے۔ کیونکہ بقول گستاؤلی بان:

''بعض مغربی محققین کو اس خیال سے ہمیشہ شرم آتی ہے کہ وحشیانہ معاشرت سے یورپی عیسائیوں کے نکلنے کا باعث ایک کافر قوم (مسلمان) ہوئی۔ یہ خیال ان کیلئے بہت تکلیف دہ ہے کہ اس کا آسان طریقہ اس حقیقت سے مکر جانا اور صاف انکار کر دینا ہی ہے''

کیونکہ چند کے سواء زیادہ تر محققین یورپ کی اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ صرف یونانی فلسفے اور تہذیب کے اثرات سے ہوئی۔ جن کی بنیاد پر یورپی ثقافت کی فلک بوس عمارت قائم ہے' یونانی ذہانت ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔ چنانچہ لی بان دوسری جگہ لکھتا ہے۔

> ''اس موروثی تعصب کے ساتھ جو ہمیں اسلام کے خلاف ہے۔ اگر ہم تعصب کو بھی شریک کرلیں جسے ہماری بدبخت تعلیم نے سال ہا سال سے ہمارے ذہن نشین کر دیا ہے، کہ کُل علوم و آداب صرف یونان کے سرچشمے سے پھوٹے ہیں تو ہماری سمجھ میں آ جائے گا کہ

Marfat.com

تمدن یورپ کی تاریخ میں عربوں کے حصے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے جبکہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد صرف اور صرف مشرقی اور اسلامی مفکرین کے فکر کا نتیجہ ہے۔''

لیکن لی بان جیسے حق گو مؤرخوں کی سچائی کے باوجود مستشرقین کا انداز تحقیق آج بھی وہی ہے جو صلیبی جنگوں کے زمانہ میں تھا۔

نیز یہ کہ اسلامی مدارس یورپی یونیورسٹیوں کے پیشرو تھے اور انہی کے نمونے پر ظہور میں آئیں۔ جس نے یورپ کی ثقافت و مدنیت کو جنم دیا اور پروان چڑھایا، عربی فلسفہ کے متعلق اکثر مصنفین کی رائے تو یہی ہے کہ یہ متقدمین کی آراء و افکار کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں ہر طرح کی بے جوڑ چیزیں ملا دی گئی ہیں۔ ان لوگوں کی رائے میں ''عربی فلسفیہ'' کا کوئی مصداق ہی نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عربی بولنے والی اقوام کا کل کارنامہ اتنا ہی ہے کہ شام کے مسیحیوں اور حران کے وثنی شاطیہ طبقوں میں جو یونانی فلسفہ متداول تھا۔ انھوں نے اسے اپنا کر ایران و ہندوستان سے درآمد کیے ہوئے بعض فکری عناصر کو ملا دیا۔

''ان باتوں کے ساتھ یہ خیال بھی صحیح ہے کہ عرب فلاسفہ نے مفکرین قدیم کی آراء و افکار میں اضافہ کر کے انسانیت کو جو کچھ بخشا ہے وہ کچھ زیادہ قابلِ اعتنا بھی نہیں ہے''۔

حکمائے اسلام کی کاوشوں کے متعلق کم وبیش اسی قسم کے خیالات کا اظہار دوسرے مستشرقین نے کیا ہے۔

مشرق میں تو خیر فلسفہ اور بوعلی سینا دو مترادف لفظ ہیں۔ مغرب میں بھی ابن رشد کے متعارف ہونے سے پہلے ابنِ سینا ہی "Prince and Leader of Philosopy" سمجھا

Marfat.com

جاتا تھا اور اس کی کتاب القانون چھ سو سال تک علوم طبیہ کی کتاب مقدس کی حیثیت سے یورپی جامعات کے نصاب پر چھائی رہی۔

جبکہ بڑے بڑے یورپی علماء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ شیخ بو علی سینا سے بڑا سائنسدان، طبیب، فلسفی، ماہر فلکیات، کیمیا دان، منطقی، ریاضی دان، نفسیہ دان اور دیگر کئی نئے علوم کا ماہر ہمیں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ شیخ کی عبقریت کا انکار کرنے والے متعصب، حاسد اور کینہ پرور لوگ ہیں۔

جینیئس یا عبقریت کے اجزاء:

عبقریت ایک خداداد ملکہ ہے جس کا منطقی تعین مشکل ہے، تاہم ایسی اقوام و افراد کی عبقریت کی تشکیل میں جو عوامل نمایاں رہتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

سرعت تعلیم، خود آموزی، سکون نفس، ارتکاز فکر۔

سرعت تعلیم:

شیخ نے دس سال کی عمر میں قرآن حکیم اور عربی کی تکمیل اور بارہ سال کی عمر میں منطق، فلسفہ، طبیعیات اور ریاضی میں فراغت حاصل کی۔ اسی زمانہ میں اس نے طب میں کمال حاصل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں شاہی طبیب کے عہدہ پر مامور ہوا اور اکیس سال کی عمر میں صاحب تصنیف ہو گیا۔

ممکن ہے بعض دیگر فاضل لوگوں نے بھی اس کم عمری میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی ہو مگر انھیں قسمت نے باکمال اور شفیق اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنے کا موقعہ دیا ہو گا لیکن شیخ کو یہ موقع نہیں ملا اور اس نے تحصیل علم اور کمال کے مدارج اس سرعت سے طے کیے جو اس کی عظمت و عبقریت کی دلیل ہے۔

Marfat.com

ابتدائی تعلیم:

شیخ غالباً چھ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھایا گیا۔ کیونکہ جب وہ پانچ سال کا تھا تو اسکا دوسرا بھائی پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے والدین موضع افشنہ سے جہاں شیخ کے ننہال تھے، شہر بخارا میں منتقل ہو گئے اور یہیں شیخ کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ بیہقی نے صوان الحکمۃ میں لکھا ہے۔

چار سال میں اس نے قرآن حکیم ختم کر لیا۔ اس کے ساتھ اصول ادب سے بھی فی الجملہ آشنائی بہم پہنچائی اور بہت سی چیزیں حفظ کر لیں۔

بیہقی مزید لکھتے ہیں۔

جب شیخ کی عمر دس سال ہوئی تو اس نے اصول ادب کی بہت سی چیزیں حفظ کر لیں۔(64)

اس عمر میں اس نے عربی ادب میں اتنا درک بہم پہنچایا تھا کہ لوگ اس کی قابلیت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ ابن ابی اصیبعہ اس سے نقل کرتا ہے۔

جب میری دس سال کی عمر ہوئی تو میں نے قرآن مجید ختم کر لیا اور بہت کچھ ادب کی کتابیں ختم کر لیں اور اس میں اتنا ملکہ بہم پہنچا لیا کہ لوگ تعجب کرتے تھے۔(65)

اس کے بعد اس نے عربی ادب کا ادب کی حیثیت سے کبھی مطالعہ نہیں کیا مگر اس کو ادب میں اتنی دسترس حاصل تھی کہ عربی ادب کے علماء کے انداز نگارش کو وقت ضرورت اپنا سکتا تھا۔ قرآن حکیم اور عربی سے فراغت کے بعد اسے تین فن شروع کرائے گئے۔(66)

خود آموزی:

اوپر گزر چکا ہے کہ شیخ نے دس سال کی عمر میں قرآن حکیم ختم کیا اور اس زمانے میں اصول ادب سے آشنائی بہم پہنچائی او بہت سی چیزں حفظ کیں۔ اس کے سوانح حیات شاہد

Marfat.com

ہیں کہ اس کے بعد اس نے عربی ادب کسی استاد سے نہیں پڑھا اور بظاہر اسے فنون ادبیہ سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی مگر اس فن میں بھی اسے اتنا ملکہ تھا کہ بوقت ضرورت بہترین ادب کے انداز نگارش کو اپنا سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر علاؤالدولہ ابن کاکویہ کے دربار میں لغت کے کسی مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ شیخ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ ادیب ابو منصور الجبائی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا آپ صرف حکیم و فلسفی ہیں۔ لغت میں آپ کو مہارت نہیں ہے۔ جو اس باب میں آپ کا قول قابل قبول ہو۔ شیخ کو اس طعن سے بڑی تکلیف ہوئی اور وہ تین سال تک لغت کی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا اور خراسان سے ابوالمنصور الازہری کی ''تہذیب اللغۃ'' منگوائی۔ اس طرح اس نے اس فن میں اتنا ملکہ بہم پہنچایا کہ کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس نے تین قصیدے لکھے جس میں غرائب لغت کا استعمال کیا اور تین رسالے ترتیب دیے۔ ایک ابوالفضل بن العمید کے طرز میں، دوسرا صابی کے انداز پر اور تیسرا صاحب بن عباد کے اسلوب پر۔

ابو منصور نے اس کا مطالعہ کیا مگر اکثر مقامات مشکل نظر آئے۔ اس وقت شیخ نے کہا آپ کو جو مشکلات پیش آرہے ہیں وہ فلاں فلاں کتاب میں (جن سے شیخ نے وہ الفاظ حفظ کیے تھے) فلاں فلاں مقام پر مذکور ہیں۔ اس وقت ابو منصور سمجھ گیا کہ یہ خود شیخ کی انشاء پردازی کا نتیجہ ہیں اور اس نے شیخ پر جو طنز کیا تھا شیخ نے اسی کا بدلہ لیا ہے۔ اس پر ابو منصور نے شیخ سے اپنے اس منفی رویے پر معذرت کی۔ (67)

اس کے بعد شیخ نے لغت میں ایک بے نظیر کتاب ''لسان العرب'' کے نام سے تصنیف کی مگر افسوس ہے کہ اس کے صاف کرانے کی نوبت نہیں آئی۔ ابن القفطی لکھتا ہے۔

> ''پھر شیخ نے لغت کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ''لسان العرب'' رکھا۔ علم لغت میں ایسی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی تھی۔ مگر اسے صاف نہ کرسکا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا اور کتاب مسودہ

Marfat.com

ہی کی شکل میں رہ گئی۔ کوئی شخص اس کو مرتب نہ کر سکا"۔ (68)

یہ شیخ کی خود آموزی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ شیخ نے خود آموزی کے حوالے سے دنیا کے ناموروں میں اپنا نام پیدا کیا۔ یہ خداداد صلاحیتیں بہت کم لوگوں کو عطا ہوتی ہیں۔ (69)

سکون نفس، ارتکاز فکر

شیخ کی عبقریت میں سکون نفس کا انتہائی دخل تھا کیونکہ شیخ نے بہت سی تصانیف حالت سفر اور مخدوش ترین حالات میں تصنیف کیں۔ اس کا مطلب ہے کہ شیخ کو اس قدر سکون نفس حاصل تھا کہ کوئی بھی حادثات اور حالات اس کے سکون کو بے سکون نہ کر سکے۔ اس نے اگرچہ بہت ہی ہنگامہ خیز زندگی بسر کی لیکن سکون نفس کی بدولت وہ ہمیشہ پُر اعتماد رہا۔

اس ہنگامہ خیز زندگی میں شیخ کی تمام صلاحیتیں بیدار رہیں بلکہ بقول بیہقی اس دار و گیر میں اس کی صلاحیتیں مزید بیدار ہوئیں۔

شیخ کے ارتکاز فکر کا نتیجہ ہے کہ یورپ میں ان کو (POLYMATH) یعنی بہت سے علوم پر حاوی ہونا کہا جاتا ہے۔

ارتکاز فکر دراصل ایسا تخلیقی عمل ہے جو قوت فکر سے نئی جہتیں دریافت کرتا ہے۔ یہیں قوت ارتکاز شیخ ابن سینا میں وافر مقدار میں موجود تھیں جو کہ عبقریت کا خاص جزو ہے۔ (70)

حساب:

شیخ نے حساب (الحساب الهندی) ایک سبزی فروش محمود المساح سے سیکھا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ الجبر والمقابلہ اور مساحت کی بھی تعلیم پائی ہو مگر یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ "علم الحساب" کی تعلیم اس نے نہ تو محمود المساح سے حاصل کی اور نہ ابو عبد اللہ الناتلی سے (حالانکہ مؤخر الذکر سے اس نے اصول اقلیدس و المجسطی وغیرہ پڑھی تھیں) بلکہ جو کچھ حاصل کیا بعد میں ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا۔ ابن ابی اصیبعہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

شیخ کا کہنا ہے ''پھر الناتلی مجھے چھوڑ کر کانچ (جرجانیہ خوارزم) چلا گیا اور مَیں فصوص وشروح کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ مَیں نے منطق، طبیعیات اور ریاضیات کے فنون کو پختہ کر لیا''۔(71)

بہر حال علم الحساب کی تحصیل شیخ نے کسی استاد سے نہیں کی بلکہ صرف اپنی طبع وقار کی مدد سے اسے سیکھا، یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے ریاضیات کے ساتھ وہ اہتمام واعتنا نہیں کیا جو طبیعیات والٰہیات سے کیا۔ صرف طریق ریاضیات کو ایک مرتبہ سمجھ لیا، پھر چھوڑ دیا جیسا کہ بیہقی لکھتا ہے۔

''شیخ نے علم ریاضی کی تحقیق میں زیادہ کام نہیں کیا کیونکہ جس کسی کو معقولات کا چسکا لگ جاتا ہے اسے ریاضیات میں غور وفکر کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ایک مرتبہ ان مسائل کو سمجھ لے اور پھر چھوڑ دے''۔(72)

شیخ محقق اور سائنسدان تھے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تحقیق کی تگ وتاز سے یہ فن بھی نہیں بچا اور محض خداداد عبقریت کی مدد سے اس نے اس فن کے وہ حقائق و لطائف دریافت کیے جن تک عام لوگوں کو رسائی بھی نہ ہو سکتی تھی۔ ان حقائق ولطائف کو اس نے اپنے انسائیکلوپیڈیا کے جزو ''ریاضیات شفا'' میں بیان کیا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ جوزجانی سے روایت کرتے ہیں۔

''شیخ نے اصفہان میں الشفاء کو مکمل کیا اس کے ابواب ارثماطیقی میں وہ خواص اعداد بیان کیے جن سے پہلے لوگ ناواقف تھے''۔(73)

شیخ بوعلی سینا کا مروجہ علوم پر حاوی ہونا:

ریاضی:

فلسفہ میں عموماً اور اسماعیلی نظام میں خصوصاً ریاضی وہیئت پر زور دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

رسائل اخوان الصفاء میں سب سے پہلے انہیں علوم پر رسالے ہیں۔(74)

اس لیے شیخ کیلئے ان علوم کی تحصیل کا خاص انتظام کیا گیا۔ اس زمانہ میں بخارا میں ایک ماہر حساب تھا جس کا نام محمود المساح تھا۔ شیخ کو اس کے یہاں ریاضی و ہندسہ کی تحصیل کیلئے بھیجا گیا۔ بیہقی لکھتا ہے۔

اس کا باپ اسے ایک سبزی فروش کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ یہ سبزی فروش حساب الہندسہ (حساب الھند) اور جبر و مقابلہ جانتا تھا۔ اس کا نام محمود المساح بتایا جاتا ہے۔(75)

ہندسہ:

منطق کے بعد شیخ نے ابو عبداللہ الناتلی سے علم ہندسہ پڑھنا شروع کیا۔ پہلے ''اصول اقلیدس'' کی ابتداء ہوئی۔ اس کتاب میں تیرہ مقالے ہیں۔ کل کتاب میں ۴۶۸ شکلیں ہیں۔ مگر شیخ نے الناتلی سے صرف پانچ چھ شکلیں پڑھیں۔ باقی کتاب خود حل کی۔ ابن اصیبعہ اس سے نقل کرتا ہے۔

''اسی طرح میں نے ''اصول اقلیدس'' کی ابتدائی پانچ چھ شکلیں (الناتلی سے) پڑھیں۔ پھر باقی کتاب پوری کی پوری خود حل کی''۔(76)

غرض جو کچھ استاد سے حاصل کیا وہ بہت کم تھا لیکن بعد میں یہ کمال بہم پہنچایا (اور وہ بھی بغیر کسی خاص اہتمام کے) اس اہم کتاب کی اصلاح کی اور اسے از سر نو مرتب کیا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ان ماہرین ریاضیات کی فہرست میں جنھوں نے اصول اقلیدس کی اصلاح و نظر ثانی کی شیخ کا نام بھی لیا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ ابو عبید جوزجانی سے روایت کرتا ہے کہ ''اس نے اقلیدس میں بھی تقریباً دس شکلوں کا اضافہ کیا تھا''۔(77)

ظاہر ہے اقلیدس جو اڑھائی ہزار سال سے اپنے موضوع پر مسلم کتاب سمجھی جاتی تھی اس کی ترتیب یا استدلال کے بارے میں وہی لوگ کلام کر سکتے تھے جنہیں قدرت نے اس

Marfat.com

فن میں غیر معمولی صلاحیت عطا کی ہو۔

اصول اقلیدس سے فارغ ہونے کے بعد جب متوسطات کی نوبت آئی تو الناتلی نے شیخ سے کہہ دیا کہ انہیں خود حل کرو۔ اگر کوئی دقت ہو تو مجھ سے پوچھ لو۔ شیخ کہتا ہے کہ اس بہانے الناتلی مجھ کو پڑھانے کی بجائے مجھ سے پڑھتا تھا۔ بیہقی نے تتمہ صوان الحکمۃ سے شیخ سے نقل کیا ہے۔

> ''پھر جب ریاضیات میں میرا سبق معطیات (DATA) تک پہنچا تو ناتلی نے مجھ سے کہا کہ ان شکلوں کو خود اپنی طبیعت سے نکالو۔ پھر میرے پاس لاؤ۔ وہ اس بہانے مجھ سے استفادہ کرتا تھا''۔ (78)

''معطیات'' (Data) تو خیر اصول اقلیدس کے نتیجہ کے طور پر ہے مگر ''مخروطات'' (Conic Section) کی اشکال اپنی جگہ مسلم ہیں۔ یونانیوں میں اس فن پر ابلونیوس نے ایک کتاب لکھی تھی مگر موضوع اور فہم و تفہیم کی صعوبت کی وجہ سے نہ لکھنے والے ہی اسے صحیح نقل کر سکتے تھے۔ نہ اساتذہ و تلامذ میں اس کے پڑھنے پڑھانے کا رواج تھا۔ جیسا کہ بنو موسیٰ نے ''کتاب المخروطات'' کے پیش لفظ میں لکھا ہے۔(79)

خود شیخ کے قریبی زمانے میں بھی اس فن کو مشکل سمجھا جاتا تھا۔

مگر دس گیارہ سال کا یہ عبقری جس نے استاد سے اقلیدس بھی برائے نام ہی پڑھی تھی مگر بغیر استاد کی مدد کے اسی مخروطات کو سمجھ رہا تھا۔ یہی نہیں خود استاد کو بھی اس کے غوامض پڑھا رہا تھا۔

1۔ فلسفہ:

شیخ کے والد اور بھائی اسماعیلی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر رسائل اخوان الصفا کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ ان کے ایما سے شیخ نے بھی (جس کی عمر ہنوز دس سال

Marfat.com

تھی) ان رسائل کا مطالعہ شروع کیا۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کے خاندان کے مذہبی رجحان کے بارے میں لکھا ہے۔

> اور ابن سینا نے الٰہیات والنبوات اور معاد وشرائع کے بارے میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔ اگرچہ اس نے یہ تعلیمات ان ملاحدہ سے اخذ کی تھیں جو اسلام کی طرف منسوب ہیں جیسے فرقہ اسماعیلیہ اس کے گھر والے، ان کے داعی اور حاکم بامر اللہ فاطمی کے پیروؤں میں تھے۔

اسی طرح بیہقی لکھتا ہے:

> شیخ کا باپ رسائل اخوان الصفاء کا مطالعہ کیا کرتا تھا اور شیخ بھی کبھی کبھی اس میں غور وفکر کرتا تھا۔

لیکن یہاں بھی اس نے اپنی انفرادیت اور آزادی رائے کو نہیں چھوڑا۔ باپ بھائی نے ہر چند اسے اس اسماعیلیت کی کورانہ تقلید کی دعوت دی۔ مگر اس نے اس میں سے اسی قدر قبول کیا جتنا ضروری سمجھا، باقی کو قبول نہیں کیا۔ ابن ابی اصیبعہ نے اس سے نقل کیا ہے۔

> ''میرا باپ اُن لوگوں میں سے تھا جنھوں نے مصری خلفاء کی دعوت کو قبول کیا اور اسماعیلی فرقے میں محسوب ہوتا تھا۔ اسماعیلی جس طور پر نفس وعقل کے قائل ہیں اور ان امور کا جو تصور رکھتے ہیں۔ میرے باپ نے بھی ان سے ایسا ہی سنا تھا اور میرے بھائی نے بھی۔ وہ اکثر آپس میں اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ مَیں بھی سنا کرتا تھا۔ مگر مَیں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور نہ میرا دل ان کی گفتگو کو قبول کرتا تھا۔ انھوں نے مجھے بھی اس مذہب کی دعوت دی۔ ان کی زبان پر اکثر فلسفہ اور حساب الہند کا تذکرہ رہتا تھا۔''

اس طرح شیخ نے اس میدان میں بھی شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور شیخ نے فلسفہ کو نئی بنیادیں فراہم کیں جو کہ عین فطری اصولوں کے مطابق تھیں۔(80)

Marfat.com

فقہ:

اسی زمانے میں علم فقہ افضل العلوم سمجھا جاتا تھا۔ سامانی دربار میں اس کی بڑی قدر تھی۔ امور سلطنت میں فقہا ہی سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مقدسی جس نے اس زمانے میں بخارا کی سیر و سیاحت کی تھی سامانی حکمرانوں کی سیرت کے بارے میں لکھتا ہے۔

> ''بخارا کے حکمرانوں کا طریقہ ہے کہ وہ علماء سے زمین بوسی نہیں کرواتے اور بخارا میں جو شخص سب سے زیادہ فقہ جاننے والا ہوتا ہے، اسے منتخب کر کے اعلیٰ مرتبہ دیتے ہیں، اس کی رائے پر چلتے ہیں۔ اس کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اور اس کی سفارش پر لوگوں کو ملازمتیں دیتے ہیں۔(81)

ایسے ماحول میں شیخ بوعلی سینا جیسا فاضل فقہ کی تعلیم کی طرف سے کس طرح غافل رہ سکتا تھا۔ اس زمانے میں بخارا میں ایک بڑے فقیہہ تھے۔ جن کا نام ابن ابی اصیبعہ نے شیخ اسمٰعیل الزاہد نقل کیا ہے اور جسے صاحب الجواہر المفیۂ نے مشہور معتزلی فقیہہ و متکلم اسمٰعیل بن علی بن الحسین بن محمد بن الحسن زنجویہ الرازی قرار دیا ہے۔ (مگر یہ ذرا مشکوک ہے کیونکہ صاحب الجواہر المفیۂ نے ان کا سال وفات ۴۴۵ھ بتایا ہے۔ جبکہ بقول انکے (صاحب جواہر المفیۂ کے) ان کی عمر ۷۴ سال تھی۔ اس حساب سے انکا سال ولادت ۳۷۱ھ قرار پاتا ہے۔ بالفاظ دیگر شیخ سے ایک چھوٹے تھے۔ شیخ نے دس سال کی عمر سے اسمٰعیلی زاہد کے یہاں جانا شروع کیا۔ گویا شاگرد کی عمر اس وقت دس سال تھی اور استاد کی نو سال جو کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے۔ پھر شیخ اکیس سال کی عمر تک بخارا ہی میں رہا اور وہ معتزلی فقیہہ و متکلم اسمٰعیل بن علی بن الحسین بن محمد بن الحسن زنجویہ شہر رے میں رہتے تھے۔ یہ بات کہ ان کا

Marfat.com

سال وفات ۴۴۵ھ یوں اور بھی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ انکے بھتیجے یحییٰ بن طاہر بن علی بن الحسین کا جو سمعانی (صاحب کتاب الانساب) کے شیوخ میں سے تھے، سال ولادت ۴۶۳ھ ہے۔ شیخ نے اسی زمانہ سے ان کے یہاں جانا شروع کیا اور ان سے فقہ او خلافیات وجدلیات کی تعلیم حاصل کی۔ بیہقی لکھتے ہیں۔

"شیخ بوعلی سینا اسمٰعیلی الزاہد کے پاس فقہ پڑھنے جایا کرتا تھا۔ اور وہاں خلافیات کے مسائل حاصل کرتا تھا۔ نیز مناظرہ کیا کرتا تھا"۔

بیہقی نے اسمٰعیل زاہد کے یہاں جانے کا واقعہ ابوعبداللہ الناتلی کے بخارا آنے کے بعد تحریر کیا۔ جس سے شک ہوسکتا ہے کہ اس نے فقہ کی تعلیم اس کے بعد شروع کی تھی مگر ابن ابی اصیبعہ نے اسے صاف کر دیا ہے اور بالتصریح شیخ سے روایت کی ہے کہ اس نے الناتلی کے بخارا آنے سے پہلے ہی سے اسمٰعیل زاہد کے یہاں جانا شروع کر دیا تھا۔

بقول خود شیخ الناتلی کے بخارا آنے سے پہلے مَیں فقہ کی تحصیل میں مصروف تھا اور اس فن کیلئے اسمٰعیل الزاہد کے یہاں جایا کرتا تھا اور مَیں اس فن کے ممتاز متعلمین میں سے تھا۔ مَیں نے مطالبہ پر اعتراض کرنے کے طریقے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کی عادت تھی سیکھ لیے تھے"۔

شیخ کی عبقریت کی تشکیل میں اگر کسی چیز نے حصہ لیا ہے تو وہ اسمٰعیل الزاہد کا تلمذ تھا جس نے بغیر منطق و معقولات پڑھے ہوئے اسے منطقی و معقولی بنا دیا۔ اس فقہ خوانی سے شیخ کو تفقہ فی الدین تو حاصل نہیں ہوا مگر شیخ اسمٰعیل الزاہد کے یہاں اس نے جدلیات و مناظرہ میں جو مہارت حاصل کی اس نے اس میں غیر معمولی سرعت کے ساتھ علوم کلیہ کو اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ اور آخر کار اسے Prince and Leader of Philosophers بنا دیا۔ یوں بھی شیخ خود کو حکیم و فلسفی کے بجائے ایک فقیہی ہی کی حیثیت سے پیش کرتا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ جب بخارا سے بھاگ کر جرجانیہ پہنچا تو فقہاء کے لباس میں ملبوس تھا۔

''شیخ بوعلی سینا کو بخارا سے نکلنے اور کرکانج (جرجانیہ خوارزم) منتقل ہونے کی ضرورت دامنگیر ہوئی اور جب وہ وہاں پہنچا تو طیلسان کے لباس میں تھا۔ جو فقہا کا لباس تھا۔(82)

اعلیٰ تعلیم:

اسی زمانہ میں جب شیخ کی عمر دس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ مشہور اسماعیلی داعی ابوعبد اللہ الناتلی بخارا آیا۔ شیخ کے باپ نے کچھ تو ہم مذہب ہونے کے رشتہ سے اور کچھ بیٹے کی تعلیم کی خاطر اسے اپنے ہی گھر مہمان رکھا۔

شیخ نے اس سے پہلے ایساغوجی شروع کی مگر جلد ہی اس کو اس فن میں الناتلی کی بے مائیگی کا اندازہ ہو گیا۔ ایساغوجی کے بعد منطق کی اور کتابیں پڑھیں مگر جو کچھ استاد سے ملا، ظواہر منطق تک محدود تھا۔ وقائق فن کی (الناتلی کو) ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

منطق کے بعد ہندسہ شروع کیا۔ پہلے اصول اقلیدس پڑھی، مگر صرف پانچ چھ شکلوں کے بعد اس کا درس ختم کر دیا اور خود سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اصولِ اقلیدس کے بعد متوسطات میں سے ''معطیات'' اور ''مخروطات'' کی نوبت آتی ہے۔ مگر شیخ کو استاد سے ان کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ الناتلی نے کہہ دیا کہ انہیں خود حل کرو، جو سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو۔

ہندسہ کے ہیئت کی باری آئی اور المجسطی شروع ہوئی۔ استاد نے مقالہ اولیٰ میں سے صرف مقدمات اور کچھ اشکال ہندسہ پڑھائیں، بقایا کتاب خود شیخ نے حل کی۔

تکمیل:

منطق و ریاضی کے بعد طبیعیات و الٰہیات کی نوبت آنے والی تھی کہ جماعتی مصالح کے پیش نظر الناتلی کو بخارا چھوڑ کر جرجانیہ جانا پڑا اور شیخ نے بغیر استاد کی مدد کے محض

Marfat.com

شروح وخصوص کی مدد سے طبعیات والٰہیات کا مطالعہ شروع کیا اور ذاتی کاوش کا نتیجہ تھا کہ ان علوم کے بہت سے اسرار ولطائف اس پر منکشف ہو گئے۔

خود شیخ کہتے ہیں ''پھر الناتلی مجھے چھوڑ کر کانج (جرجانیہ) چلا گیا اور مَیں طبعیات و الٰہیات کی کتابوں کی خصوص وشروح کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا اور علم کے دروازے مجھ پر کھلنے لگے''۔(83)

اسی زمانے میں طب کا شوق ہوا اور صرف کتابوں کی مدد سے قلیل ترین مدت میں یہ مرتبہ بہم پہنچایا کہ فضلاء طب اس کی نوعمری کے باوجود اس سے کسب علم کرنے لگے۔ ابن ابی اصیبعہ اس سے نقل کرتا ہے۔

''پھر مجھے علم طب کا شوق ہوا اور مَیں نے اس فن کی کتابوں کو پڑھنا شروع کیا اور تھوڑے ہی دن میں اس سے کمال حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ فضلاء طب مجھ سے آ کر طب پڑھنے لگے۔''

اس وقت شیخ کی عمر سولہ سال تھی اور وہ ابھی تک شیخ اسمٰعیل زاہد کے یہاں فقہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔

''اس کے ساتھ ساتھ مَیں فقیہہ اسمٰعیل زاہد کے یہاں فقہ پڑھنے جایا کرتا تھا۔''(84)

احکام واتقان:

تکمیل طب کے وقت شیخ کی عمر بقول ابن القفطی وابن ابی اصیبعہ سولہ سال تھی مگر بیہقی بارہ سال بتاتا ہے کیونکہ وہ فوراً اس کے بعد لکھتا ہے۔

''جب اس کی ولادت کو بارہ سال گزر گئے (وہ بارہ سال کا ہو گیا) تو وہ علوم کے مطالعہ پر متوجہ ہوا اور انھیں دہرایا۔''

بہر حال اس بارہ یا سولہ سال کی عمر میں تکمیل کے بعد شیخ نے جو کچھ اب تک تقلیدی

Marfat.com

طور پر پڑھا تھا۔ اس پر مجتہدانہ نگاہ ڈالنا شروع کی اور اس فرض سے تمام علوم فلسفہ کو دہرایا۔ اس میں ڈیڑھ سال لگا اور اس طرح اس نے فلسفہ و معقولات میں کمال بہم پہنچایا۔

"پھر ڈیڑھ دو سال تک مَیں نے کتابوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں شدید انہاک سے کام لیا اور مَیں نے منطق نیز فلسفہ کے دوسرے فنون کی کتابوں کو دہرایا۔ یہاں تک کہ مَیں نے منطق، طبعیات اور ریاضیات کو پختہ کرلیا"۔

ان علوم سے فراغت کے بعد الٰہیات و مابعد الطبیعیات کی طرف متوجہ ہوا۔ اس میں اسے دشواری ہوئی۔ مگر آخر کار فارابی کی کتاب "فی اغراض کتاب مابعد الطبیعیہ" کی مدد سے مابعد الطبیعیات ارسطو کو بھی حل کر ڈالا۔ اس طرح ساڑھے سترہ (یا بقول بیہقی ساڑھے تیرہ) سال کی عمر میں تجربہ حاصل کرلیا۔ اس کے بعد اس کو پڑھنے کی نوبت نہیں آئی اور نہ علمیت میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے:

> "یہاں تک کہ تمام علوم میرے ذہن میں مستحکم ہوگئے اور جہاں تک انسانی طاقت ہے مَیں ان سے واقف ہوگیا اور جو کچھ مَیں نے اس وقت سیکھا وہی ہے جو اس وقت جانتا ہوں۔ آج کے دن تک اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا"۔

علم ہیئت (Astronomy):

مسلمانوں میں نجوم و ہیئت کی باقاعدہ ابتدا دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور سے ہوئی۔ اس کے دربار میں نوبخت کے علاوہ محمد ابراہیم الفزاری اور یعقوب بن طارق جیسے مشہور ہیئت دان موجود تھے۔

البیرونی ہندوستان کے علوم سے علم ہیئت کا ایک نسخہ لے کر منصور کے دربار میں حاضر ہوا۔ منصور کے حکم سے محمد بن ابراہیم الفزاری اور یعقوب بن طارق نے اسے عربی زبان

Marfat.com

میں منتقل کیا۔

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا، اس نے بھی نجوم ہیئت کی سرپرستی جاری رکھی۔ اس کا درباری منجم بتوفیل بن توما الرہادی تھا۔

مہدی کے بعد ہارون خلیفہ ہوا، ہارون کا عہد برامکہ کی علمی سرپرستیوں کے لیے مشہور ہے۔ ہارون کی علمی سرپرستی سے سلما حرانی اور ابوسلمان نے بطلیموس کی کتاب المجسطی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اسی کے عہد میں اسلام کی پہلی درسگاہ شہر جندی ساپور کے مدرسہ میں قائم ہوئی۔ اس رسدگاہ کا انچارج احمد الہناوندی تھا جس نے فلکی مشاہدات کو قلمبند کیا۔

محمد بن ابراہیم الفزاری نے المجسطی کی تلخیص کی اس کی مدد سے ہیئتی نظام کی بنیاد قائم ہوئی۔

خلیفہ المتوکل کے دربار کے مشہور ہیئت دان جش الحاسب، الکندی اور بنو موسیٰ تھے۔ الکندی دنیا کے بارہ بہترین ہیئت دانوں میں سے ایک تھے۔ اس نے ریاضی و ہیئت پر سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ اس کی کتابیں جو اصول اقلیدس اور المجسطی کی شرح کے ساتھ پڑھائی جاتی تھیں۔ اس کی ایک نجی رسدگاہ بھی تھی جہاں وہ اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ اس عرصہ میں علم ہیئت پر مسلمان فلکیات دانوں نے بہت زیادہ کام کیا۔

شیخ بوعلی سینا کا نام اگرچہ طب اور فلسفہ طب کے حوالے سے بہت بڑا نام ہے۔ اس کی کتاب الشفاء کے جز وہیئت میں بوعلی سینا نے اختلاف منظر کے حوالے سے زبردست اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس نے ہیئت کی مزید دس شکلوں کا اضافہ کیا اور اس فن میں ایسی ایسی شکلیں متعارف کروائیں جن کا اس سے پہلے کسی کو خیال بھی نہیں تھا۔

علاؤالدولہ کی سرپرستی میں اس نے اپنے شاگرد ابوعبید جوزجانی کے ساتھ مل کر ایک رسدگاہ بھی قائم کی۔ اس رسدگاہ کے ذریعے اس نے بہت سے نئے فلکی انکشافات کیے، اس نے طول البلد دریافت کرنے کا بھی ایک طریقہ دریافت کیا۔

Marfat.com

خود شیخ کا بیان ہے کہ متوسطات کے بعد المجسطی پڑھانے کا وقت آیا تو الناتلی نے پہلے مقالہ میں صرف مقدمات پڑھائے۔

جب اشکال ہندسہ کی نوبت آئی تو دو چار شکلیں پڑھا کر کہہ دیا کہ باقی حل کرو۔ شیخ کہتا ہے کہ الناتلی مجھے المجسطی پڑھانے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ مَیں نے خود کتاب کو حل کیا۔ اس میں بہت سی ایسی شکلیں تھیں کہ جب تک مَیں نے الناتلی کو انھیں نہیں سمجھایا، اسے معلوم بھی نہ تھیں۔

یہ کُل سرمایہ تھا جو شیخ نے علم ہیئت میں حاصل کیا۔ اس کے بعد جوانی میں اس پر ایک معمولی نظر ڈال کر چھوڑ دیا۔ مگر اس سرسری نظر ہی سے یہ کمال حاصل کیا کہ ریاضیات شفاء کے اندر فن ہیئت میں بڑی مفید اشکال کا اضافہ کیا۔ ابن ابی اصیبعہ اس سے نقل کرتا ہے۔

> المجسطی میں اس نے ''اختلاف منظر'' (Parallay) کی بحث میں دس شکلوں کا اضافہ کیا، نیز علم ہیئت میں ایسی چیزیں بڑھائیں جو اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا''۔(85)

یہاں یہ کہنا ہے کہ جس شخص کی تعلیم محض المجسطی کے مقالہ اوّل کی چند اشکال تک محدود ہو اس کے علاوہ جو کچھ اس نے حاصل کیا محض اپنی طبع رسائی کی مدد سے حاص کیا ہو۔ نیز جسے عملی ہیئت اور رصد بندی کے تجربے کے مواقع ملے ہوں اسے جب رصد بندی کا کام سونپا جاتا ہے تو اس کو بھی احسن وخوبی انجام دیتا ہے۔ بیہقی لکھتے ہیں:

> ''ایک دن علاؤ الدین کاکویہ کے دربار میں اس خلل اور فرق کا ذکر تھا، جو مروجہ تقدیموں میں (جو قدیم صدر بندیوں کی بنیاد پر مرتب کی گئی تھیں) پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے علاؤ الدین نے شیخ کو ستاروں کی از سر نو رصد بندی کا حکم دیا اور جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو اس کے

Marfat.com

خرچ کرنے کی اجازت دی۔ شیخ نے رصد بندی کا کام شروع کیا۔

فقیہہ ابوعبید اس کام کا منتظم تھا۔ وہ آلات فراہم کرتا اور منجموں کو ملازم رکھتا۔ یہاں تک کہ علم ہیئت کے بہت سے مسائل حل ہو گئے۔

علم ہیئت میں شیخ کی عظمت و دستگاہِ عالی کا یہ کتنا بڑا ثبوت ہے کہ البیرونی جو بجا طور پر ''اسلامی ہیئت کا بطلیموس'' کہلانے کا مستحق ہے اس عداوت کے باوجود جو اس کو شیخ سے تھی قانون مسعودی میں اس کے (شیخ کے) بعض اصول ہیئت کا ذکر کیا۔ طول بلد معلوم کرنے کے جو طریقے ہیں ان میں ایک طریقہ کسوف کے ذریعہ معلوم کرنے کا ہے۔ البیرونی لکھتا ہے کہ اسی طریقہ سے شیخ نے شہر جرجان کے طول بلد کی تصحیح کی تھی۔

''بوعلی سینا نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اسی طریقہ سے شہر جرجان کا طول بلد دریافت کا تھا''۔ (86)

یہ اس کا ثبوت ہے کہ علم الہئیت کے اس فن میں بھی شیخ یکتا تھا۔

ابوعبید جوز جانی کا دعویٰ ہے کہ استاد بوعلی سینا نے بطلیموس گلوب میں بہت تبدیلیاں کی تھیں اور اس کی غلطیوں کو دور کیا تھا۔

شیخ نے سائنٹفک طریق سے قرآنی علم ہیئت کو شاندار طریقے سے بیان کیا تھا۔(87)

شیخ بوعلی سینا کی کتاب الانصاف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہیت کے متعلق اس کی یہ کتاب بیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ مقالہ فی کیفیت الرسد، مقالہ فی آلات الرصدیہ، مقالہ فی ہیئت الارض، مقالہ فی اجرام السماویہ، مقالہ فی قیام الارض فی الوسط، مقالہ فی خواص خط الاستواء، کے علاوہ شیخ سے یہ بھی منسوب ہے کہ انہوں نے بغداد اور جرجان کے عرض بلد میں فرق معلوم کیا۔

شیخ کی یہ تمام کتابیں یورپ میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔

Marfat.com

طبعیات، حرارت، حرکت، بصارت، روشنی اور رفتار

ابن سینا پہلا سائنس دان ہے جس نے ہوا کے درجہ حرارت کو ماپنے کے تجربات کیے۔(88)

1253ء میں ایک لاطینی مسودے میں اس کا انکشاف کیا گیا ہے۔اس کو ابن سینا کے نظریہ حرارت کا نام دیا گیا ہے۔

ابن سینا کی کتاب الارض وسماء Heaven and Earth میں بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو حرکت دینے سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔(89)

ابن سینا نے اپنی میکاتیات میں حرکت کا نظریہ متعارف کروایا ہے اس نے حرکت (Motion) کا یہ نظریہ جھکاؤ، قوت اور جمود کے درمیان ہونے والے عمل سے متعلق ہے۔
اس عمل سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حرکت اس میلان یا جھکاؤ، سے جمود میں منتقل ہو کر، جمود میں حرکت پیدا کرتی ہے، ورنہ جمود اور حرکت میں کوئی تعلق نہیں ہے۔(90)
جمود پر جب تک بیرونی طاقت استعمال نہ ہو وہ حرکت میں نہیں آئے گا۔خارجی یا بیرونی طاقت ہوا بھی ہو سکتی ہے اور یہ حرکت میں رکاوٹ بھی پیدا کر سکتی ہے۔ابن سینا کا نظریہ حرکت جمود، قوت اور جھکاؤ پر مشتمل ہے۔بالکل یہی نظریہ نیوٹن کے پہلے قانون میں ہے۔

ابن سینا نے اپنے نظریہ حرکت میں مزید وسعت پیدا کرتے ہوئے، جھکاؤ یا میلان، وزن، وقت، ولاسٹی کو بھی شامل کیا ہے۔

دراصل یہی نیوٹن کا دوسرا قانون حرکت ہے۔

ابن سینا نے یہ نظریہ اپنی مومنیٹم تھیوری سے اخذ کیا ہے بعد میں اس نظریہ کو ''جان بردان'' نے اپنے نظریہ قوت رفتار میں سمو دیا تھا۔

طبعیات کے حوالے سے ابن سینا کا دوسرا بڑا کام روشنی اور آنکھ کی بصارت پر ہے۔

Marfat.com

ابن سینا پہلا سائنس دان ہے جس نے انسانی آنکھ کے پٹھوں کو بالکل صحیح بیان کیا اس نے آنکھ کے پردے پر موتیا پیدا ہونے کی وجوہات کا ذکر بھی بہت تفصیل سے کیا ہے۔ اس کے علاوہ انعطاف نظر پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔

ابن سینا نے اپنے تجربات اور مشاہدے سے دریافت کیا تھا کہ روشنی کی رفتار کی بھی ایک حد ہے۔

آنکھ کی بصارت کے بارے میں اس نے بہت ہی تفصیل سے کام کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ جب روشنی کسی خاص چمکدار چیز سے ٹکرا کر آ رہی ہو تو آنکھ کی بصارت محدود ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اس نے " قوس قزح" کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ ایک مظہر فطرت ہے اور قوس قزح پانی کے فضا میں معلق قطروں سے انعکاس سے بنتی ہے۔

کارل بنجمن بوئیر نے ابن سینا کے نظریہ قوس قزح پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

ابن سینا کے مشاہدے کے مطابق قوس قزح گھنے بادلوں میں نہیں بنتی بلکہ فضا میں نمی اور سورج کی شعاعوں کے انعکاس سے بنتی ہے۔

روشنی میں کیونکہ تمام رنگوں کو منعکس کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لیے روشنی فضا میں نمی سے منعکس ہو کر قوس کی شکل اختیار کرتی ہے۔ جبکہ سورج بھی اپنی شکل ایسے ہی رکھتا ہے۔

ابن سینا نے توانائی (Energy)، گرمی (Heat)، طاقت (Force)، وقت (Time)، حرکت (Motion)، کے مابین فعلیات کے تعلق کو سائنسی انداز میں دریافت کیا۔ (91)

مومینٹم تھیوری

کلاسیکل مکینکس میں مومینٹم یا مومنٹا ایک ایسی وزن کی اکائی ہے جس کا تعلق کمیت اور حرکت سے ہے۔

Marfat.com

بنیادی طور پر قدیم رومنوں نے نظریہ مومینٹم کو متعارف کروایا تھا۔اس کی مثال انہوں نے پانی میں تیرتی ہوئی مچھلی کی دی تھی کہ جب ایک مچھلی پانی میں تیرتی ہے تو اپنی دم کو حرکت دے کر آگے بڑھتی ہے۔ یہ ایک غیر سمتی مقدار ہے۔

قدیم دور سے ہی اس نظریہ پر تجربات ہوتے رہے ہیں۔ ابن سینا نے اس نظریہ کو مزید شفاف بنایا۔اس نظریہ پر رینی ڈیکارٹ اور نیوٹن نے بھی تجربات کیے اور نیوٹن نے اپنے قانون حرکت بھی اسی نظریے سے اخذ کیے۔

گلیلیو نے اس کو اپنے نظریے دونئ سائنسون کے حوالے سے اطالوی زبان میں IMPTO کے نام سے تجربات کیے۔

مومینٹم کی جدید تعریف کچھ یوں ہے۔

کسی بھی جسم کی کمیت اور ولاسٹی کے حاصل ضرب کو مومینٹم کہتے ہیں۔ یہ ایک سکیلر یا غیر سمتی مقدار ہے۔اس کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

$$P = mv$$

ابن سینا نے اپنا نظریہ مومینٹم زیادہ واضع اور صحیح طور پر بیان کیا تھا۔جس پر مزید تحقیق کر کے اس کو مکینکس میں بنیادی اہمیت حاصل ہوئی۔(92)

الکیمیا (Chemistry):

کیمیا کے حوالے سے بھی شیخ کا کام قابل تحسین ہے۔شیخ بوعلی سینا نے عمل کشیدہ کو بہت ہی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس عمل کشید سے جڑی بوٹیوں کے عرق اور مختلف اقسام کے تیلوں کے جواہر نکالنے کا طریق احسن طور پر ایجاد کیا تھا۔

بطور کیمسٹ ابن سینا نے الکندی کے بعد تک کے کیمیادی مرکبات کو غلط قرار دیا تھا۔

Marfat.com

وہ پہلا کیمسٹ تھا جس نے رائج الکیمیا پر رد لکھا تھا۔

الکیمیا کے حوالے سے اس کا شاندار کام لاطینی زبان میں چار جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

الکیمیا میں شیخ نے عناصر میں ماہیتی تبدیلی پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اگر چہ پہلے کیمیا دان بھی عناصر کی ماہیتی تبدیلی پر یقین رکھتے تھے لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ عناصر کے ملاپ میں ماہیتی یا کیمیاوی تبدیلی کیسے پیدا ہوتی ہے۔

لیکن شیخ کا الکیمیا پر شاندار کام ماقبل کے الکیمیا طریق پر رد ہے۔

بعد میں اس سے کیمیا دانوں نے بہت فائدہ اٹھایا خاص کر یورپی کیمیا دان ونسٹ آف بواویز نے الکیمیا پر رد کے حوالے سے شیخ کو عظیم کیمیا دان قرار دیا ہے۔(93)

منطق:

ابن سینا نے اسلامی فلسفہ کے حوالے سے منطق میں شاندار کام کیا ہے اور اس کو استخرائی طریق کا نام دیا۔ اس نے منطق میں انفرادی نظام کو متعارف کروایا اس لیے اس کے منطقی نظام کو اسی کے نام سے سینائی منطق کا نام دیا گیا۔

ابن سینا کا منطق ارسطائی منطق سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہے۔ سینائی منطق دراصل خالص بارہویں صدی عیسوی کے ارسطائی منطق سے اس لیے مختلف ہے کہ ابن سینا نے اپنے منطق کی بنیادیں اسلامی نظام پر استوار کی تھیں۔

اسلامی دنیا میں ابن سینا کے منطق کو اسلامی منطق کا نام دیا گیا۔ جب ابن سینا کے اسلامی منطق کے تراجم یورپی زبانوں میں ہوئے تو اس کے منطق نے یورپی منطق پر خاص اثرات مرتب کئے۔

ابن سینا کے منطق کے سب سے پہلے لاطینی زبان میں تراجم کیے گئے اور اس کو

Marfat.com

انفرادیت اور افادیت کے لحاظ سے بے مثال قرار دیا گیا۔

اگر چہ ابن سینا کا منطق مذہبی علامتوں سے مزین ہے اور یہ منطق ارسطو کے منطق کی روایات سے بالکل جدا ہے۔

ارسطو کے منطق پر سب سے پہلے ابن سینا نے ہی تنقید لکھی تھی۔

خود شیخ کا بیان ہے کہ میں نے منطق کی کتاب ایساغوجی اپنے استاد ابوعبداللہ الناتلی سے پڑھی لیکن جب میں نے خود اس کو سمجھا اور اس کے مفہوم کو استاد پر ظاہر کیا تو وہ بہت حیران ہوا کہ اس سے پہلے اس مسئلہ پر کبھی اتنی جامع تشریح نہ کی تھی۔

میں نے اس مسئلہ میں اس حد تک تحقیق کر لی تھی کہ سب کو میری تحقیق سے تعجب ہوا۔ میں نے استاد الناتلی سے ظاہری طور پر منطق کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن استاد اس فن کے اسرار سے خود واقف نہ تھے۔

ابن ابی اصیبعہ اور بیہقی فرماتے ہیں کہ شیخ نہایت ہی ذہین تھے اس لیے ان میں تخلیقی قوت بہت زیادہ تھی وہ منطق کے اسرار اور حقائق کو خود پر وارد کر لیتے تھے اس لیے شیخ کا منطق نہایت مدلل اور جامع تھا۔

شیخ نے منطق میں پہلے ''ایساغوجی'' شروع کی۔ جسے ظاہر میں تو استاد ابوعبداللہ الناتلی سے پڑھتا تھا مگر درحقیقت خود اسے پڑھاتا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی سبق میں جینیس (Genius) کی تعریف میں میں نے ایسی تقریر کی کہ استاد دنگ رہ گیا۔ شیخ کہتا ہے کہ الناتلی جو مسائل بیان کرتا تھا میں اسے اس سے بہتر طور پر سمجھ لیتا تھا۔

> ''جب مجھ سے جنس کی یہ حد بیان کی گئی کہ جنس وہ ہے جو بہت سی مختلف النوع چیزوں کیلئے 'ماھو' کے جواب میں بولی جاتی ہے تو میں نے اس حد کی اتنی تحقیق کی کہ اب تک نہیں سنی گئی تھی اور لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور میرے والد کو علم کے بغیر میرے اس شغل سے

Marfat.com

خوف پیدا ہوا۔ (ناتلی) جو مسئلہ بھی مجھ سے بیان کرتا تھا مَیں اس سے بہتر اس کی وضاحت کر دیتا تھا''۔ (94)

اس تعلیم کا نتیجہ ظاہر تھا۔ شیخ کو استاد سے منطق میں اس کے ظاہری الفاظ ہی پلے پڑے کیونکہ حقائق منطق کی الناتلی کو ہوا بھی نہیں لگتی تھی۔ شیخ آگے چل کر لکھتا ہے ''مَیں نے الناتلی سے ظواہر منطق کی تعلیم حاصل کی۔ رہے اس فن کے اسرار و حقائق تو خود الناتلی کو ان کی خبر نہ تھی''۔

یہ کل کائنات تھی جو شیخ نے استاد سے منطق میں حاصل کی۔ باقی جو کچھ سیکھا اپنی طبع رسائیس کی مدد سے سیکھا، وُہ خود کہتا ہے۔

''پھر مَیں نے ان کتابوں کو خود پڑھنا شروع کیا۔ مَیں ان کی شروح کا مطالعہ کر لیتا تھا۔ اس طرح مَیں نے منطق پر عبور حاصل کیا۔'' (95)

اسی خود آموزی کے نتیجے میں اس نے منطق کو وہ منظّم شکل دی جو آج قائم ہے۔

الٰہیات (Theology):

ابن سینا وہ پہلا مفکر ہے جس نے فلسفے اور مذہب میں مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسی فلسفے کے حوالے سے اس نے خدا کی موجودگی کو ثابت کیا۔ اس نے سائنسی طور پر بھی یہ ثابت کیا کہ خدا اس کائنات کا خالق ہے، اس کے لیے اس نے منطقی دلائل کو پیش کیا عقلی اور فکری لحاظ سے بھی خدا کی موجودگی کو ثابت کیا۔

ابن سینا نے اسلامی الٰہیات پر بہت کچھ لکھا۔ اس کا سب کام یورپی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

Marfat.com

ابن سینا نے اپنی الٰہیات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انبیاءؑ بھی فلسفہ کے ماہر تھے۔ اس لیے قرآن نے بھی اپنے پیغام کو فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

ابن سینا نے قران مجید کی سورتوں پر بھی تشریحات لکھیں اور یہ ثابت کیا کہ قرآن خدا واحد کا کلام ہے۔ ابن سینا نے پیغمبروں کو فلسفیوں سے برتر فہم کے حامل بتایا ہے۔

اس خود آموزی میں سب سے زیادہ دقت شیخ کو فلسفہ الٰہیات کی تحصیل میں ہوئی تھی کیونکہ اس موضوع (مابعد الطبیعیات ارسطو) پر نہ کوئی شرح تھی نہ خلاصہ۔ ابن الندیم جس نے اپنی کتاب شیخ کے اس وقت سے کوئی آٹھ سال قبل تصنیف کی تھی۔ ارسطو کی تصانیف کے تراجم اور شروح کا مفصل گوشوارہ دیا ہے مگر مابعد الطبیعیات کے سلسلے میں اس نے صرف دو شارحین کا ذکر کیا۔ اسکندر فردویسی اور ثامسطیوس اور ایک تیسرے شارح سوریانوس کا بھی نام لیا ہے۔ مگر غالباً ان کی شروح کے تراجم زیادہ مشہور نہیں ہوئے۔

اس کا نتیجہ تھا کہ مابعد الطبیعیات کا مطالعہ کرنے والے شدید غلط فہمیوں میں مبتلا تھے جیسا کہ فارابی لکھتا ہے۔

"اسی وجہ سے ہم اس کتاب کے اکثر پڑھنے والوں کو مبتلائے حیرت میں ڈوبا پاتے"۔(96)

اس سے بڑی دقت اس کے سمجھنے میں یہ تھی کہ اس کا کوئی خلاصہ یا تعارف موجود نہ تھا۔ چنانچہ ابن الندیم نے مابعد الطبیعیات کے جوامع مختصرات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ (۳۷۸ھ) تک یا تو کسی نے ان کو تیار ہی نہیں کیا تھا یا اگر کیا، تو وہ مشہور نہیں ہوا۔ اور "مابعد الطبیعۃ ارسطو" کے عسیر الفہم ہونے کی سب سے بڑی وجہ ایسے تعارفی مختصرات و جوامع کا فقدان ہے چنانچہ ریورنڈ جان۔ ایچ میکموہن جس نے ۱۸۵۷ء میں مابعد الطبیعۂ ارسطو کا انگریزی میں دوسری مرتبہ ترجمہ کیا تھا۔ کہتا ہے کہ ابن سینا سے زیادہ جامع تشریح اس سلسلہ میں کسی اور نے نہیں کی۔(97)

Marfat.com

شیخ کی عظمت:

شبیر احمد خان غوری اپنی کتاب ''اسلامی منطق وفلسفہ'' میں رقمطراز ہیں کہ یورپی فلسفہ کے عہد جدید سے بیشتر عام فعال، بالخصوص مشرق میں یہی تھا کہ فلسفی صرف چار ہوئے ہیں۔ دو یونان میں افلاطون اور ارسطو اور دو اسلام میں فارابی اور بوعلی سینا، چنانچہ بیہقی نے تتمہ صوان الحکمہ میں یہی لکھا ہے۔(98)

اسی لئے جب امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فلسفہ کا رد کرنا چاہا تو ارسطو کے ترجمانوں میں سے صرف فارابی اور ابن سینا ہی کو قابل اعتماد پایا ہے۔ تہافت الفلاسفہ میں لکھتے ہیں:

> ''فلاسفہ اسلام میں ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ اور تحقیق کے اندر سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ابونصر فارابی اور بوعلی سینا ہیں' اس لیے ہم فلسفہ کے ابطال کیلئے صرف انھیں پر بحث کریں گے۔ جنھیں ان دونوں نے اختیار کیا ہے اور جنھیں ان دونوں نے اپنی گمراہی کے رؤساء کے مذہب میں سے صحیح سمجھا ہے''۔

فارابی بہت بڑا فلسفی تھا۔ بقول قاضی صاعد اندلسی؛ فیلسوف المسلمین بالحقیقۃ'' کا مصداق لیکن وہ ارسطو کا شارح تھا جیسا کہ خود کہا کرتا تھا۔

> فارابی کہا کرتا تھا کہ مَیں نے ارسطو کی کتاب ''سماع طبعی'' کو چالیس مرتبہ پڑھا لیکن میرا خیال ہے ابھی مجھے اس کتاب کو پڑھنے کی ضرورت ہے''۔(99)

اس کے برعکس بوعلی سینا ایک مستقل نظام فکر کا بانی ہے جو آج تک ''اسلامی فلسفہ کے نام سے دنیائے اسلام کے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ شیخ کی ''الشفاء'' تصنیف ہوئے ایک ہزار سال ہو رہا ہے اور اس ہزار سال میں اسلامی فکر نے بہت سے فلاسفہ پیدا کیے مگر

Marfat.com

ان کیلئے اس کے سوااور کوئی چارہ نہ تھا کہ فلسفہ کے جو خدوخال شیخ نے متعین کردیے تھے، ان پر رنگ وروغن کرتے رہیں۔

چنانچہ وہ فلسفی یا تو الشفاء واشارات کی شرح وتلخیص کرتے رہے جیسے ابوعبداللہ التجیانی شمس الدین خسروشاہی، امام رازی، محقق طوسی، نجم الدین اللبودی، قطب الدین شیرازی، مرزاجان، علامہ خوانساری، فاضل خیرآبادی وغیرہ۔

یااس کے فکری نظام پر مستقل کتابیں لکھتے رہے۔ جیسے سراج الدین ارموی (صاحب مطالع الانوار) کاتبی قزوینی (صاحب حکمۃ العین) اثیرالدین الاسری (صاحب ہدیہۃ الحکمہ) ملامحمود جونپوری (صاحب شمس بازغہ)

یا پھر ان متنوں کے شروح وحواشی لکھتے رہے، جیسے قطب الدین شیرازی، میسرک بخاری، پبندی، صدرالدین شیرازی اور ہمارے زمانے میں مولانا عبدالحق خیرآبادی۔

اسلام کی ثروت فکر نے شیخ کے بعد اور بھی عبقری پیدا کیے۔ جن کی فکر کی بلندی اور جدت وزارت کی آج بھی دنیا معترف ہے۔ جیسے ابوالبرکات بغدادی (صاحب کتاب المعتبر) نجم الدین نخوای، شہاب الدین مقتول سہروردی (صاحب حکمۃ اشراق) مشرق میں ابن باجہ، ابن طفیل اور ابن رشد مغرب میں۔ مگر اپنی عبقرت وانفرادیت کے باوجود مقبولیت عامہ انھیں حاصل نہ ہوسکی۔

کیونکہ قبول عام وبقائے دوام کا شرف ازل سے ابن سینا کے لیے مقدر کیا تھا۔

اس حیثیت سے اگر بوعلی سینا کوارسطو کا مثل کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ارسطو کے بعد بھی یونان میں مشاہیر وفلاسفہ پیدا ہوئے۔

ثاوفرسطس (Theophrastus) اسکندر فرودیسی (Alexander of Ahpradisees) ثامسطیوس (Themistius) اور خود اسلام فکر میں ابونصر فرابی مگر ان داناؤں نے باوجود ان میں ہر فرد اپنے دور کا مفکر اعظم تھا۔ اپنی صلاحیتوں کو معلم اول (ارسطو) کی تعلیمات کی توضیح

Marfat.com

وتبیین ہی تک محدود رکھا۔ اور جن لوگوں نے ارسطو کی فکری شاہراہ سے ہٹ کر نئی شاہراہیں اختیار کیں جیسے زینو رواقی (Zeno, the stoie) کریسفوس (Chrysippus) ابیقورس (Epeurus) کارینا ڈیز (Carneade) فلاطینوس (Pletenus) ایا لتمیں (Jamlaious) وغیرہ ان کی عظمت فکر کے باوجود ان کے فکری نظاموں کو دیرپائی نصیب نہ ہوسکی۔ لہٰذا یہ کہنا حقیقت سے بعید نہ ہوگا کہ آج تک دنیا نے دو دیرپا فلسفی پیدا کیے ہیں۔ ایک ارسطو اور دوسرا بوعلی سینا۔

بہرحال مشرق میں اسلامی فلسفہ کا ممثل اعظم شیخ بوعلی سینا کو سمجھا جاتا ہے۔ برٹرنیڈ رسل لکھتا ہے۔

Two Mohammadan Philospher, are of persia and of spain, demand special notice. They Avicenna and Averrees: of these the former is famous among the Mohammadans.

''دو فلاسفر ایک ایران کا اور دوسرا اسپین کا خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ ان کے نام ابن سینا اور ابن رشد ہیں۔ ان میں سے پہلا مسلمانوں میں خاص طور پر مشہور ہے''۔(100)

شیخ کی تصانیف کی مقبولیت:

شیخ کی تصانیف خاص طور پر کتاب ''الشفاء'' کو حکمت کا شاہکار عظیم شمار کیا جاتا ہے۔ عرصہ تک یہ کتاب مشرقی ممالک (ہندوستان و ایران) میں فلسفہ کے اعلیٰ نصاب میں داخل رہی اور اکثر علماء فضلا نے اس کے ساتھ درس و تدریس کی۔

حاجی خلیفہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انیجانی نے اس کی شرح لکھی۔ ''الشفاء'' کے دوسرے

Marfat.com

شراح میں حاجی خلیفہ الحارثی السرخسی اور محمد بن علی بن ابی نصر الاسفرائنی کے نام مشہور ہیں۔ متاخرین میں غیاث الدین منصور صدرائے شیرازی اور آقا حسین کے حواشی مشہور ہیں۔ متقدمین میں شمس الدین خسرو شاہی نے الشفاء کا اختصار لکھا اور اس کا نام ''مختصر کتاب الشفاء الرئیس ابن سینا'' کے عنوان سے کیا۔ ہندوستان میں مولانا فضل امام خیر آبادی نے الشفاء کی تلخیص کی، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے زین العابدین علوی عاملی کی ''مفتاح الشفاء'' کا بھی ذکر کیا۔(101)

اسی طرح شیخ کی ''الاشارات والتنبیہات'' کے ساتھ بھی غیر معمولی اعتناء کیا گیا۔ اور یہ کتاب آج بھی فلسفہ کے اعلیٰ نصاب میں شامل ہے۔ اکثر فضلا نے اس پر شروح لکھیں جن میں امام رازی، محقق طوسی، سراج الدین ارموی، رفیع الدین جیلی اور عز الدولہ سعد ابن منصور کی شرحیں زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں سے امام رازی، محقق طوسی کی شروح نے خاص شہرت حاصل کی۔ امام رازی کی شرح گویا ''الاشارات والتنبیہات'' کا لطیف رد ہے۔ محقق طوسی نے ان ردوں کا اپنی شروح میں جواب دیا۔ اس قسم کا جواب سیف الدین نے ''کتاب الماخذ علی فخر الدین بن خطیب الرے فی شرح الاشارات'' کے عنوان سے لکھا کیونکہ امام رازی اور محقق طوسی دو مختلف مناہج فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے دونوں کے درمیان قطب الدین شیرازی نے محاکمہ لکھا۔ دوسرا محاکمہ شیخ بدر الدین محمد بن اسعد الیمانی نے لکھا، نجم الدین اللبوری نے ''مختصر کتاب الاشارات والتنبیہات'' کے عنوان سے اس کی تلخیص کی۔

شیخ کی اور کتابوں کے ساتھ بھی تدریس کے ساتھ بڑا اعتناء کیا گیا۔ لیکن جو اعتناء اس کی ''القانون فی الطب'' کے ساتھ کیا گیا۔ کم کتابوں کے ساتھ کیا گیا ہوگا۔ مشرق میں تو قانون طب کا نام ہے اور طب قانون کا اگرچہ ان ممالک میں شروح وحواشی لکھنے کا بہت دستور ہے مگر کم کتابوں کے اتنے شروح وحواشی لکھے گئے ہوں گے جتنے القانون کے۔

Marfat.com

غالباً سب سے پہلے امین الدولہ ابن التلمیذ (المتوفی ۵۶۰ھ) نے ''الحواشی علی کتاب القانون ابن سینا'' کے عنوان سے قانون پر حاشیہ لکھا۔ بعد میں ابو جعفر ابن البذوخ (المتوفی ۵۷۵ھ) نے حواشی لکھے۔ چھٹی صدی کے آخر میں امام رازی نے اور ان کے بعد ان کے شاگرد قطب الدین ابراہیم ابن علی محمد السلمی (المعروف بالقب المصری) نے کلیات قانون کی شرحیں لکھیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جن لوگوں نے القانون پر کام کیا ان میں شرف الدین رجی (المتوی ۶۶۷ھ) اور ان کے والد رفیع الدین رجی ابن اجمع نے ''التصریح المکنون فی تنقیح القانون'' کے عنوان سے قانون پر تنقیدی شرح لکھی۔ شام میں کمال الدین حمصی کمال الدین ابن یونس اور ابن التف نے کلیات قانون کی شرحیں لکھیں، موفق عبد اللطیف بغدادی نے امام رازی کی شرح کلیات قانون کا رد لکھا۔ اور ابن الجمیع کے ''حواشی علی القانون'' کا رد کیا۔ اسی طرح نجم الدین ابن المنفاح (المتوفی ۶۵۲ھ) نے کلیات قانون کے متعلق مقامات کو ''المہملات من الکلیات'' کے عنوان سے مدون کیا۔ اس کا جواب موفق الدین سامری نے ''حل شکوک ابن منفاخ علی الکلیات'' کے نام سے لکھا۔ موفق الدین نے امام رازی اور قطب مصری کی شروح کلیات قانون کی مدد سے نیز ان پر جو رد و قدح ہوئی تھی، کو سامنے رکھ کر کلیات قانون کی شرح لکھی۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے اس صدی کے شراح قانون میں ابو الفضائل افضل الدین محمد بن نامور الخونجی کا نام بھی لیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے آخر میں علاؤ الدین علی بن نفیس القرشی نے کلیات قانون کی شرح لکھی۔ اس زمانے میں قطب الدین مسعود شیرازی نے قانون کی شرح لکھی۔ اس لیے زین العرب المصری نے ۷۵۱ھ میں اس کی تکمیل کر کے پھر اس کا خلاصہ مرتب کیا۔ اس زمانے میں میں سرور الدین کا ذرونی اور محمد بن محمود نے قانون کی شرحیں لکھیں۔ مقدم الذکر کی شرح کا نام توضیحات القانون'' ہے۔ آخر قرن ہشتم میں محمد بن عبداللہ الاقسرائی نے شرح لکھی۔ غیر معروف شارحیں میں حاجی خلیفہ نے علی بن کمال الدین استر آبادی، سعد اللہ، ابن العالہ اور

Marfat.com

یعقوب قلاون کیلئے شرح لکھی تھی۔ بعد کے لوگوں میں فخر الدین خجندی کی شرح مشہور ہے۔

قانون ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس لیے بہت سے اطباء نے اسے مختصر کیا۔ سب سے پہلے شیخ کے شاگرد شرف الزمان الایلاتی (المتوفی ۴۶۰ھ) نے اسے مختصر کیا۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے اس اختصار کا نام ''الفصول الایلاقیہ'' بتایا ہے۔

بعد میں رفیع الدین اور نجم الدین البوری نے کلیات قانون کو مختصر کیا۔ حاجی خلیفہ نے تین مختصر نویسوں کے نام لکھے ہیں۔ فخر الدین مجندی، شیخ داؤد الطاکی اور ابوسعید اسرائیلی السامری العسقلانی۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے ایک اور اختصار ''مختصر القانون'' کا ذکر کیا۔ جسے ابوعلی محمد بن یوسف بن شرف الدین نے لکھا تھا۔ (ممکن ہے یہ شرف الزمان الایلاتی ہی ہو) کسی طبیب نے قانون کو مختصر کر کے ''مکنون'' نام رکھا تھا۔ فخر الدین خجندی نے اس مکنون کو مزید مختصر کیا اور اس کا نام ''تنقیح فلق المکنون'' رکھا۔ شیخ داؤد انطاکی نے قانون کے اختصار کے علاوہ اسے نظم بھی کیا۔

ہندوستان میں بھی القانون کیساتھ اعتنا میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ یہاں بھی اس کتاب کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ ان میں سے شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کی شرح قانون ہے جس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رامپور میں بتایا جاتا ہے۔ حواشی قانون میں حکیم محمد شریف خان کا حاشیہ مشہور ہے۔ حکیم اسحاق بن اسمٰعیل دہلوی نے حمیات قانون کی شرح ''غایۃ الفہوم فی تدبیر المحموم'' کے نام سے لکھی۔ حمیات کی دوسری شرح حکیم محمد شریف خاں نے فارسی میں لکھی۔ حکیم مفر الدین خالص پوری نے معالجات قانون پر حاشیہ لکھا۔ موجز پر جن لوگوں نے شرحیں لکھیں ان میں معتمد المملوک حکیم علوی خاں اور حکیم شفائی خاں (جن کی شرح الفوائد الشفائیہ کے نام سے موسوم ہے) زیادہ مشہور ہیں۔ قانونچہ کی بھی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے ہیں۔ (از شیخ محمد مومن جرائری) مغری القلوب (از حکیم محمد اکبر بزبان فارسی) اور شرح قانونچہ از سید عبد الفتاح بن عبداللہ لاہوری زیادہ مشہور ہیں۔ نفس پر بھی

Marfat.com

متعدد اطباء نے حواشی لکھے مثلاً حکیم محمد شریف خاں، اسد علی بن وجہ اللہ، حکیم رفیع الدین امروہوی (اوراق الرفی) مولوی انوار علی لکھنوی (انوار الحواشی) مولوی عبد الحلیم انصاری فرنگی محلی وغیرہ۔

واضح کرنا صرف یہ ہے کہ مشرق میں طب، قانون اور شیخ مترادف لفظ ہیں جو شیخ کی عظمت وجلالت کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عام و بقائے دوام صرف ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جنہیں قدرت غیر معمولی عبقریت عطا فرماتی ہے۔

رہا وہ قصہ جو ابن اصیبعہ نے ابن الجمیع المصری کی "کتاب التصریح بالمکنون فی تنقیح القانون" سے نقل کیا ہے کہ ابو العلاء بن زہر نے القانون کو از راہ تحقیر اپنے کتب خانہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور اس کے اوراق پھاڑ کر نسخے لکھنے کیلئے ان کے پرزے کر لیے۔

"پس جب اس نے غور سے دیکھا تو اس کی مذمت کی اور پھینک دیا۔ اور اپنے کتب خانہ میں داخل نہیں کیا۔ جب بھی اس سے مشورہ کرنے آتا تو وہ ان اوراق پر نسخے لکھا کرتا۔"

اس بیان میں بہت کچھ اس کی خود بینی اور انانیت کو بھی دخل تھا۔ چنانچہ آگے چل کر ابن ابی اصیبعہ انے ابو یحیٰ المسح بن عیسیٰ کی "کتاب المغرب عن محاسن اہل المغرب" سے نقل کیا۔ کہ جب قدرت نے اسے علم طب یں غیر معمولی فضل وکمال عطا کیا تو وہ اس نعمت غیر مترقبہ کو برداشت نہ کر سکا اور اس کا دماغ چل گیا۔

"باوجود صغیر سنی کے ابو العلاء زہر نے بڑی شہرت حاصل کر لی۔ وہ متقدمین کی کتابیں سمجھ سمجھ کر مطالعہ کرتا رہا اور ماہرین فن سے طالب علمانہ انداز میں ملتا رہا۔۔۔ یہاں تک کہ اس نے طب میں وہ درجہ حاصل کر لیا۔ جہاں تک رسائی سے عام اطباء عاجز رہتے ہیں اس وقت اس نے اس فن کے اخلاقی ضابطوں کی خلاف ورزی کی اور طرح طرح کی برائیوں اور بدگوئیوں کی طرف مائل ہو گیا۔"

Marfat.com

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اکابر فضلاء پر حرف گیری و نکتہ چینی کرتے کرتے بدزبانی پر اتر آیا۔ چنانچہ آگے چل کر ابن ابی اصیبعہ نے اس کی اس خلقی کمزوری کی معذرت میں لکھا۔

ابن ابی اصیبعہ نے ابوالعلاء بن زہر کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے اس سے بھی اس خود بینی کی تصدیق ہوتی ہے۔ رازی نے جب تصریح ابن جلجل بقراط و جالینوس کے طبی نظریوں کے متعلق کچھ شکوک کا اظہار کیا تھا۔ اور انھیں "کتاب الشکوک" کے نام سے مدون کیا تھا۔

ابوالعلاء ابن زہر نے اس کا رد "کتاب اہل شکوک الرازی علی کتب جالینوس" کے عنوان سے لکھا۔

لیکن اس کے باوجود شیخ الرئیس بوعلی سینا کی عظمت بڑھتی ہی گئی اور اس نے جو شاندار طبی کارنامے انجام دیئے اس سے اس کے دشمن اور حاسد بھی انکار نہیں کر سکے۔ (102)

○

Marfat.com

باب:9

مغرب میں شیخ کی مقبولیت

مشرق میں تو بوعلی سینا اور فلسفہ طب مترادف لفظ ہیں۔ مغرب بھی ابن سینا کے فلسفہ سے بڑی حد تک متاثر ہوا ہے۔ اس کے فکری نظام میں ابن سینا کے افکار کے نشانات بڑی آسانی سے پہچانے جا سکتے ہیں۔

شیخ بوعلی سینا سے پہلے یورپی مفکر الکندی کے نام سے واقف تھے۔ بعد میں فارابی نے اسے متاثر کیا۔ مگر اس اثر اندازی میں اس کی عظمت فکر کے ساتھ کچھ اور باتوں کو بھی بڑا دخل ہے۔ اولاً اس کی وسیع المشربی، وہ خود ایک نصرانی استاد یوحنا بن جیلان کا شاگرد اور دو بڑے نصرانی شاگردوں، یحییٰ بن عدی اور ابراہیم بن عدی کا استاد تھا۔ اس چیز نے مسلمانوں سے زیادہ عیسائی دنیا میں اس کی عبقریت کی دھوم مچا دی۔ ثانیاً فارابی کی زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزرا جو اس وقت دنیائے علم و حکمت کا مرکز تھا۔ اور آخری زمانہ شام میں بسر ہوا جو اس وقت دنیائے اسلام اور دنیائے مسیحیت کے درمیان سرحدی علاقہ تھا۔ اس لیے ان مقامات سے اس کی شہرت بڑی آسانی کے ساتھ یورپ میں پہنچ گئی۔

لیکن بوعلی سینا کو یہ مواقع حاصل نہ تھے۔ وہ دنیائے اسلام کے ایک اندرونی اور نسبتاً غیر معروف علاقے (ماوراء النہر و خراسان) میں پیدا ہوا۔ اور وہیں اس نے زندگی بسر کی۔ یہاں بھی یہودی اور عیسائی تھے۔ مگر وہ اتنے نہ تھے جس قدر بغداد اور شام میں تھے۔ پھر وہ

Marfat.com

مسلمان اساتذہ کا شاگرد تھا اور اس کے اکثر تلامذہ بھی مسلمان ہی تھے۔ نیز اس کے سیاسی مشاغل کے سلسلہ میں اس کی علمی وثقافتی زندگی شاید اس کیلئے ایک تفریحی مشغلہ سے زیادہ نہ تھی۔ انقلابی تحریکوں کی تنظیم وقیادت سے وہ غالباً بڑی مشکل کیساتھ اتنا وقت بچا پاتا ہوگا کہ اپنے فلسفیانہ افکار پر جنہیں اس نے نوجوانی کے زمانہ میں منظم کیا تھا، تنقیدی نظر ڈال سکے۔ اس کے شاگرد ابو عبیداللہ الجوزجانی نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں شمس الدولہ کے دربار میں عہدۂ وزارت پر فائز اور مخالفین کی ریشہ دیوانیوں کی وجہ سے موت وحیات کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ کبھی دشمنوں سے جان بچانے کیلئے چھپتا پھرتا تھا۔ کبھی منصب وزارت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں پورا دن گزر جاتا، اسی عالم میں جب رات کو آرام وتفریح کیلئے وقت ملتا تھا۔ تو ''مے ونغمہ'' کے ساتھ ساتھ کبھی ''درس وتدریس'' سے اور کبھی ''تصنیف وتالیف'' سے بھی غم غلط کرلیا کرتا تھا۔

الجوزجانی کا کہنا ہے ہر شب طلبہ اس کے مکان پر جمع ہوا کرتے اور مَیں ''الشفاء'' پڑھا کرتا تھا اور دوسرے لوگ باری باری سے قانون پڑھا کرتے تھے۔ جب ہم فارغ ہو جاتے۔ تو گویے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق حاضر ہوتے اور مجلس شراب پورے ساز و سامان کے ساتھ آراستہ ہوتی۔ اور ہم لوگ اس میں مشغول ہو جاتے۔ تعلیم وتدریس رات کو ہوا کرتی کیونکہ دن کو امیر کی خدمت کی وجہ سے شیخ کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ اس طرح عرصہ تک زمانہ گزرتا رہا''۔(103)

پھر الشفاء جو ''ابن سینائی'' فلسفہ کا شاہکار ہے جن حالات میں لکھی گئی وہ ناقابل یقین سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً علاؤ الدولہ ابن کاکویہ سے خفیہ خط وکتابت کے الزام میں اس کی تلاشی ہورہی ہے۔ اور وہ ایک عقیدت مند کے گھر میں چھپا ہوا بیٹھا ہے۔ مگر پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ رسالہ، جو کچھ ہے وہ ذہن کے محفوظات ہیں۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں ''کتاب الشفاء'' کے اقسام طبیعیات والٰہیات مرتب ہوتے رہے۔

Marfat.com

مگر ان مواقع کے باوجود اس نے یورپی فکر کے اندر اپنے عقیدت مند پیدا کر لیے جو محض اس کی عبقریت وعظمت فکر کا نتیجہ تھا۔ الفریڈ لیوم لکھتا ہے۔

A name for better known in the west Than al-Farabi was Avicenna .... He heals the gift of popular writing and could make a subject his own and explain it briefly and succiently to the world, so that he was justly regarded as representative of the best Arabian philosophic thought before the rise of Averroes in the west.(104)

فارابی سے بھی زیادہ مشہور نام مغرب میں ابن سینا کا تھا۔ اسے قدرت نے یہ غیر معمولی صلاحیت دی تھی کہ وہ ہر موضوع کو اپنا کر عام فہم بنا سکتا تھا اور مختصر طور پر دنیا کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ اس لیے مغرب میں ''رشدیت'' کے عروج سے پیشتر وہ بجا طور پر بہترین عربی فلسفیانہ تفکر کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا۔

ابن سینا کے متعارف ہونے سے پہلے یورپ میں ابن سینا ''عربی فکر'' کا نمائندہ تو سمجھا جاتا تھا۔ رشدیت (Averroism) کی اشاعت کے بعد بھی لاطینی ادب میں (Avempace) اور (Averroes) کے سات تیسرا نام Avicenna ہی کا سنا جاتا تھا۔ لیکن اگر ابن باجہ اور ابن رشد یورپ میں مشہور ہوئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ ہمسایہ ملک سپین کے مفکر تھے مگر ابن سینا نے قلمروئے خلافت کے ایک دور افتادہ علاقہ سے یورپ کو متاثر کیا جو تاریخ کا ایک بہت ہی بڑا اعجوبہ ہے اور اس کی توجیہہ ابن سینا کا غیر معمولی عظمت فکر کے سوا اور کسی طرح نہیں کی جا سکتی۔

ڈی والف (De Walfe) کہتا ہے کہ مغرب کے مسیحی متکلمیں بارہویں صدی کے

Marfat.com

وسط میں مسلمان مفکرین بالخصوص ابن سینا کی تصانیف سے آشنا ہوئے۔ الفریڈگل لیوم لکھتا ہے کہ ۱۱۳۰ء اور ۱۱۵۵ء کے درمیان طلیلہ کے آرچ بشپ نے ڈومینکو گنڈی سالوس (Dominic Cnudisalus) اور اشبیلیہ کے جان ایونڈتھ (Iuanavendeth) کو حکم دیا کہ ابن سینا کی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کریں۔ تیرہویں صدی کے آغاز میں جب مسیحی تنگ نظری نے ارسطو کی طبیعیات اور مابعد الطبیعیات کو ممنوع التعلیم قرار دیا تھا۔ مغربی علماء بڑی بے تکلفی سے اپنی تصانیف میں ابن سینا کے حوالے دیتے تھے۔

ابن سینا کا سب سے بڑا یورپی عقید تمند راجر بیکن (۱۲۱۴۔۱۲۸۵) تھا۔ جو اپنی بد دماغی کی وجہ سے معاصرین تو درکنار متقدمین کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ وہ ابن سینا کو ''فلسفہ کا بادشاہ اور قائد کبیر بتاتا تھا۔ برٹرینڈرسل نے اس سے نقل کیا ہے۔

> Only Aristotle, together with his followers has been called philosopher in the Judgement of all wise men after him Avicenna was the prince and leader of philosophy.

تمام عقلاء کی رائے میں صرف ارسطو اور اس کے متبعین ہی فلسفی کہلائے گئے ہیں۔ اس کے بعد ابن سینا کا نمبر آتا ہے جو فلسفہ کا بادشاہ اور نابغہ ہے۔

بیکن نے پوپ کلیمنٹ چہارم کے ایما سے فلسفہ پر کتاب Opus Majus لکھی تھی۔ اس میں وہ ابن سینا اور اس کی کتاب الشفاء کے بارے میں لکھتا ہے۔

> ''ارسطو کا فلسفہ یورپ کو متاثر کرنے میں ناکام رہا۔۔۔۔تا آنکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابن سینا، ابن رشد اور دیگر فلاسفہ نے اسے (ارسطو کے فلسفے کو) از سرنو دریافت کیا۔ اور اس کی سیر حاصل تشریح وتوضیح کی۔۔۔۔خاص طور پر ابن سینا نے جو ارسطو

Marfat.com

کا ناقد اور شارح ہے۔ اس نے اپنے مقدور بھر فلسفہ کو تکمیل تک پہنچایا اور تین جلدوں میں فلسفہ پر ایک کتاب لکھی۔ جیسا کہ خود اس نے اپنی کتاب الشفاء کے مقدمہ میں بتایا ہے۔ ان میں سے ایک جلد عام فہم اور ارسطاطالیسی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے فلاسفہ کے اقوال پر مشتمل تھی اور دوسری فلسفہ کے خالص حقائق پر جو بقول ابن سینا کے فلسفہ کے وہ حقائق ہیں جو مخالفین کے اعتراضات کی پروانہیں کرتے۔ تیسری جلد کو ابن سینا نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تصنیف کیا تھا۔ اس جلد میں اس نے پہلی دو جلدوں کے مباحث کی توضیح کی تھی اور فطرت اور فن کے بہت سے مبہم و مجمل حقائق کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔ ان میں سے دو جلدوں کا ترجمہ نہیں ہوا۔ لاطینی بولنے والوں کی صرف پہلی جلد ہی کے کچھ حصوں تک رسائی ہو سکی جسے ''الشفا'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔''

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ وہ ''قوس وقزح'' کی بحث میں بڑے احترام کے ساتھ ابن سینا کے اقوال نقل کرتا ہے۔(105)

راجر بیکن کا ایک معاصر St. Bonaventura) تھا جو اپنی تصانیف میں عربوں کا کوئی حوالہ نہیں دیتا۔ مگر اس کا شاگرد Mathew Aqua Sparta ابن سینا کا بار بار ذکر کرتا ہے۔

لیکن ابن سینا کے فلسفہ سے سب سے زیادہ البرٹ کبیر Albertus Magnus اور تھامس اکوئناس Thomas Aquinas متاثر ہوئے۔ ان سے پہلے الیگزنڈر ہالے اور تھامس الیور بھی متاثر ہو چکے تھے۔

الیگزنڈر ہالے (المتوفی ۱۲۴۵ء نے جو نسلاً انگریز اور مذہباً فرانسکن آرڈر کا راہب تھا۔

Marfat.com

مذہبی عقائد کی تائید کیلئے ایک کتاب Summa Universae Thealogiae کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس کتاب میں وہ بار بار علمائے معقولات کے ضمن میں فارابی کے علاوہ ابن سینا کا حوالہ دیتا ہے۔

البرٹ ماگنس (المتوفی ۱۲۸۵ء نے اپنی تصانیف میں ابن سینا کو بھی اسی طرح ارسطا طالیسی علوم کو ایک مجموعہ میں جمع کیا، وہ حسب تصریح برٹرینڈ رسل مسئلہ کلیات میں بھی ابن سینا ہی سے متاثر ہوا تھا۔

> Avicenna invented formula, which was repeated by Averroes and Albertus Magrus. Thought brings about generality in forms.

ابن سینا نے ایک ضابطہ دریافت کیا۔ جسے بعد میں ابن رشد اور البرٹ ماگنس نے بھی دہرایا۔ وہ یہ کہ ''تصور صور میں عموم پیدا کرتا ہے''۔ (106)

تھامس اکوئناس اپنے فلسفہ کی اساس فارابی اور ابن سینا کے افکار پر رکھتا ہے اور فلسفہ کی تشکیل اس انداز میں کرتا ہے جس طرح ابن سینا نے کی تھی۔ اس نے اپنے ماوراء الطبیعیات اور فلسفہ الٰہیات کی بنیاد خصوصیت سے ابن سینا کے انداز پر ڈالی ہے۔ ابن سینا کی طرح وہ بھی ''تعدد حقائق'' کا قائل تھا۔ چنانچہ وہ بھی کہتا تھا کہ مذہبی حقیقت اور فلسفیانہ حقیقت دو جداگانہ چیزیں ہیں اور اس لیے ایمان باللہ، حشر اجساد اور خطائے موروثی وغیرہ کو عقلی طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ حقائق صرف ایمان لانے ہی کیلئے ہیں اور یہی ابن سینا کہتا ہے۔

> ''یہ جاننا ضروری ہے کہ عقیدہ آخرت صرف شریعت اور اخبار رسول کی تصدیق ہی کے ذریعہ قبول کیا جا سکتا ہے۔''

اس کلیدی اصول کے علاوہ وہ اکثر فروعی مسائل میں بھی ابن سینا سے متاثر ہوا۔

Marfat.com

چنانچہ شیخ کی طرح اس بات کا قائل تھا کہ ملائکہ اجسام نوریہ اور غیر مادی ہیں۔ نیز اس طرح اکوئناس بھی کہتا تھا کہ تجدواجسام کے ساتھ ارواح بھی متحد ہوتی ہیں۔ اور جب کسی جسم میں قبول حیات کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے تو روح اس میں درآتی ہے۔

دیگر علماء کلیسا میں سے متی اکوااسبارطی اور ڈیئنس آف فرائز برگ ''نظریہ فیض'' کے سلسلے میں ابن سینا سے متاثر ہوئے۔ موخوالذکر نے ''عقل فعال'' کا تصور بھی ابن سینا ہی سے اخذ کیا۔

یہودی فکر پر بھی شیخ نے خاصہ اثر کیا۔ موسیٰ بن میمون نے ارسطو کے نظریات کو شیخ ہی کی کتابوں کی مدد سے سمجھا۔

مگر فلسفہ سے زیادہ شیخ کی طب نے یورپ کو متاثر کیا اور اس کی مایہ ناز تصنیف ''القانون فی الطب'' چھ سو سال تک یورپ کی جامعات میں بطور نصاب اعلیٰ شامل رہی۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

شیخ کی تصانیف یورپ میں:

گیارہویں صدی مسیحی میں جب یورپ کے نیم متمدن پادریوں کو مسلمانوں کی علمی برتری اور ثقافتی تفوق کا احساس ہوا تو وہاں ایک تحریک شروع ہوئی، جس کا مقصد مختلف علوم وفنون کی کتابوں کو عربی سے لاطینی میں منتقل کرنا تھا۔ اس تحریک کا قدیم ترین نمائندہ قسطنطین افریقی تھا۔ (زمانہ گیارہویں صدی)۔ اس نے علی بن العباس المجوسی کی ''کامل الصناعۃ'' نیز ابوبکر محمد بن زکریاء الرازی کی بعض طبی تصانیف اور بقراط وجالینوس کی کتابوں کے عربی تراجم کو لاطینی میں منتقل کیا۔

لیکن یہاں ہمارا مقصد شیخ کی تصانیف کی یورپ میں مقبولیت سے ہے۔ بارہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں اسپین میں دو شخص مل کر عبرانی سے ترجمہ کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

یوحنائے اشعبیلی عربی سے قسطامی زبان میں ترجمہ کرتا تھا۔ اور ڈومینکو گنڈی سالوس اسے لاطینی میں منتقل کرتا تھا۔ وسٹنفیلڈ کہتا ہے کہ ان دونوں نے ابن سینا کی ''کتاب النفس'' کا عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیا تھا۔ گنڈی سالوس نے ''کتاب الشفاء'' کے ایک بڑے حصے کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ جو طبعیات کے بعض حصوں بالخصوص کتاب السماء والماء (De coele el de Munde) اور مابعد الطبیعیات کے بعض اجزاء پر مشتمل تھا۔

قرونِ وسطیٰ کا سب سے بڑا مترجم جیرارڈ کریمونائی (Gerardus Gemenensis) (المتوفی ۱۱۸۷ء) تھا۔ اس نے تقریباً ستاسی کتابیں عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیں۔ شیخ کی القانون سے پہلے علی بن العباس المجوسی کی ''کامل الصناعۃ'' علوم طبیہ کا شاہکار سمجھی جاتی تھی اور تمام طبی مدارس میں رائج تھی۔ چنانچہ ابن القفطی اس کے بارے میں لکھتا ہے۔

''وہ بڑی عظیم المرتبت کتاب اور بہت عمدہ کاوش ہے۔ جو طب کے علم اور عمل دونوں پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت بڑی اچھی ہے۔ اس کے زمانہ میں لوگ اس کی طرف مائل تھے اور اس کے درس و تدریس کا التزام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ابن سینا کی کتاب القانون ظہور میں آئی۔ (107)

اسی وجہ سے قسطنطین افریقی نے اس کے نظری حصہ کا اور اس کے شاگرد یوحنا نے عملی حصہ کا ترجمہ کیا۔ مگر قانون کی اشاعت کے بعد کامل الصناعۃ کی مقبولیت کم ہوگئی اور اہل فن القانون کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ابن القفطی آگے چل کر لکھتا ہے۔

''جب ابن سینا کی کتاب ''القانون فی الطب'' ظہور میں آئی تو لوگ اس کی طرف مائل ہوئے اور کامل الصناعۃ کو ایک طرح ترک کر دیا۔''

اس کا اثر یورپ کے طبی مدارس پر بھی پڑا۔ اس مقبولیت اور مانگ کے نتیجہ میں جیرارڈ

Marfat.com

آف کریمونائی نے بارہویں صدی میں 'قانون' کا لاطینی میں پہلی مرتبہ ترجمہ کیا۔ اس کے بعد یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ چھ صدیوں تک ٹیکسٹ بک کے طور پر داخل نصاب رہی۔

جیرارڈ نے 'القانون' کے علاوہ شیخ کی بعض اور طبی تصانیف کا بھی ترجمہ کیا۔

تیرہویں صدی کے نصف اول میں الفریڈ سارِیشل (Alfred Sarechel) نے شیخ کی کتاب الشفاء کے اس حصہ کو لاطینی میں ترجمہ کیا جو کیمیا سے متعلق تھا۔

اسی زمانہ میں مائیکل سکاٹ (Michael Scot) نے شیخ کی ''تلخیص کتاب النفس'' کا بھی ترجمہ کیا۔

۱۲۵۰ء کے کچھ ہی بعد ڈومنکین مناظر ریمونڈ مارٹن نے کتاب الاشارات کے کچھ حصوں کا ترجمہ اپنی کتاب (Pugis fidei Adversus Mouro et judaeos) میں نقل کیا۔

تیرہویں صدی کے نصف اول میں اطالوی متشرق انڈیاس الفاگس نے ابن سینا کی بعض کتابوں کا جو اس سے پہلے لاطینی میں ترجمہ نہیں ہوئی تھیں، ترجمہ کیا۔ اس نے جیرارڈ آف کریمونائی کے ترجمہ ''القانون'' پر بھی نظر ثانی کی۔ وسٹنفیلڈ کہتا ہے کہ اس نے ابن سینا کی ''کتاب النفس'' اور ''کتاب المبداء والمعاد'' کا بھی لاطینی میں ترجمہ کیا۔

اسی زمانہ میں شیخ کی کتاب النجات کا بھی فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ جو ۱۶۵۸ء میں طبع ہوا۔

یوسف بن یوشع نے کتاب القانون کے ایک جزو کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا۔

اسی طرح ابن سینا کے ساتھ یورپ کا اعتناء جو بارہویں صدی میں شروع ہوا تھا تقریباً پانچ سو سال تک جاری رہا اور اس عرصہ میں ابن سینا کے یورپی عقیدت منداس فلسفیانہ اور طبی افکار سے مزید واقفیت بہم پہنچانے کیلئے اپنے پیشروؤں کی مساعی میں اضافہ کرتے رہے۔

Marfat.com

لیکن فلسفہ سے زیادہ شیخ کی طب کو یورپ میں قبول عام نصیب ہوا۔ چنانچہ برٹرینڈ رسل تاریخ مغربی فلسفہ'' میں لکھتا ہے۔

He was more famous in medicine than in philosohy.

شیخ بوعلی سینا فلسفہ سے زیادہ طب میں مشہور تھا۔

''القانون فی الطب'' کا لاطینی ترجمہ سب سے پہلے ۱۴۷۳ء میں طبع ہوا۔ اس کے بعد ستائیس سال کے عرصہ میں لاطینی ترجمے کے پندرہ اور عبرانی ترجمہ کا ایک ایڈیشن طبع ہوا۔ اصل عربی میں کتاب القانون کی طباعت ۱۵۹۳ء میں ہوئی۔ اس کے بعد چھ سو سال تک یہ کتاب یورپی طب پر چھائی رہی۔

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے۔

From the twelvth to the seventeenth century, he was used in Europe as a guide to medicine.

''بارہویں صدی سے سترہویں صدی تک ابن سینا یورپ میں طب کے معلم و رہنما کی حیثیت سے مقبول رہا۔(108)

عہد حاضر میں شیخ کی یورپ میں مقبولیت:

عہد قدیم کے دوسرے عبقریوں کی طرح شیخ کا نام مردہ نہیں ہوا۔ یورپ میں اب بھی اس کے ساتھ اعتناء جاری ہے اور اس کی مقبولیت میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی۔

۱۸۷۶ء میں مستشرق لاندوئر (Landauer) نے شیخ کے مقالہ فی النفس کا جسے اس نے نوح بن منصور سامانی کے نام پر معنون کیا تھا، ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ حواشی کے ساتھ جرمنی کے مشہور رسالہ (De psychoogic des Ibn Sena) کے عنوان سے شائع کیا۔

۱۸۹۱ء میں مہرن (Mehren) نے کتاب الاشارات والتنبیہات کے

Marfat.com

آخری تین (آٹھویں، نویں، دسویں) حصوں کا ترجمہ کر کے اپنی کتاب Jraites mystiques...d, Avicenna. کے ضمن میں شائع کیا۔

۱۹۰۶ء میں E.A. Van Dych نے ''مقالہ فی النفس'' کا جس کا ۱۸۷۶ء میں لانڈوئر نے جرمن میں ترجمہ کیا تھا، کا انگریزی میں "Compendium on the Soul" کے عنوان سے ترجمہ کر کے ویرونا سے شائع کیا۔

۱۹۵۷ء میں ہورٹن (Horten) نے کتاب الشفاء کے جزئیات کے بعض حصوں کا ترجمہ کیا۔

۱۹۱۳ء میں وائیڈمین (Widemann) نے الشفاء کے بعض حصوں کا ترجمہ کیا۔

۱۹۲۶ء میں نعمۃ اللہ کرم نے کتاب النجاۃ کے جز والہیات کا لاطینی ترجمہ روم سے شائع کیا۔

۱۹۲۸ء میں وائیڈمین نے الشفاء کے حصہ "ہئیت" کا جرمنی میں ترجمہ کیا۔

۱۹۳۱ء میں پروفیسر محمود الحفی نے کتاب النجاۃ کے حصہ موسیقی کا جرمنی میں ترجمہ کیا۔

۱۹۳۳ء میں میڈموزائل گواشوان نے ''کتاب الحدود'' کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

۱۹۶۴ء میں ڈاکٹر سہیل انور نے شیخ کے رسالہ ''روبۃ الکواکب باللیل لا بالنہار'' کا انگریزی میں ترجمہ کر کے امریکہ کے رسالہ Journal of the History of Medicine میں شائع کیا۔

عہد حاضر میں ایلوپیتھی طریق علاج کے مقابلے میں یونانی علاج یورپ تو در کنار ہندوستان مین بھی ماند پڑ گیا۔ مگر ''شیخ کی القانون'' کی عظمت آج بھی برقرار ہے۔ چنانچہ ۱۸۴۸ء میں زونتھمیر (Sontheimer) نے القانون کا جرمن زبان میں ترجمہ کر کے فرائبرگ سے شائع کیا۔ ۱۸۹۶ء میں کوننگ (P.de Koning) نے معالجات قانون کے ابواب متعلقہ کلیہ وشانہ کا فرانسیسی میں ترجمہ کی۔ کوننگ ہی نے ''تشریح القانون'' کا بھی

Marfat.com

فرانسیسی ترجمہ کیا۔۱۹۵۲ء میں ہیرش برک اور لیپر نے معالجات قانون متعلقہ امراض چشم کا جرمن میں ترجمہ کیا۔

ان محققین کے علاوہ کئی فضلاء و علماء نے بھی قانون کے ساتھ اعتناء کیا جن میں برنیکوف Bernikov مائیکلووسکی (E.Michailewisky) اوس پنکی (Uspensky) گووُا (Gueva) وغیرہ کے نام مشہور ہیں۔ لیکن زیادہ مشہور نام کیمرون گرونر (Cameron Gruner) کا ہے۔ اس نے ۱۹۳۰ء میں کلیات قانون کا ترجمہ کر کے لندن سے Treatise of the Cannon of Medicine of Avicenna کے عنوان سے شائع کیا۔(109)

کلیات قانون کے اس نئے ترجمہ کی وجہ محض مشرق پرستی یا جدت پسندی نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ یورپ اب نظریہ جراثیم (Micrabic Theory) سے جو جدید طریقہ علاج کا اصل الاصول ہے۔ اس لیے اب اس کی نظریں پھر قدیم نظریۂ اخلاط کی جانب اٹھ رہی ہیں۔ اور اس اصل الاصول کا نمائندہ اعظم ابن سینا ہی رہا ہے۔ جس کے نام نے رازی و مجوسی تو در کنار خود بقراط و جالینوس کے نام کو پس منظر میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ گرونر کلیات قانون کے نئے ترجمہ کی وجہ بتائے ہوئے لکھتا ہے۔

> ''اس ترجمہ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ابن سینا کا (طبی) نظام جسم انسان کے ایسے تصور پر مبنی ہے جو فلسفہ تھامس کا عین ہے اور جس پر عہد حاضر میں جدید مذہبی طب نے خاص زور دیا ہے اور اسے ترقی بھی دی ہے۔ کیونکہ طب جدید صحت کیلئے نظریۂ جراثیم اور متعلقہ نظریات سے زیادہ گہرے استدلال پر اپنی بنیاد قائم کرنا چاہتی ہے۔''(110)

Marfat.com

شیخ الفارابی کا معنوی شاگرد:

دوسرے اسباب کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ ایسی کتابوں کا فقدان تھا جو طالب علم کو اس کی مشکلات پر قابو پانے میں مدد دیں سکیں۔

چنانچہ میکموہن اس مقالے کے آغاز میں کہتا ہے۔

یہ مقالہ (سیز دہم) جسے بعض لوگ ''چودھواں'' مقالہ سمجھتے ہیں، بہت زیادہ دقیق ہے۔ اکثر اوقات یہ سمجھنا آسان نہیں ہوتا کہ ارسطو اس میں کن افکار کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ ٹیلر بھی جو ایسے مواقع پر حیران نہیں ہوتا، اس مقالے کے بارے میں مبتلائے شک ہی رہتا ہے اور اس کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو سنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کرتا۔ لیکن اس مسئلے کو ابن سینا اپنی تشریح میں خوبصورت انداز میں سمجھاتا ہے۔ (111)

ایسے مسائل الٰہیات میں پریشان ہونا اور آخر کار اس کے فہم و تحصیل سے مایوس ہو جانا فطری تھا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے۔

> ''اور مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کے مصنف کی غرض کیا ہے۔ مَیں نے چالیس بار اس کتاب کو دہرایا تا آنکہ وہ مجھے حفظ ہوگئی۔ مگر نہ مَیں اسے سمجھ سکا اور نہ اس بات پر مطلع ہوسکا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ لہٰذا مَیں اس سے مایوس ہوگیا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ اس کتاب کے سمجھنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔''

لیکن خوش قسمتی سے ایک دن بازار میں فارابی کی ''اغراض مابعد الطبیعہ'' مل گئی جسے خرید کر گھر لا کر پڑھا تو اس کی مدد سے دشوار ترین کتاب بھی حل ہوگئی۔

شیخ اور اس کے ہم اثر:

طبیعیات و الٰہیات کی طرح شیخ نے طب کی تعلیم بھی محض کتابوں سے ہی حاصل کی تھی

Marfat.com

اور اس فن میں کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا۔

ابن اصیبعہ نے طب میں بعض اطباء کو شیخ کا استاد بتایا ہے۔ (112)

1- ابوالفرج بن الطیب:

اپنے زمانے کے مشاہیر اطباء میں تھا اور بغداد کے بیمارستان عضدی میں طبابت کے ساتھ طب کی تعلیم دیتا تھا، وہ بوعلی سینا کا ہم عصر تھا۔ کسی نے ابن ابی اصیبعہ کو یہ بھی بتایا تھا کہ شیخ ابوالفرج بن الطیب کے تلامذہ میں سے تھا۔ (113)

2- ابومنصور الحسن بن نوح القمری:

اپنے عہد کا بہت بڑا طبیب تھا۔ کتاب ''غنیٰ منیٰ'' اس کی تصانیف میں سے ہے جو طب کی ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی تھی۔ الشمش الدین خسروشاہی نے ابن ابی اصیبعہ کو بتایا تھا کہ شیخ ابومنصور کا شاگرد تھا۔

''مجھ سے شیخ امام شمش الدین عبدالحمید بن عیسیٰ الخسر وشاہی نے بیان کیا کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا بھی اس سے اس وقت ملا تھا جب وہ بوڑھا تھا۔ وہ اس کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اس کے درس میں شرکت کرتا تھا اور اس نے فن طب میں اس سے بہت کچھ سیکھا تھا۔'' (114)

3- ابوسہیل المسیحی:

خوارزم کے مامونی دربار کا مشہور طبیب تھا۔ اس نے آخری مامونی فرمانروا ابوالعباس مامون بن مامون کے نام پر ''کتاب الوباء'' لکھی تھی۔ مسیحی کی کتابوں میں فن منافع الاعضاء میں ''کتاب فی اظہار حکمۃ اللہ فی خلق الانسان'' بہت زیادہ مشہور تھی۔ جس پر خود اسے بھی ناز تھا۔ ابن ابی اصیبعہ نے ایک ضعیف روایت بیان کی ہے کہ شیخ بوعلی سینا اس

Marfat.com

کا بھی شاگرد تھا۔

''اور کہا جاتا ہے کہ یہ مسیحی فن طب میں شیخ الرئیس کا استاد ہے۔ اگرچہ شیخ الرئیس نے اس کے بعد فن طب میں امتیازی شان حاصل کی اور طب اور دیگر علوم حکمیہ میں مہارت پیدا کی۔ یہاں تک کہ مسیحی کیلئے کتابیں تصنیف کیں۔'' (115)

4-ابو عبداللہ ابراہیم بن عبداللہ اللبتری الناتلی:

خود شیخ نے منطق وریاضیات میں اس کی شاگردی کا اعتراف کیا ہے مگر ابن ابی اصیبعہ اس طرح لکھتا ہے کہ اس سے یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ شیخ نے ناتلی سے طب کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

i) شیخ کی زندگی شاہد ہے کہ وہ اکیس بائیس سال کی عمر تک بخارا سے باہر نہیں گیا اور اکیس سال کے بعد جب وہاں سے نکلا تو خوارزم پہنچا، جہاں دس سال رہا۔ ۴۰۳ھ میں جب وہاں سے بھاگا تو پہلے جرجان پہنچا، پھر رے، پھر ہمدان اور آخر میں اصفہان پہنچا جہاں وفات تک مقیم رہا۔ اس پورے زمانے میں اس کے سفر بغداد کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ بالخصوص تحصیل علم کیلئے اور ابوالفرج بن الطیب مستقلاً بغداد ہی میں مقیم رہا۔ جہاں بیمارستان عضدی کی نگرانی اور وہاں کے مدرسہ طبیہ کی تولیت اس سے متعلق تھی۔

اس صورت میں ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ii) ابو منصور الحسن بن نوح القمری کے متعلق شمس الدین خسروشاہی نے شفاء میں تلمذ کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لیے یہاں معنوی شاگردی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

iii) ابوسہیل مامونی دربار کا مشہور طبیب تھا۔ مامونی دربار میں شیخ اکیس بائیس سال کی عمر میں پہنچا اور اس سے پہلے وہ طب میں دستگاہ عالی حاصل کر چکا تھا اور اطباء بخارا کے مقابلے میں امیر نوح بن منصور سامانی کا بڑی کامیابی سے علاج کر چکا تھا۔ اس سے بھی پہلے

Marfat.com

(جبکہ اس کی عمر ہنوز 16 سال تھی) وہ طب میں یہ کمال حاصل کر چکا تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ امراض کے مریض اس سے علاج کرانے آتے۔ اور شفایاب ہو کر لوٹتے اور فضلاء اطباء تک اس سے طب کی کتابیں پڑھا کرتے، پھر اٹھارہ سال کی عمر میں جملہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گیا جن میں منطق، فلسفہ، ریاضیات شامل تھے اور طب بھی۔ چنانچہ ابن ابی اصیبعہ اس سے روایت کرتا ہے۔

"جب میری عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو میں تمام علوم سے فراغت حاصل کر چکا تھا۔ اس وقت مجھے یہ علوم زیادہ حفظ نہ تھے لیکن اب ان میں زیادہ پختگی آ گئی ہے ورنہ علم تو ایک ہی ہے۔" (116)

یہ بھی واضح رہے کہ خوارزم (رجانیہ) کے مامونی دربار میں حکیم یا طبیب کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف فقیہہ (عالم دین) کی حیثیت سے رہا۔ جیسا کہ خود لکھتا ہے اور ضرورت اس بات کی داعی ہوئی کہ میں بخارا چھوڑ کر کانج (جرجانیہ خوارزم) جاؤں ۔۔۔۔۔ میں وہاں کے والی علی بن مامون کی خدمت میں پہنچا، اس وقت میں فقہاء کے لباس میں ملبوس تھا۔" (117)

یہیں ابو سہیل المسیحی سے اس کی دوستی ہوئی۔ مگر یہ مساویانہ تعلقات تھے۔ استاد شاگردی کا تعلق نہ تھا۔

iv) ابو عبداللہ الناتلی سے شیخ نے منطق اور ریاضی پڑھی تھی۔ جس کا اس نے بڑے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مگر ابھی تعلیم مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ الناتلی کو بخارا چھوڑ کر جرجانیہ جانا پڑا۔ اور شیخ نے باقی تعلیم شروح وفصوص کی مدد سے جاری رکھی۔ اگر اس نے الناتلی سے طب بھی پڑھی ہوتی تو اس کا ذکر کرنے میں کیا امر مانع ہو سکتا تھا۔ بالخصوص جبکہ اس نے

Marfat.com

منطق وریاضی میں اس کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنے کا بڑی تفصیل سے حال لکھا ہے۔

ان روایتوں کے مقابلے میں خود شیخ نے اپنی خودنوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ طب کا علم اس نے محض کتابوں سے حاصل کیا اور کسی استاد کے سامنے زانوے تلمذ تہہ نہیں کیا اور کامیابی سے علاج بھی کیے۔

چنانچہ کہتا ہے۔

> ''پھر مجھے علم طب کا شوق ہوا اور مَیں اس فن کی کتابوں کو پڑھنے لگا۔ علم طب کوئی مشکل علم نہ تھا۔ اس لیے مَیں تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن میں ماہر ہو گیا۔ یہاں تک کہ طب کے فضلاء بھی مجھ سے علم طب پڑھنے لگے اور مَیں مریضوں کا علاج بھی کرتا تھا۔ اس عملی تجربہ سے معالجات کے بہت سے ابواب میرے ذہن میں اتنے منکشف ہو گئے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔''

شاید یہ گمان ہو کہ اس عرصہ میں شیخ کسی طبیب کے یہاں جا کر طب پڑھتا ہو تو اس احتمال کا ازالہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ شیخ اس خود آموزی میں مشغولیت کے باوجود فقہ کی تحصیل و تکمیل میں برابر معروف رہا۔ اور اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ اسمٰعیل زاہد کے یہاں برابر جاتا رہا۔ چنانچہ اس عبارت کے فوراً بعد لکھتا ہے۔

> ''اور اس مشغولیت کے باوجود میں فقہ کے درس میں بھی برابر جاتا تھا۔ اس فن میں مناظرہ کرتا تھا، اور اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔''

شیخ طب میں اپنا شاگرد آپ تھا۔ اور اسی ہی خود آموزی سے اس درجۂ کمال پر پہنچا

Marfat.com

کہ اس کی شاہکار تصنیف قانون، آج بھی اپنے فن کی کتاب مقدس مانی جاتی ہیں۔

شیخ فن طب میں تو یگانہ روزگار تھے ہی مگر انہوں نے دواؤں سے ہٹ کر مریضوں کا نفسیاتی علاج محض اپنی خداداد ذہانت کو بروئے کار لا کر کیا اور اس طریق کا وہ ماہر تھا۔ رفیق انجم اور ابراہیم عمادی اپنی کتاب ''عظیم مسلمان سائنسدان'' میں چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں، جو شیخ کی عبقریت و ذہانت کو ظاہر کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں۔

شیخ جرجان میں طبابت کر رہا تھا۔ خواص اور عوام فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ اتفاقاً شاہ جرجان امیر قابوس کا ایک بھانجا بیمار پڑا۔ امیر قابوس نے اچھے اچھے اطباء کو بلایا، مگر کوئی بھی مرض کی صحیح تشخیص نہ کر سکا اور کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔

مریض کی عجیب حالت تھی۔ نہ منہ وہ کچھ بولتا تھا، نہ بتاتا تھا۔ ہمہ وقت خاموش پڑا رہتا تھا۔ کیا مرض ہے کوئی تشخیص نہ کر سکا تھا۔

ماہر اور تجربہ کار اطباء جب تھک گئے تو امیر جرجان نے شیخ کو علاج کرنے کیلئے بلایا۔ شیخ نے مریض کو دیکھا نبض پر ہاتھ رکھا اور سوچ میں پڑ گیا۔ ذرا دیر بعد شیخ نے امیر سے کہا کسی ایسے شخص کو بلایا جائے جو اس شہر کے سب گلی کوچوں سے واقف ہو۔ کچھ دیر بعد ایسے شخص کو پیش کیا گیا۔

شیخ نے اس شخص سے کہا کہ اس شہر کے تمام محلوں کے نام بتائے۔ وہ شخص ٹھہر ٹھہر کر نام بتانے لگا۔ شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھے رکھا اور آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز کر لیں۔ وہ شخص نام بولتا جا رہا تھا۔ جب ایک خاص محلّہ کا نام آیا تو شیخ نے نبض میں یکا یک ایک عجیب حرکت محسوس کی۔ مریض کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ شیخ ٹھہر گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے امیر جرجان سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو بلوائیں جو فلاں محلے کے ہر گھر

Marfat.com

سے واقف ہو۔

جب وہ شخص آ گیا تو شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اُس شخص سے دریافت کیا کہ فلاں محلے میں کن کن صاحبان کے گھر ہیں؟ وہ شخص بتانے لگا۔ یہاں تک کہ ایک مکان کا نام آیا تو نبض میں پھر غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی۔

اب شیخ نے امیر سے کہا کہ ایسے آدمی کو بلا بھیجیں جو گھروں میں رہنے والوں کے ناموں سے واقف ہو۔ امیر نے ذرا دیر میں ایک ایسے آدمی کو بلوایا۔ شیخ نے کچھ باتوں کے بعد اس شخص سے پوچھا کہ فلاں مکان میں کون رہتا ہے۔ اُس نے جب بتایا تو نبض میں پھر غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی۔

شیخ نے کچھ دیر سوچا اور پھر دوسرے کمرے میں جا کر امیر سے کہا یہ نوجوان عشق کے مرض میں مبتلا ہے۔ اس شہر میں فلاں محلّہ میں فلاں گھر میں فلاں صاحب رہتے ہیں۔ اُس کی ایک بیٹی ہے جس کا نام فلاں ہے۔ اس مریض کا بس یہی علاج ہے کہ اس کی شادی اُس لڑکی سے کر دی جائے۔ امیر جرجان نے سارے معاملے کی تحقیق کرائی اور بات صحیح نکلی۔ امیر اور تمام دوسرے اطباء اور لوگ حیران رہ گئے کہ کتنا باکمال طبیب اور کتنا بڑا نباض ہے۔ اس واقعہ کو ابو عبید جوزجانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

مروضی سمرقندی اپنی کتاب میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ خاندانِ آلِ بویہ کا ایک شہزادہ ایک بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس شہزادے کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے آپ کو بیل سمجھنے لگا۔ وہ بیل کی طرح ڈکارتا اور اس جیسی آواز نکالتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ کھاتا بھی نہ تھا۔ خاندان کے سب لوگ متحیر اور پریشان تھے۔ تشخیص تو ہو گئی مگر دوا پلانے کی ساری تدبیریں بیکار ہو گئیں۔ مریض بس یہی کہتا تھا کہ مجھے ذبح کر دو! مجھے ذبح

Marfat.com

کردو۔

بادشاہ علاؤ الدولہ بہت متفکر تھا۔ اپنے وزیر سے مشورے کے بعد اُس نے شیخ کو بلایا۔ شیخ نے مریض کو دیکھا اور بادشاہ سے کہا جو کچھ مَیں کہوں اس پر عمل کیا جائے اور ذرا پس وپیش نہ کی جائے۔

شیخ نے کہا! اب شہزادے سے کہئے کہ تمہیں ذبح کرنے کیلئے قصاب آ گیا۔ شہزادہ خوشی سے ذبح ہونے کیلئے تیار ہو گیا اور ڈکارتا ہوا اُٹھا۔

شیخ نے اس کے ہاتھ پاؤں بندھوائے او پھر قصابوں کی طرح چُھری لے کر آ گئے شہزادے کے سینے پر چڑھ کر ذبح کرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ شہزادے کے بدن کو ٹٹولا، اِدھر اُدھر الٹ کر دیکھا اور کہا یہ بیل لاغر بہت زیادہ ہے۔ ہم ایسے لاغر بیل کو ذبح کر کے کیا کریں گے۔ اسے پہلے خوب کھلاؤ۔ جب فربہ ہو جائے تو آ کر ذبح کردوں گا۔ مریض شہزادہ سب سنتا رہا۔ اسے یقین ہو گیا کہ خوب کھاپی کر جب وہ فربہ ہو جائے گا تو اس وقت ذبح کر دیا جانا یقینی ہے۔ شہزادے کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے۔

پھر شہزادے نے کھانا پینا شروع کیا اور دوائیں بھی بڑے شوق سے استعمال کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ مریض صحیح المزاج اور باہوش شہزادہ بن گیا۔

شیخ کو شیخ الرائیس کا خطاب یورپی علماء نے دیا تھا کیونکہ شیخ کا عظیم الشان کام جو کہ یورپ میں "طبی انسائیکلو پیڈیا" کے نام سے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے لے کر اب تک مقبول رہا ہے۔ یورپ کی طبی اور علوم عقلیہ کی یونیورسٹیوں میں یہ کتاب بطور نصاب شامل رہی ہے۔

شیخ کا یہ عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا اب بھی یورپ اور مشرق میں احترام کی نظر سے دیکھا

Marfat.com

جاتا ہے اور اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

ہم شیخ کی اس شاہکار تصنیف پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ اس عظیم کتاب کی اہمیت اس قدر کیوں ہے۔

شیخ ایسے زمانے میں پیدا ہوا جب کتابوں کی طباعت کا کوئی انتظام نہ تھا بلکہ ہر شخص اپنے مطلب کی کتاب کو نقل کر کے اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ سمانڈ کے کتب خانہ میں بے شمار کتابیں ایک جگہ جمع تھیں لیکن ان کتابوں کے اکثر نسخے کسی کسی کے پاس ہی تھے۔

اگر شیخ دشمنوں کے قول کے مطابق ایسا کرتا تو ایک شور مچ جاتا اور ہر شخص یہ کہنے کے لیے تیار ہو جاتا کہ شیخ نے قانون یا الشفاء میں جو مسائل درج کیے ہیں وہ فلاں شخص نے اپنی کتاب میں فلاں جگہ درج کیے ہیں یا فلاں طبیب نے ان کا حوالہ شیخ سے پہلے دیا ہے۔

آج تک کسی فرد نے اس قسم کی تحقیق کی جرأت نہیں کی۔ بلکہ عام اعتراض کر دیا آج دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں دنیا و جہان کی تصنیفات موجود ہیں۔ لیکن یورپ و ایشیاء کے کسی مفکر نے اس قسم کا الزام نہیں لگایا بلکہ شیخ کی ہر طرح سے تعریف و توصیف کی اور واضح کیا کہ شیخ زمانہ وسطیٰ کا بہترین مدبر، سیاستدان انشاء پرداز طبیب حاذق، فلسفی اور ادیب و شاعر تھا۔

ڈاکٹر ڈونلڈ کیمل اپنی کتاب "عربین میڈیسن" کی جلد اول کے صفحہ 78 پر قانون کی تیس اشاعتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف مقامات سے شائع ہو کر عوام تک پہنچی۔ چنانچہ سب سے پہلا ایڈیشن 1473ء میں اور آخری ایڈیشن 1608ء میں شائع ہوا۔ گویا دو سو سال کے درمیان یورپ میں القانون بحیثیت کورس معالجات پڑھایا جاتا رہا۔

Marfat.com

روم یعنی اٹلی میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے جن میں سے ایک 1593ء میں اور دوسرا 1877ء میں شائع ہوا جس کا نام "طریق علاج" رکھا گیا۔

آخری ایڈیشن 1544ء میں وینس سے اور 1552ء میں باسل سے شائع ہوا جو غالباً معالجات قانون کا خلاصہ تھا۔

1595ء میں روما سے القانون کا آخری ایڈیشن شائع ہوا جو عربی متن کے ساتھ تھا۔ اس ایڈیشن کو کرنل ہاروے نے پڑھا کیوں کہ اس زمانے میں ہاروے روما کی پیڈوا یونیورسٹی میں طب کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

اس کے بعد یورپ میں القانون کا کوئی ایڈیشن طبع نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں پُر لطف بات یہ سامنے آئی کہ وینس، روم اور دیگر ممالک نے قانون کے اصلی نسخے یا اس کے لاطینی ترجمے اور خلاصے نہایت شاندار طریقے سے شائع کیے لیکن لندن سے اس کی کوئی اشاعت نہیں ہوئی۔

کیوں نہیں ہوئی۔؟

اس کی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ یکم جنوری 1493ء کو انگریزوں نے ابوعبداللہ شاہ سپین کے ساتھ صلح کر کے سپین پر قبضہ کر لیا۔ یہ وقت پندرھویں صدی کا آخر ہے جب کہ مسلمانوں کے علوم وفنون اور املاک و جائیداد پر عیسائیوں کو قبضہ حاصل ہوا۔ اسپین پر قبضہ کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر جو مظالم کیے وہ تاریخ کے اندر خونی داستان ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہی ہے کہ پندرھویں صدی یورپ میں مسلمانوں کے زوال اور عیسائیوں کے لیے عروج کا وقت تھا جس کے بعد غرناطہ کے کتب خانے، علوم وفنون اور صنعت وحرفت عیسائیوں کے ہاتھ لگی اور انہوں نے ترقی شروع کی۔ چنانچہ سولہویں صدی کی ابتداء یورپ

Marfat.com

کے لیے ترقی وعروج کی شمع لے کر آیا۔

اوراسی کے بعد سے یہاں سے شمع علم روشن ہوئی اور انہوں نے علم کے شعبہ اور فنون کی ہر راہ پر ترقی کرنا شروع کی اور ایک سو سال میں اس قدر ترقی کی کہ پورے یورپ میں اول درجے کے محقق شمار ہونے لگے۔

1935ء میں لندن سے ڈاکٹر گرونر نے کلیات قانون کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد قاری کے علم میں یہ بات آجاتی ہے کہ گرونر عربی نہیں جانتا تھا بلکہ اس نے یہ ترجمہ قانون کے لاطینی ترجمے سے کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ترجمہ میں بعض مقامات پر ایسی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں کہ اگر عربی وانگریزی ترجمہ کو مدمقابل رکھ کر بغور معائنہ کیا جائے تو مقامات صاف واضح ہوجاتے ہیں۔گرونر کے انگریزی ترجمہ کے شائع ہونے کے تقریباً تیس سال بعد کرنل شاہ نے انگریزی ترجمہ کلیات قانون شائع کیا۔

اس ترجمہ میں کرنل شاہ نے مذکورہ اصطلاحات اور اس کے علاوہ دیگر اصطلاحات کو جوں کا توں رہنے دیا۔کیونکہ بعض اوقات نئی اصطلاحات کا استعمال مافی الضمیر کو ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا تھا۔لہٰذا اصل حالت میں رکھنا زیادہ بہتر ومناسب تھا۔

بعض فنی دشواریوں کی بنا پر ان اصطلاحات کو جوں کا توں رکھا گیا جیسا کہ آج تک ہماری طب میں مستعمل ہے۔(118)

Marfat.com

باب:10

شیخ کی شاہکار تصنیف کلیات القانون فی الطب

ابن سینا کی شاندار اور شاہکار تصنیف قانون فی الطب ان طبی اصطلاحات سے شروع ہوتی ہے، جو بنیادی طور پر معالج کے لیے جاننا ضروری ہیں۔ ابن سینا نے یہ اصطلاحات اپنے ذاتی علم، تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر وضع کی ہیں۔

دوسرے الفاظ میں ہم کہ سکتے ہیں کہ اس بنیادی علم کے بغیر علم طب کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ طبی سائنس "Science of Medicine" کے حوالے سے ابن سینا کا یہ شاندار کام ہے۔

اس بنیادی علم سے ہم انسانی جسم کی صحت اور بیماری کے مختلف مراحل کو جان سکتے ہیں کہ ایک انسانی جسم میں صحت مند ہونے کی کیا علامتیں ہیں اور بیمار جسم کی کونسی علامتیں ہیں؟

غیر صحت مند جسم کو تندرست کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ابن سینا کے الفاظ میں طبی سائنس ایک آرٹ ہے۔ یعنی انسانی جسم کی بیماری کی وجوہات کو معلوم کر کے اسے صحت مند بنانا۔ یہ ایک مقدس فن ہے، اس کو انسان انسانوں کی فلاح کے لیے سیکھ سکتا ہے۔

ابن سینا کا کہنا ہے انسانی جسم کو اس وقت تک تندرست اور صحت مند نہیں کیا جا سکتا

Marfat.com

جب تک صحت کے خراب ہونے کے اسباب کو معلوم نہیں کر لیا جاتا۔

صحت مندی کے معیار اور غیر صحت مندی کے معیار کا تعین کرنا ضروری ہے تب ہی معلوم ہو گا کہ طبیب نے اپنے فن کو کیسے استعمال کرنا ہے۔

بیماری کے اسباب کو جاننے کا علم فن طب میں اہم ترین ہے۔ اس علم کو مکمل طور پر حاصل کرنا ضروری ہے۔ بیماری اپنی علامتیں ضرور ظاہر کرتی ہے۔ اس کے لیے مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیماری کی علامتوں کو درج کر کے ہی نسخہ تجویز کیا جا سکتا ہے۔

شیخ کا کہنا ہے کہ بیماری کی علامتیں چار طرح کی ہو سکتی ہیں:

جسمانی یا مادی علامتیں (The Material Causes)

جسمانی کارکردگی کی علامتیں (The Efficient Causes)

ظاہری علامتیں (The Formal Causes)

موجودہ حتمی علامتیں۔(The Final Causes)

شیخ انتہائی ذہین و فطین شخص تھے۔ انہوں نے فلسفہ، منطق، حساب، ہندسہ، نجوم، طبیعات، مابعد الطبیعیات، فلکیات اور طبعی سائنس کے حوالے سے اپنے زمانے کے مروجہ علوم کو سیکھا، سمجھا، جزب کیا، مراقبہ، مکاشفہ اور تخلیقی قوت سے تمام مروجہ علوم میں بیش قیمت اضافے کیے، شرحیں لکھیں اور اس فن کو علم و تجربے سے بام عروج تک پہنچا دیا۔

شیخ کی شہرہ آفاق "قانون فی الطب" ہے۔ اس کی ابتداء میں خدائے عظیم کی حمد و ثناء اور درود و وظیفہ کے بعد انہوں نے طب کو مقدس پیشہ قرار دیا۔

Marfat.com

مادی اسباب:

سب سے پہلے انہوں نے سبب (Causes) کی اصطلاح کی وضاحت فرمائی۔ کہ سبب وہ چیز ہے جس پر کسی دوسری چیز کے کل یا جزو کا انحصار ہو، اس کی مثال چارپائی ہے کہ اس کے بنانے میں لکڑی اور بان استعمال ہوتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں چارپائی کیلئے سبب مادی ہیں۔ اور اس چارپائی کو بنانے والا بڑھئی اس کا سبب فاعل ہے۔ اور چارپائی کی شکل سبب صوری ہے کیونکہ چارپائی سونے اور آرام کرنے کے لیے بنی ہے اور یہی اس کا سبب تمامی (Final) ہے۔

شیخ اس مثال سے انسانی جسم کی ساخت، جسم میں روح اور جسم کا عمل ان تمام چیزوں کو طبعی نقطہ نظر سے بیان کرتا ہے۔ اس لئے ان باتوں کا ایک طبیب کے لیے سمجھنا بنیادی چیز ہے۔

انسانی جسم کے مادی اسباب وہی کہلائیں گے جس پر صحت اور مرض موجود ہوتے ہیں۔

یہ اسباب خلطوں کے تبدیل ہونے سے یا ان کی ترکیب کے بدل جانے سے جسم و روح پر کئی طرح کی تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ اس طرح انسانی جسم میں قوت حیات کی کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کا بنیادی اثر انسانی جسم کے ساتھ ساتھ روح پر بھی ہوتا ہے۔

زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر جسم اپنے اندر مادہ اور مزاج رکھتا ہے۔ ان میں سے اگر ایک چیز اپنی کیفیت کے اعتبار سے دوسری چیز سے مل کر کوئی وحدت حاصل کر لے تو طب کی اصطلاح میں اس کو مزاج کہیں گے۔ مزاج ہر چیز میں پایا جاتا ہے۔

اگر اسی طرح کو دوسری چیز باعتبار مادہ ایک دوسرے سے مرکب ہو کر کوئی شکل اختیار

Marfat.com

کر لے تو طبی اصطلاح میں اسے ہیئت کہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز ختم ہو جائے تو اس چیز کا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔

اسباب فاعلیہ:

انسانی جسم کے اسباب فاعلیہ وہ ہیں جو انسانی جسم میں تغیر و تبدل پیدا کرتے ہیں یا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ اسباب فاعلیہ حسب ذیل ہیں۔

مختلف قسم کی ہوائیں اور ان سے تعلق رکھنے والی چیزیں یعنی موسم کے تغیرات، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ۔

پانی کی مختلف اقسام اور پینے کی چیزیں علاوہ ازیں وہ دوسری چیزیں جو پینے والی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہو سکتیں ہیں۔

☆ شہر یا رہنے کے مقامات اور اس کے قریب وجوار کی چیزیں

☆ بدن اور تنفس کی ورزشیں

☆ سونا، جاگنا

☆ عمر کے تغیرات اور اختلافات

☆ جنس کے تغیرات یعنی مرد و عورت کے تغیرات

☆ پیشے

☆ عادتیں

☆ ایسی چیزیں جو بدن انسانی کو چھوتی ہیں۔

اور وہ طبیعت کے موافق ہوں، جیسے ضماد مفسد یا طبیعت کے مخالف ہوں جیسے آگ سے جل جانا وغیرہ۔

Marfat.com

دراصل بنیادی عناصر چار ہیں۔مٹی، پانی، ہوااور آگ۔مٹی اور پانی ثقیل ہیں آگ اور ہوا خفیف ہیں۔

اسباب صوریہ:

☆ بدن کے اسباب صوریہ حسب ذیل ہیں:۔

☆ مزاج

☆ قوئ جو مزاج کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

☆ تراکیب

اسباب تمامیہ:

بدن کے اسباب تمامیہ یعنی آخری اسباب افعال ہیں۔افعال کو جاننے سے پیشتر قوئ کے حالات معلوم کرنا ضروری ہیں۔اسی طرح قوئ کے حالات کے علم سے پیشتر ارواح کے متعلق معلومات حاصل کرنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ ارواح ہی قوتوں کی حامل ہوتی ہیں جیسا کہ ہم عنقریب ہر ایک کی تفصیل بیان کریں گے۔

۔دیگر موضوعات فن طب کے اس حیثیت سے تھے کہ فن طب بدن انسانی کی صحت و مرض سے بحث کرتا ہے۔یعنی صحت کیونکہ قائم رہتی ہے اور مرض کس طرح دور کیا جاتا ہے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ اس بحث کی غرض وغایت کیا ہے یعنی حفاظت، صحت اور ازالہ مرض پر بحث کرنے کا کیا مقصد ہے تو اسباب صحت اور آلات مرض کے اعتبار سے چند اور بھی موضوعات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆ کھانے پینے کی تدابیر

☆ ہوامیں سانس لینے کی تدابیر

Marfat.com

☆ حرکت وسکون کی مقدار کا تعین

☆ دوا کے ذریعے امراض کے علاج کا طریق اور دستکاری کے ذریعے ازالہ مرض کی صورتیں ہیں۔

یہ سب باتیں اطباء کے نزدیک تین طریقوں سے ہوتی ہیں۔

☆ تندرستوں کے اعتبار سے۔

☆ مریضوں کے لحاظ سے

☆ متوسطین جو نہ بیمار ہوں اور نہ تندرست بلکہ ان کی حالات ان دونوں کے درمیان ہوں۔(119)

○

Marfat.com

باب:11

خلطوں کا بیان(The Humors)

شیخ الرئیس ابن سینا نے انسانی جسم میں پیدا ہونے والی رطوبطوں کو جس شاندار طریقے سے بیان کیا ہے اوران خلطوں کے بننے کے اسباب کو منطقی انداز میں پورے دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس سے قبل ان خلطوں کا بیان اس انداز سے اور تفصیل سے کسی طبیب نے نہیں کیا تھا۔ہم ان طبی اصطلاحات کو عام فہم انداز میں بیان کریں گے۔

خلط کی تعریف:

انسانی جسم میں غذاء پہنچ کر نئی شکل اختیار کر لیتی ہے یہ شکل رطوبت کی ہوتی ہے۔اس کو طبعی اصطلاح میں "خلط" کہتے ہیں۔

ابن سینا نے اپنے طبی مشاہدے سے بیان کیا ہے کہ خلطیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

خلط محمود:

یہ انسانی جسم میں دوسری رطوبتوں کے ساتھ مل کر غذاء کا جوہر بناتی ہے۔

خلط ردی:

جبکہ غذاء کے فاسد مادے جسم سے فضلے کی صورت میں خارج ہو جاتے ہیں۔یہ دراصل خلط ردی ہوتے ہیں۔

خلط ردی کبھی کبھار خلط محمود میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔

Marfat.com

اخلاط کی تقسیم:

غذا کے اجزاء باہم جڑے ہوتے ہیں اور یہ رطوبت پیدا کرتے ہیں اس رطوبت کی جائے پیدائش نطفہ ہے اور نطفہ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اخلاط خواہ محمود ہوں یا ردی، چار حصوں میں منقسم ہیں۔

☆ خون جو تمام اخلاط میں سب سے بہتر ہے۔(The Sanguineous Humor)

☆ بلغم۔ (Phlegm)

☆ صفراء۔ (Yellow Bile)

☆ سوداء۔ (Black Bile)

خون:

خون کا مزاج گرم و تر ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں

☆ طبعی خون۔

☆ غیر طبعی خون۔

طبعی خون کی ماہیت:

طبعی خون سرخ و شوخ ہوتا ہے، بدبو سے پاک ہوتا ہے اور اس کا مزہ مائل بہ شیریں مٹھاس لئے ہوئے ہوتا ہے۔

غیر طبعی خون:

اس کی دو قسمیں ہیں۔

☆ خون کا مزاج اس وجہ سے تبدیل نہ ہوا ہو کہ اس میں دوسری کوئی چیز شریک ہو گئی ہے۔ بلکہ خون بذات خود گرم یا سرد ہو گیا ہو۔

Marfat.com

☆ خون کا مزاج کسی دوسری شے کے شریک ہونے سے تبدیل ہو گیا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔

☆ شریک ہونے والی چیز نے باہر سے داخل ہو کر خون کو خراب کیا ہو۔

☆ خون کے اندر بذات خود کوئی خراب شے پیدا ہو گئی ہو مثلاً خون متعفن ہو گیا ہو جس سے اس کا لطیف حصہ مرہ صفراء (پتلے صفراء) میں اور گاڑھا و کثیف حصہ مرہ سوداء میں تبدیل ہو گیا ہو۔ اب یہ مرہ صفراء اور مرہ سوداء دونوں ہی خون میں موجود ہوں یا ایک شریک خون ہو اور دوسرا اس سے علیحدہ ہو۔

غیر طبعی خون کی اقسام:

خون کی یہ غیر طبعی قسم جو دوسری خلط ردی کے شریک ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ شریک ہونے والی خلط ردی کی قسموں کے لحاظ سے مختلف اقسام پر ہے۔ مثلاً ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ شریک شدہ شے بلغم کی اقسام سے ہے یا سودا یا صفراء یا ماہیت کی اقسام سے پھر ان چیزوں کی کتنی قسمیں ہیں۔ اور ان میں سے کون سی قسم خون میں شریک ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور کبھی پتلا۔ گاہے وہ حد درجہ کا سیاہ ہو جاتا ہے اور گاہے سفید، بعض اوقات انہی وجوہ سے خون کا مزہ اور بو بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ کبھی کڑوا، کبھی نمکین اور کبھی ترش ہو جاتا ہے۔

بلغم:

اس کی دو قسمیں ہیں۔

☆ بلغم طبعی۔

☆ بلغم غیر طبعی۔

Marfat.com

بلغم طبعی کی تعریف:

یہ ہے کہ اس بلغم میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ ضرورت پڑنے پر فوراً خون بن جائے۔ کیونکہ بلغم حقیقت میں کچا خون ہے۔ جب وہ پک جاتا ہے تو خون بن جاتا ہے۔ طبعی بلغم شیریں بلغم کی اقسام میں سے ہے جو زیادہ سرد نہیں ہوتا۔ بلکہ بدن انسان کے لحاظ سے کسی قدر سردی کی طرف میلان رکھتا ہے۔ لیکن خون و صفراء کے لحاظ سے بلغم کافی سرد یا گرم ہوتا ہے۔

بلغم میں گاہے صالح خون شریک ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کا مزہ کسی قدر میٹھا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نزلہ اور سینہ سے خارج شدہ بلغم میں محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کا مزہ منہ میں محسوس ہوتا ہے۔

بلغم شیریں کی طبعی قسم کے لئے جالینوس نے کہا ہے کہ طبیعت نے بلغم کے لئے کوئی ایسا برتن نہیں بنایا جس میں وہ جمع رہے جیسا کہ مرہ صفراء کے لئے۔ مرہ صفراء اور مرہ سودا کے لئے طحال بنائی ہے بلغم کے لئے کسی برتن (جگہ) کے نہ بنانے سے یہ جسم میں پھیل جاتی ہے یا خارج ہو جاتی ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ بلغم بالکل خون ہوتا ہے۔ اور اس کی ضرورت ہر اعضاء کو ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ بلغم بھی خون کے ساتھ اعضاء میں دورہ کرتا رہے تاکہ جس عضو کو خون نہ ہونے کی صورت میں غذا کی ضرورت پڑے تو یہ بلغم فوراً خون بن کر اعضاء کے تغذیہ میں خرچ ہو جائے۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ یہاں تک جالینوس کا خیال تھا۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ خون کے ساتھ بلغم شریک کرنے کی ضرورت دو وجہ سے ہے۔ ایک ضرورت ہے اور دوسری منفعت۔

Marfat.com

ضرورت کے دو اسباب ہیں اولاً بلغم کو اعضاء کے قرب میں ہونا چاہیے تا کہ کسی وقت معدہ جگر سے عارضی اسباب کی بنا پر اعضاء میں داخل ہونے والی تیار غذا آنا بند ہو جائے تو طبعیت مع اپنی قوت اور حرارت عزیزیہ کے اس بلغم کی طرف متوجہ ہو اور اس کو پکا کر اور ہضم کر کے اپنے تغذیہ میں صرف کرے جس طرح حرارت عزیزیہ بلغم خام کو پکا کر اور ہضم کر کے خون صالح بنا لیتی ہے۔ اسی طرح حرارت غریبہ بلغم کو سڑا کر خراب کر دیتی ہے۔ اس قسم کی ضرورت مرہ صفراء اور مرہ سوداء کو بھی خراب کر دیتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بلغم کو خون کے ساتھ ضرورتاً اس لیے شریک کیا گیا ہے کہ بدن میں جو اعضاء بلغمی مزاج رکھتے ہیں ان میں تغذیہ کے لیے ایسے خون کی ضرورت ہے جس میں بلغم کی ایک محدود مقدار ہونی چاہئے۔ جیسے دماغ وغیرہ، یہ بلغم آمیز خون ان اعضاء یعنی دماغ وغیرہ کے تغذیہ میں صرف ہو جائے گا۔ اس قسم کی ضرورت مرہ صفراء اور مرہ سوداء میں بھی موجود ہے۔

بلغم کی منفعت یا فائدہ:

بلغم کا فائدہ یہ ہے کہ یہ جوڑوں اور کثیر الحرارت اعضاء کو تر رکھتا ہے تا کہ ان میں حرکت اور رگڑ کی گرمی سے خشکی نہ پیدا ہونے پائے۔ یہ منفعت اس قدر زیادہ ہے کہ ضرورت کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔ تمام جسم کے جوڑوں میں اس کی موجودگی بہت ضروری ہے۔

بلغم غیر طبعی کی اقسام:

بلغم باعتبار قوام چند صورتوں میں منقسم ہے۔

☆ اگر قوام میں ظاہری اختلاف نظر آتا ہو تو اس کو بلغم مخاطی (ناک کی ریزش جیسا) کہتے ہیں۔

Marfat.com

☆ قوام بظاہر مختلف نہ ہو لیکن حقیقت میں اختلاف رکھتا ہو تو ایسے بلغم کو بلغم خام کچا بلغم کہتے ہیں۔

☆ بلغم کا قوام بالکل پانی جیسا ہو تو اس کو بلغم مائی (پانی جیسا بلغم) کہتے ہیں۔

☆ اگر بلغم کا قوام بہت گاڑھا اور رنگ سفید ہو تو اس کو بلغم جصی (چونہ کے گچ کی طرح کا بلغم) کہتے ہیں۔ یہ بلغم چونکہ جوڑوں اور راستوں میں پڑا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے لطیف اجزاء تحلیل ہو جاتے اور غلیظ و کثیف باقی رہ جاتے ہیں یہ بلغم تمام اقسام میں زیادہ گاڑھا ہوتا ہے۔

صفراء:

اس کی دو قسمیں ہیں:-

☆ صفراء طبعی۔

☆ صفراء غیر طبعی۔

صفراء طبعی کی ماہیت:

طبعی صفراء خون کا رغوہ (جھاگ) ہوتا ہے جس کا رنگ شوخ سرخ اور ہلکا تیز زعفرانی ہوتا ہے۔ صفراء جس قدر زیادہ گرم ہوگا اتنا ہی زیادہ سرخ ہوگا۔ صفراء جگر میں پیدا ہونے کے بعد دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک حصہ خون میں شریک ہو کر اس کے ساتھ دورہ کرتا رہتا ہے۔ دوسرا حصہ مرارہ (پتہ) میں جمع ہو جاتا ہے۔ پہلا حصہ جو خون میں شریک ہوتا ہے وہ خون میں ضرورت اور نفع کے لحاظ سے دورہ کرتا ہے۔ چنانچہ ضرورت یہ ہے کہ صفراء خون میں شریک ہو کر ایسے اعضاء کے تغذیہ میں صرف ہوتا ہے جن میں صفراء کی کافی مقدار غذا کے طور پر خرچ ہوتی ہے۔ جیسے پھیپھڑے اور منفعت یہ ہے کہ صفراء خون میں شریک ہو کر اس کو لطیف و رقیق بنا دے۔ جس سے وہ تنگ سے تنگ راستوں میں آسانی سے دورہ کر سکتا

Marfat.com

ہے۔

دوسرا حصہ جو مرارہ میں جمع ہو جاتا ہے وہ بھی ایک ضرورت اور منفعت کے خیال سے اس طرف آتا ہے۔ چنانچہ ضرورت دو طرح کی ہوتی ہے۔

☆ سارے بدن کے لحاظ سے۔

☆ ایک عضو کے لحاظ سے۔

سارے بدن کے لحاظ سے یہ ہے کہ صفراء کے مرارہ میں چلے جانے سے تمام بدن فضلات صفراء سے پاک ہو جاتا ہے اگر یہ مرارہ میں نہ جائے تو صفراء تمام بدن میں پھیل کر یرقان پیدا کر دے۔ جیسا کہ اکثر غیر طبعی صورت میں نوزائیدہ بچہ میں یرقان پیدا کرتی ہے۔ ایک عضو کے لحاظ سے ضرورت یہ ہے کہ صفراء مرارہ کے تغذیہ میں صرف ہوتا ہے۔ صفراء کی منفعت بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔

☆ صفراء بوقت ضرورت مرارہ سے آنتوں پر گرتا اور ان فضلات ولیدار بلغم کو دھو کر صاف کر دیتا ہے۔

☆ آنتوں میں پہنچ کر یہ آنتوں اور عضلات مقعد میں اس قسم کی تحریک پیدا کرتا ہے جس سے براز خارج کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مرارہ اور اثنا عشری کے درمیانی راستہ میں سدہ پڑ جاتا ہے تو اکثر قولنج پیدا ہو جاتا ہے۔

صفراء غیر طبعی:

صفراء غیر طبعی دو قسم کا ہوتا ہے اولاً صفراء کسی بیرونی چیز کے شریک ہو جانے سے غیر طبعی ہو جائے۔ ثانیاً اپنے جوہر کے خراب ہونے سے غیر طبعی ہو جائے۔

صفراء کی پہلی قسم بھی دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلی مشہور و معروف قسم وہ ہے جس میں شریک ہونے والی چیز بلغم ہوتی ہے یہ قسم اکثر جگر میں پیدا ہوتی ہے۔ دوسری قسم بہ نسبت پہلی

Marfat.com

کے کم مشہور ہے اس قسم کے صفراء میں سودا شریک ہوتا ہے۔

پہلی مشہور و معروف قسم مرہ صفراء اور مرہ محیہ ہے۔ چنانچہ اگر رقیق بلغم صفراء میں شریک ہو جائے تو اس کو مرہ صفراء کہتے ہیں۔ اور اگر گاڑھا بلغم شریک ہو تو اس کو صفراء محیہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ صفراء انڈے کی زردی سے مشابہ ہوتا ہے اس لئے اس کو صفراء محیہ بھی کہتے ہیں۔

دوسری قسم جو کم مشہور ہے (اور اس میں سودا شریک ہوتا ہے) جس کو اصطلاحاً صفراء محترقہ کہتے ہیں۔ یہ دو طرح سے پیدا ہوتا ہے اولاً صفراء بذات خود جل کر راکھ بن جائے اور وہ راکھ صفراء کے لطیف اجزاء سے جدا نہ ہو بلکہ ان ہی کے اندر بندر ہے صفراء کی یہ قسم نہایت خراب ہوتی ہے۔ ثانیاً سودا باہر سے صفراء میں شریک ہو جائے۔ صفراء کی یہ قسم زیادہ بری نہیں بلکہ پہلی قسم سے بہت بہتر ہے۔ صفراء کی اس قسم کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ لیکن وہ سرخ و شوخ زعفرانی نہیں ہوتا بلکہ خون کی رنگت سے مشابہ ہوتا ہے۔ مگر بہ نسبت خون کی پتلا ہوتا ہے۔ صفراء کی رنگت ان اسباب کے علاوہ دوسری وجوہات سے بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

صفراء غیر طبعی کی اقسام:

صفراء غیر طبعی جو اپنے ذاتی جوہر کے اعتبار سے غیر طبعی ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

☆ وہ صفراء جو زیادہ تر جگر میں پیدا ہوتا ہے اور غیر طبعی بن جاتا ہے۔

☆ زیادہ تر معدہ میں پیدا ہوتا اور غیر طبعی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ غیر طبعی صفراء جو جگر میں پیدا ہوتا ہے، اس کی ایک قسم ہے جو اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ جب خون جل جاتا ہے۔ تو اس کا لطیف حصہ مرہ صفراء بن جاتا ہے اور کثیف حصہ مرہ سودا بن جاتا ہے۔ لیکن غیر طبعی صفراء جو اکثر معدہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں اولاً کراثی جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید وہ صفراء محیہ کے جل جانے سے پیدا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ صفراء جل جانے سے سیاہی پیدا ہوتی اور جب اس میں صفراء کی زردی جو ابھی تک تھوڑی بہت باقی ہوتی ہے مل جاتی ہے تو سبزی پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے متعلق یہ خیال کیا گیا ہے کہ یہ قسم صفراء کراثی سے اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ اس میں انتہائی درجہ کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے رطوبت بھی فنا ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس میں خشکی انتہا درجہ پر ہوتی ہے لہٰذا اس کا رنگ سفیدی مائل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ قاعدہ ہے جب حرارت جسم رَطب میں اثر کرتی ہے تو اولاً سیاہی پیدا کرتی ہے اور جب مرکب کے رطوبی اجزاء فناء ہو جاتے ہیں تو سیاہی غائب ہو جاتی ہے حتیٰ کہ جب تر اجزاء بالکل ہی فنا ہو جاتے ہیں تو مرکب کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم گیلی لکڑی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ جلنے پر پہلے سیاہ ہوتی ہے۔ یعنی کوئلہ بنتی ہے۔ بعد ازاں سفید راکھ بن جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حرارت تر اجسام میں سیاہی اور خشک اجسام میں سفیدی پیدا کرتی ہے۔ جیسا کہ پانی سردی سے جم کر سفید برف بن جاتا ہے۔

سوداء:

کی دو قسمیں ہیں:۔

- ☆ طبعی۔
- ☆ غیر طبعی۔

طبعی سوداء:

خون کی تلچھٹ میل اور گادھ ہوتا ہے۔ اس کا مزہ مٹھاس و ترشی کے درمیان ہوتا ہے۔ سودا جگر میں پیدا ہوتا ہے اور دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک حصہ خون کے ساتھ چلا جاتا

Marfat.com

ہے اور دوسرا حصہ طحال کی طرف چنانچہ جو حصہ خون کے ساتھ جاتا ہے وہ ضرورت اور منفعت کے لحاظ سے جاتا ہے۔

ضرورت یہ ہے کہ سوداء کی ایک مناسب مقدار خون میں اس غرض سے شریک ہوتی ہے کہ وہ ان اعضاء کے تغذیہ میں صرف ہو سکے۔ جن کی غذاء میں سودا خاصی مقدار میں صرف ہوتا ہے۔ جیسے ہڈیاں وغیرہ۔

اس کی منفعت یہ ہے کہ خون میں شریک ہو کر خون کو قوی مضبوط اور کثیف بنا دیتا ہے۔

سودا کا دوسرا حصہ طحال کی طرف جاتا ہے۔ یہ وہی سوداء ہے جو خون میں شریک ہونے سے بچ جاتا ہے۔ یہ طحال میں ایک ضرورت اور ایک منفعت کے لحاظ سے پہنچتا ہے۔ ضرورت اگر کل بدن کے لحاظ سے دیکھی جائے تو یہ ہے کہ پورے بدن کی صفائی فضلات سوداویہ سے ہو جاتی ہے اور عضو کے لحاظ سے یہ ہے کہ سودا طحال کے تغذیہ میں صرف ہوتا ہے۔ منفعت یہ ہے کہ جب وہ طحال سے فم معدہ کی طرف جاتا ہے تو اس میں دو طرح سے نفع ہوتا ہے۔

اولاً فم معدہ پر گر کر اس کو مضبوط قوی اور کثیف بناتا ہے۔ دوم فم معدہ پر اپنی ترشی سے اس قسم کی گدگداہٹ پیدا کرتا ہے جس سے بھوک بھڑک اٹھتی ہے اور کھانا کھانے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

سودا غیر طبعی:

جو خون کی تلچھٹ اور گادسے نہ بنا ہو بلکہ کسی خلط کے جل کر راکھ ہو جانے یا طبعی سوداء کے جل جانے سے پیدا ہوا ہو، کیونکہ تراجزاء میں جب ارضی اجزاء شریک ہو جاتے ہیں تو دو طریقوں پر علیحدہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اولاً تہ نشین ہو جانے پر جیسے خون سے طبعی سوداء تہ نشین ہو جاتا ہے۔ ثانیاً کسی خلط کے جل جانے پر لطیف اجزاء تحلیل ہو جائیں اور کثیف باقی رہ جائیں۔ یہ چیز خون اور دیگر اخلاط کے لئے سوداء غیر طبعی فضلی ہوتا ہے۔ اسی کو مرہ سوداء بھی کہتے ہیں۔

یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ تلچھٹ سوائے خون کے دیگر اخلاط سے نہیں پیدا ہوتی۔ اس لئے بلغم اسقدر لیس دار ہے کہ اس سے تیل کی گاد جیسی کوئی چیز تہ نشین نہیں ہوتی۔ پھر صفراء میں چونکہ انتہائی لطافت ہوتی ہے اور اس میں ارضی اجزاء بہت کم ہوتے ہیں۔ نیز صفراء بہت ہی کم سکون پذیر ہوتا ہے اور بدن میں اس کی مقدار بھی نہایت کم ہوتی ہے۔

لہٰذا صفراء سے کوئی قابل ذکر شے تہ نشین نہیں ہوتی۔ اور اگر کچھ تھوڑی بہت چیز تہ نشین ہوتی بھی ہے تو اس میں تعفن ہو کہ باہر خارج ہو۔ اگر کسی سبب سے متعفن بھی ہو جائے تو اس کے لطیف اجزاء تحلیل ہو کر کثیف باقی رہ جاتے ہیں۔ جس کا نام سوداء احتراقیہ ہوسکتا ہے۔ نہ کہ سوداء رسوبیہ (طبیعیہ)

سوداء فضلیہ:

یا سوداء غیر طبیعیہ کی چند قسمیں ہیں۔

☆ سوداء کی پہلی قسم صفراء کی راکھ اور جلی ہوئی چیز ی ہوتی ہے جس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔ مذکورہ سوداء (جو صفراء کی راکھ ہے) اور صفراء محترقہ میں یہ فرق ہے کہ اس صفراء میں جلے ہوئے صفراء کی راکھ شریک ہو جاتی ہے۔ (یعنی اس میں صفراء خالص اور صفراء محترقہ موجود ہوتا ہے) لیکن مذکورہ سوداء ممتاز شدہ راکھ ہے جس کے لطیف اجزاء تحلیل ہو گئے ہیں۔

☆ سوداء کی دوسری قسم بلغم کی راکھ اور اس کا جلا ہوا حصہ ہے بلغم اگر انتہائی پتلا اور

Marfat.com

لطیف ہو تو اس کی راکھ نمکین ہوتی ہے وگرنہ اس کی راکھ کا مزہ ترش ہوتا ہے۔

☆ سوداء کی تیسری قسم خون کی راکھ اور اس کا جلا ہوا حصہ ہے۔ جس کا مزہ نمکین اور ہلکا میٹھا ہوتا ہے۔

☆ سوداء کی چوتھی قسم سوداء طبعی کی راکھ ہے۔ پس اگر وہ سوداء رقیق کی راکھ اور اس کا کشتہ ہے تو اس کا مزہ سرکہ کی مانند نہایت ترش ہوتا ہے۔

یہ جب زمین پر گرتا ہے تو جوش پیدا کرتا اور اس سے کھٹی بو آتی ہے نیز اس کے قریب سے مکھیاں بھی بھاگ جاتی ہیں اور اگر وہ گاڑھے سودے کے جلنے سے پیدا ہوا ہے تو اس میں ہلکی ترشی کے ساتھ کھٹاپن اور کڑواہٹ ہوتی ہے۔

غرضیکہ سوداء کی تین بڑی قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆ صفراء جل جائے اور اس کے لطیف اجزاء تحلیل ہو کر کثیف باقی رہ جائیں۔

☆ دو اور تین قسمیں وہ ہیں۔ جن کو ہم نے آخر میں تحریر کیا ہے۔ (یعنی وہ سوداء رقیق یا سودائے غلیظ کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے۔)

بلغم سے پیدا شدہ سوداء (سوداء بلغمی) بہت کم نقصان پہنچاتا ہے اور بہت کم خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تکلیف دہ اور خرابیاں پیدا کرنے والا سوداوہ ہے جو صفراء جلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کا سوداء علاج کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ سوداء کی آخری دو قسموں میں سے مزہ کے اعتبار سے جو ترش ہوتی ہیں وہ افعال کے لحاظ سے بھی انتہائی خراب ہوتی ہیں۔

لیکن اگر ابتداء میں اس کا علاج کر لیا جائے تو علاج کو فوراً قبول کر لیتی ہے۔ مگر مذکورہ دونوں قسموں سے آخری قسم یعنی تیسری قسم کا سوداء زمین پر گرنے سے بہت کم جوش پیدا کرتا اور اعضاء کے ساتھ بہت کم چمکتا ہے۔ مذکورہ قسمیں طبعی اور غیر طبعی اخلاط کی ہیں۔

Marfat.com

اعضائے رئیسہ:

وہ اعضاء رئیسہ ہیں جو بدن کی اولیٰ قوتوں (حیوانی، طبعی، نفسانی) کا مبداء اور سرچشمہ ہوتے ہیں۔ ان اعضاء کی ضرورت بقائے شخص اور بقائے نوع کے اعتبار سے ہوتی ہے، چنانچہ بقائے شخص کے لئے تین اعضاء رئیسہ ہیں۔

☆ قلب: یہ قوت حیوانیہ کا مرکز ہے۔

☆ دماغ: یہ حس وحرکت کا مرکز ہے۔

☆ جگر: یہ قوت تغذیہ کا سرچشمہ ہے۔

اعضائے خادمہ:

دو قسم کے ہوتے ہیں۔

☆ خدمت مہیہ (اعضاء کو تیار کرنے کی خدمت)

☆ خدمت صفائی۔

قوت حیوانیہ:

قوت حیوانیہ سے اطباء کی مراد وہ قوت ہے جو اگر اعضاء میں پہنچ جائے تو اعضاء کو حس وحرکت اور افعال کو قبول کرنے کے لئے آمادہ وتیار کردے بعض اطباء خوف وغضب کو بھی قوت حیوانیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان حالات میں اس روح کے اندر انقباض وانبساط پیدا ہوتا ہے جو قوت حیوانیہ کی طرف منسوب ہے یعنی روح حیوانی چنانچہ ان تمام باتوں کی تفصیل ہم اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح کثافت اخلاط سے مزاج کے مطابق جوہر کثیف یعنی عضو یا عضو کا کوئی حصہ پیدا ہوتا ہے اس طرح نجاریت ولطافت اخلاط سے مزاج کے مطابق جوہر لطیف یعنی روح پیدا ہوتی ہے۔ نیز جس طرح جگر اطباء

Marfat.com

کے نزدیک اخلاط کی پیدائش کا مرکز ہے بالکل اس طرح قلب روح کی پیدائش کا مرکز ہے۔ یہ روح جب اپنے مزاج کے موافق پیدا ہوتی ہے تو قوت حیوانیہ کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔

نیز یہی قوت حیوانیہ تمام اعضاء بدن کو قوت حیوانیہ تمام اعضاء بدن کو قوت نفسانیہ وغیرہ قبول کرنے کے لئے آمادہ و تیار کرتی ہے۔ پھر روح و اعضاء میں قوت نفسانیہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ ان میں قوت حیوانیہ پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر کسی عضو سے قوت نفسانیہ باطل ہو کر قوت حیوانیہ موجود ہو تو وہ عضو زندہ رہے گا کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ بے حس و فالج زدہ عضو میں حس و حرکت مفقود ہوتی ہے۔

جس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ اس میں ایسا سوء مزاج پیدا ہو گیا ہے جو حس و حرکت کو قبول کرنے سے روکتا ہے یا دماغ اور اس عضو میں پھیلنے والے اعصاب کے اندر کوئی سدہ پڑ گیا ہے تو حس و حرکت کی آمد رفعت بند ہو گئی ہے۔ مگر باوجود اس بات کے عضو زندہ ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جس عضو میں موت لاحق ہوتی ہے وہ حس و حرکت سے خالی ہو جاتا ہے اور گلنے سڑنے لگتا ہے۔ ان باتوں سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ فالج زدہ عضو میں ایک قوت ایسی ضرور موجود رہتی ہے جو اس کی زندگی باقی رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

حتیٰ کہ جب اس سے عارضی رکاوٹ دور ہو جاتی ہے تو عضو میں حس و حرکت واپس آ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ عضو قوت حیوانیہ کے صحیح و تندرست ہونے کے باعث حس و حرکت قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اس لئے عارضی رکاوٹ نے فوری طور پر حس و حرکت قبول کرنے سے روک دیا تھا لیکن یہ بات مردہ عضو میں نہیں پائی جاتی یعنی وہ کسی وقت بھی حس و حرکت قبول کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔

اگر بغور دیکھا جائے تو مردہ ہونے سے پہلے ہی اس میں تعفن و فساد کے آثار نمایاں ہونے لگتے اور عضو غائب ہونے لگتا ہے، لہٰذا دوسری چیزوں کو قبول کرنے کا موقعہ ہی باقی نہیں رہتا۔

Marfat.com

قوت نفسانیہ:

قوت نفسانیہ کی دو قسمیں ہیں جو دونوں قسموں کے لئے جنس کے مانند ہے۔ ایک ان میں سے قوت مدرکہ ہے، دوسری قوت محرکہ۔ قوت مدرکہ کی بھی دو قسمیں ہیں، قوت مدرکہ اپنی دونوں قسموں کے لئے جنس کی طرح ہے۔ ایک قوت مدرکہ ظاہر اور دوسری قوت مدرکہ باطن ہے۔

قوت مدرکہ ظاہر حسی قوت ہے جو اپنی پانچوں اقسام کے لئے بطور جنس کے ہے۔ قوت مدرکہ ظاہر بعض کے نزدیک پانچ ہوتی ہیں اور بعض کے نزدیک آٹھ۔ اگر ان کو پانچ مانا جائے تو ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ قوت باصرہ (دیکھنے والی قوت)

☆ قوت سامعہ (سننے والی قوت)

☆ قوت شامہ (سونگھنے والی قوت)

☆ قوت ذائقہ (چکھنے والی قوت)

☆ قوت لامسہ (چھونے والی قوت)

اور اگر ان کی تعداد آٹھ مان لی جائے تو پھر ان کے نزدیک قوت لامسہ کو کئی قوتیں شمار کرنا ہوگا۔ یعنی ان کو چار قسموں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ اور چاروں محسوسات کو چھونے والی قوتیں) ہر جنس کے لئے علیحدہ علیحدہ ایک قوت تسلیم کرنا ہوگی۔ مثلاً حرارت و برودت معلوم کرنے کے لئے ایک قوت، رطوبت و یبوست معلوم کرنے کے لئے ایک قوت، سختی و نرمی معلوم کرنے کے لئے ایک قوت اور کھر درے و چکنے پن کو معلوم کرنے کے لئے ایک۔ اگرچہ ایک ہی عضو حساس میں یہ چیزیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔

مذکورہ دونوں اقوال میں سے کونسا قول صحیح ہے یہ چیز آپ کو فلسفہ بتائے گا۔

Marfat.com

قوت مدرکہ باطن جس کا دوسرا نام قوت حیوانیہ بھی ہے (یہ اصطلاح فلسفہ میں بولی جاتی ہے) قوت مدرکہ باطنہ اپنی پانچوں قوتوں کے لئے جنس کی طرح ہے یہ پانچوں حسب ذیل ہیں۔

☆ حس مشترک، جس کو خیال بھی کہتے ہیں، اطباء کے نزدیک یہ دونوں ایک قوت شمار ہوتی ہیں لیکن فلاسفر اس کو دو قوتیں مانتے ہیں۔ حس مشترک وہ قوت ہے جہاں پر حواس خمسہ ظاہرہ کے تمام محسوسات پہنچتے ہیں اور وہ ان محسوسات سے متاثر ہوتا اور ان کو اپنے اندر محفوظ رکھتا ہے۔

☆ خیال وہ قوت ہے جو حس مشترک میں جمع شدہ صورتوں اور شکلوں کو محفوظ رکھتا ہے اور جب وہ صورتیں اور محسوسات حواس خمسہ ظاہرہ سے غائب ہو جاتی ہیں۔ تو ان کو خزانہ کے طریقہ پر جمع رکھتی ہے۔

اس اصول پر قوت قابلہ (حس مشترک) کو قوت حافظہ (خیال) سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ کی تحقیقات فلسفی کے ذمہ ہے طبیب کو ان جھگڑوں سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ مذکورہ قوتیں خواہ ایک ہو یا دونوں کے رہنے کا مقام اور ان کے افعال کا مرکز مقدم دماغ کا اگلا بطن ہے۔

☆ دوسری قوت کا نام اطبار مفکر تحریر کرتے ہیں لیکن محققین فلسفہ کبھی اس کو متخیّلہ کے نام سے پکارتے ہیں اور کبھی مفکرہ بھی کہہ دیتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس قوت سے قوت واہمہ حیوانیہ اپنا کام ہے (جس کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے یا یہ قوت بذاتہ اپنا فعل انجام دینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو اس وقت اس کو متخیّلہ کہتے ہیں اور اگر اس قوت کی طرف قوت نطقیہ (نفس ناطقہ حیوانی) توجہ کرے اور نفس ناطقہ کو اس بارے میں کوئی نفع حاصل ہو تو اس وقت اس قوت کا نام قوت مفکرہ رکھتے ہیں۔

اس دوسری اور پہلی قوت میں (خواہ وہ ایک ہو یا دو) یہ فرق ہے کہ پہلی قوت ان

Marfat.com

احساسات اور صورتوں کو قبول کرتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ (پہلا کام حس مشترک انجام دیتا ہے۔ اور دوسرا کام قوت خیال پورا کرتی ہے) لیکن یہ (قوت مفکرہ یا قوت متخیلہ) قوت خیال میں جمع شدہ محسوسات اور تصویروں میں جوڑ اور تغیر و تبدل کر کے گا ہے ایسی تصویر سامنے رکھ دیتی ہے جو حواس خمسہ سے محسوس کئے ہوئے واقعہ کے بالکل موافق ہوتا ہے۔ جیسے ہم رات دن خواب وغیرہ میں دیکھتے ہیں۔ لیکن گا ہے اس کے خلاف بھی پیش کر دیتا ہے۔ جیسے انسان کو اڑتا ہوا دکھلا دے یا آنکھوں کے سامنے پتھر کے زمرد کا پہاڑ پیش کر دے لیکن قوت خیال سوائے ان محسوسات اور تصویروں کے کچھ پیش نہیں کر سکتا جو اس میں حس مشترک سے پہنچتی ہیں۔ قوت مفکرہ یا قوت متخیلہ کا مقام دماغ کا بطن اوسط ہے۔ یہ قوت مفکرہ اس قوت کے لئے ایک آلہ ہے۔

وہم:

حیوان کی وہ قوت ہے جو حیوانات کو یہ بات بتلاتی ہے کہ بھیڑیا ہمارا دشمن ہے اور بچہ ہمارا دوست ہے۔ نیز چرواہا ہمارا سچا مہربان ہے لہٰذا حیوان اس سے نفرت نہیں کرتا (بلکہ ہمیشہ رکھوالے کی آواز پر اس کے پاس دوڑتا ہوا چلا آتا ہے) دوستی، دشمنی کا حکم غیر منطقی وغیر عقلی ہے۔

اس لئے کہ دوستی و دشمنی محسوسات اشیاء میں سے نہیں کیونکہ ان چیزوں کو حیوان کا حس مشترک محسوس نہیں کرتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو دوسری ہی قوت دریافت کرتی اور وہی ان چیزوں کے متعلق حکم لگاتی ہے۔

یہ قوت (قوت واہمہ) قوت خیال سے اس بارے میں مختلف ہے کہ قوت خیال حس مشترک پر وارد شدہ اشیاء کو اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے اور قوت واہمہ خیال میں جمع شدہ محسوسات پر غیر محسوس قسم کے حکم لگاتی ہے۔ (مثلاً بھیڑیے کی خیالی تصویر کو سامنے دیکھ کر حکم

Marfat.com

لگاتی ہے کہ انسان کا دشمن ہے وغیرہ وغیرہ۔

قوت واہمہ قوت مفکرہ و متخیلہ سے بھی علیحدہ چیز ہے اس لئے کہ قوت متخیّلہ کی تصویر کے ساتھ کوئی فیصلہ یا حکم نہیں ہوتا۔ لیکن قوت کے افعال کے ہمراہ کسی حکم یا فیصلہ کا ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ مباحث سے ثابت ہوتا ہے کہ قوت مفکرہ یا متخیّلہ کا کام یہ ہے ک وہ قوت خیال میں جمع شدہ تصاویر کے اندر جوڑ توڑ کرتی ہے جیسا کہ ہم قوت متخیّلہ کے ماتحت تحریر کر چکے ہیں لیکن قوت واہمہ کا کام یہ ہے کہ ان محسوس صورتوں کے ہمراہ کوئی حکم یا اپنا فیصلہ ضرور لگاتی ہے۔

جو خارج میں کسی طرح محسوس نہیں ہو سکتا (مثلاً کسی کو دوست یا دشمن کہنا بالکل غیر محسوس چیز ہے جو صرف دماغ میں غیر مادی طور پر موجود ہوتی ہے۔ باہر اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ سامنے کی تصویر کے ساتھ دوست یا دشمن کا لفظ چسپاں ہوتا ہے۔

اس قوت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے حس مشترک حواس خمسہ کے ذریعہ پہنچتی ہوئی تصویروں یا احساسات پر حکم لگاتی ہے۔ بعد میں اسی طرح قوت واہمہ بھی ان محسوسات اور تصویروں کے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے جو خزانہ خیال سے قوت واہمہ تک پہنچا کرتی ہیں۔ نہ کہ حس مشترک پر وارد ہوئی چیزوں پر۔ کیونکہ حس مشترک سے قوت واہمہ کا کوئی تعلق نہیں۔

بعض لوگ قوت واہمہ کا دوسرا نام تخیل تجویز کرتے ہیں جس کا ان کو پورا حق حاصل ہے۔

اس لئے کہ کسی شے کے مختلف نام رکھنے میں کوئی جھگڑا نہیں۔ بلکہ نام رکھتے وقت اس شے کے معنی سمجھائے جائیں اور یہ بھی بتلا دیا جائے کہ باہمی کیا فرق ہے جس پر پوری نظر رکھی جائے۔

Marfat.com

امراض ظاہریہ و باطنیہ:

جالینوس تحریر کرتا ہے کہ بعض امراض ظاہری ہوتے ہیں جو دیکھ کر اور چھو کر معلوم کئے جاتے ہیں جیسے پھوڑے وغیرہ اور بعض امراض باطنی ہوتے ہیں جن کو با آسانی معلوم کر لیا جاتا ہے جیسے درد معدہ یا پھیپھڑے کا درد۔

ان امراض باطینہ کو شکل سے معلوم کیا جاتا ہے جیسے امراض جگر اور پھیپھڑے کی نالیوں کے امراض۔ بعض امراض باطنیہ ایسے ہوتے ہیں جن کو اندازے اور تخمینہ سے معلوم کیا جاتا ہے جیسے پیشاب کی نالیوں کے امراض وغیرہ۔

امراض شرکیہ و امراض خاصہ:

بعض امراض خاص اصلی ہوتے ہیں اور بعض شرکی ہوتے ہیں جب ایک عضو دوسرے عضو کے امراض میں شرکت کرتا ہے تو اس شرکت کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆ دونوں عضو کسی جزو کے ذریعہ شرکت رکھتے ہوں جیسے دماغ و معدہ آپس میں عصب کے ذریعہ شرکت رکھتے ہیں یا رحم و پستان (عصب) وریدوں کے ذریعہ شرکت رکھتے ہیں۔

☆ ایک عضو دوسرے عضو کا راستہ ہو جیسے کنج ران پنڈلی کے ورم کا راستہ ہے (یعنی پنڈلی کے ورم میں کنجران کی گلٹیاں متورم ہو جاتی ہیں۔

☆ ایک عضو دوسرے عضو کے پڑوس میں رکھا ہو جیسے گردن و دماغ یہ دونوں اعضاء ایک دوسرے کے امراض میں شرکت رکھتے ہیں۔ خصوصاً ان دونوں اعضاء میں سے ایک کمزور ہو اور دوسرے پڑوسی اعضاء کے فضلات کو قبول کرتا ہو جیسے بغل قلب کے لئے۔

☆ ایک عضو دوسرے اعضاء کے فعل کا مبداء اور اصل (جزو) ہو جیسے حجاب حاجز

Marfat.com

تنفس جاری کرتے وقت پھیپھڑے کے لئے مبداء واصل ہے۔

☆ ایک عضو دوسرے عضو کی خدمت کرتا ہو جیسے اعصاب دماغ کی خدمت کرتے ہیں۔(120)

کتاب الشفاء (The Book of Healing)

یہ ایک سائنسی اور فلاسفیکل انسائیکلو پیڈیا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے معلوم ہوتا ہے ادویات یا طب سے متعلق نہ ہے۔ دراصل لاطینی زبان میں الشفاء کا ترجمہ ہوا تو اس کے متن کے مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھا گیا۔ الشفاء اس کتاب کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مزاجی معنی ہیں۔

ابن سینا سے قبل سائنس اور فلسفہ پر اس سے عظیم کام پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ابن سینا نے یہ معلوماتی کتاب 1014ء میں لکھنا شروع کی اور 1020ء میں مکمل ہوئی جبکہ 1027ء میں یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

اس کتاب کی پہلی نو جلدیں منطق پر مشتمل ہیں۔ آٹھ جلدیں فطری علوم پر ہیں، چار جلدیں فلسفہ، مابعد الطبیعیات اور نفسیات پر ہیں۔

الشفاء کے حوالے سے بہت سا کام اخلاقیات اور سیاسیات پر بھی ہے اگر چہ کہا جاتا ہے کہ ابن سینا اخلاقیات اور سیاسیات سے یونانی فلاسفہ ارسطو، ٹالمی سے متاثرہ ایرانی پیش رو مسلم مفکرین سائنس دان اور فلاسفر الکندی، الفرابی اور البیرونی کے فلسفہ سے متاثر تھا۔

الشفاء اور نفسیات اور نفسیاتی بیماریاں:

الشفاء کا یہ اہم ترین حصہ ہے۔ کیونکہ ابن سینا سے قبل طبی لحاظ سے نفسیاتی بیماریوں کو زیادہ اہمیت نہ دی جاتی تھی جبکہ ابن سینا نے نفسیات اور نفسیاتی بیماریوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

Marfat.com

سب سے پہلے ابن سینا نے انسانی ذہن کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس کے علاوہ نفسیات اور انسانی جسم کے درمیان تعلق کو بیان کیا ہے۔

لمس اور ادراک کی وضاحت کرتے ہوئے ابن سینا نے کہا ہے کہ لمس اور ادراک اپنے اشتراک عمل سے کچھ ایسی چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے جو کہ ادراک کے ذریعے اس پر وارد ہوتی ہے۔

جسم ذہن کے تابع ہوتا ہے اور ذہن جہاں چاہتا ہے جسم کو لے جاتا ہے۔

انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے جذبات انسانی جسم اور خواہش پر اثر انداز ہوتے ہیں اس کی مثال دیتے ہوئے ابن سینا کہتا ہے کہ اگر کسی تیز رو ندی پر ایک لمبی لکڑی رکھ کر پل بنا دیا جائے تو ایک شخص آسانی سے اس پر سے گزر جائے گا۔ لیکن اگر اس شخص کو صرف ایک تصویر کے ذریعے سمجھایا جائے کہ ندی کو پار کیسے کرنا ہے تو وہ اپنے ذہن کی قدرتی طاقتوں کو عمل میں لا کر اس ندی کو پار کرنے کی تدبیر کرے گا۔

ابن سینا نے نفسیات کے حوالے سے یہ بہت بڑی دریافت کی ہے کہ طاقتور منفی جذبات انسانی جسم پر انتہائی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ کبھی کبھار تو یہ منفی جذبات انسان کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

ابن سینا الشفاء کے حصے "الوہم العمال" میں عمل تنویم کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ایک شخص اپنی قوت ارادی سے دوسرے شخص کو خیالی اشیاء کو حقیقت بنا کر پیش کر سکتا ہے اور معمول ان خیالی اشیاء کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

ابن سینا انسانی ادراک کو پانچ خارجی حواس کا نام دیتا ہے۔ یہ حسیات، سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور لمس ہیں۔

Marfat.com

جبکہ انسان کے اندر کچھ داخلی محسوسات بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ جذبات کا نام دیتا ہے۔ یہ جذبات انسان داخلی کیفیت سے خود ظاہر کرتا ہے۔ یہ داخلی حسیات اس کے تصور میں موجود ہوتی ہیں۔ ان میں حس تخیل سب سے بلند ترین ہے۔ ذہن کے اسی حصے سے عمل اور ذہانت پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ وہم خیال میں نیکی، بدی، محبت اور نفرت وغیرہ کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ اور یہی چیزیں اس شخص کے کردار میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان سب کا تعلق انسانی حافظے سے ہے جو کہ انسان کا کردار کہلاتا ہے۔

980ء اور 1037ء کے دوران ابن سینا نے نفسیاتی طریقہ علاج کو اپنا کر بہت سے مریضوں کا علاج کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈراؤنے خواب، مرگی اور کمزور یادداشت کا تعلق نفسیاتی بیماریوں سے ہے۔ اسی طریقہ علاج سے ابن سینا نے ایک ایرانی شہزادے کا علاج کیا تھا جو مالیخولیا میں مبتلا تھا اور وہ مکمل طور پر صحت مند ہو گیا تھا۔

ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے دماغی نفسیات (Neuropsychiatry) کی سائنس کو دریافت کیا۔ اس کے علاوہ بے خوابی، وہم، خلل دماغ، مالیخولیا، پاگل پن، مرگی، فالج، رعشہ اور خوف مریضوں کو نفسیاتی طریق علاج سے صحت مند کرنے کے طریقے دریافت کیے۔

ابن سینا نے نفسیاتی بیماریوں کے لیے ادویات بھی دریافت کیں۔ ابن سینا کا کہنا ہے کہ ان بیماریوں کا سبب جذباتی پن ہوتا ہے۔

جذبات کے ابھرنے سے انسان کی نبض تیز ہو جاتی ہے۔ اس کے احساسات تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ایک یورپی ڈاکٹر کارل جنگ نے ابن سینا کے اس طریق علاج پر ہزاروں صفحوں کا

Marfat.com

مقالہ لکھا، جس کی یورپ میں بہت شہرت ہوئی۔

کتاب الشفاء کے جزو "کتاب النفس" میں انسانی نفسیات پر زبردست بحث کی گئی ہے۔

مغربی مفکر ڈیکارٹ نے بھی ابن سینا کی نفسیات سے متاثر ہو کر اس کو "فلائنگ مین" کا خطاب دیا تھا۔

اسلامی نفسیات کے مطالعہ نے ثابت کیا کہ ذہنی بیماریوں کو سمجھ کر ان کا موثر علاج کیا جا سکتا ہے۔

اس طرح اسلامی ممالک میں آٹھویں صدی عیسوی میں ذہنی امراض کے شفا خانے تعمیر کیے گئے۔

پہلا ذہنی امراض کا ہسپتال 705ء عیسوی میں بغداد میں تعمیر کیا گیا۔ دوسرا فارس میں اور 800ء میں تیسرا شفاخانہ قاہرہ مصر میں تعمیر کیا گیا۔ اس کے بعد 1270ء میں دمشق اور حلب میں ذہنی امراض کے ہسپتال بنائے گئے۔

ان شفاخانوں میں بہترین ماہر نفسیات اور طبیب مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد ہی یورپ والوں نے اپنے ممالک میں مسلمان نفسیات دانوں کے علم سے استفادہ کیا تھا۔

اس علم پر علی ابن سہیل رابان الطبری نے "فردوس الحکمہ" کے نام سے نویں صدی عیسوی میں علاج النفس پر شاندار مقالہ تحریر کیا تھا۔ (121)

الاشارت والتنبیہات (Remarks and Admonitions)

شیخ کی یہ کتاب بھی ایک شہکار کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل

Marfat.com

ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی لائبریریوں میں یہ کتاب عربی متن کے ساتھ موجود ہے۔ جبکہ اس کا ترجمہ لاطینی، انگریزی، فرانسیسی وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن اردو میں اس کتاب کا مکمل ترجمہ نہیں ملتا۔

یہ کتاب بنیادی طور پر منطق اور سائنس پر مشتمل ہے۔ 1960ء میں اس کتاب کے ایک حصے کا ترجمہ قاہرہ مصر میں شیخ دینا نے کیا تھا۔ یہ حصہ منطق پر مشتمل ہے۔ اس کے دوسرے حصے سائنس کا ترجمہ 1984ء میں انگریزی زبان میں ٹرانٹو امریکہ سے شائع ہوا۔ اس کے تیسرے اور چوتھے حصے کا ترجمہ لندن سے شائع ہوا۔

یورپ میں اس کتاب کو قرونِ وسطیٰ کے مطالعہ کے حوالے سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

دانش نامہ (The Book of Scientific Knowledge)

اس کتاب میں مسائل مابعد الطبیعیات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس کو فطری اصولوں کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

رسالہ فی الاسرار القدر (Essay on the Secret of Destiny)

اس کتاب میں شیخ نے اسلامی روایات اور اسلامی اخلاقیات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

اخلاقیات کے انسانی کردار پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، انہیں تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کو کیمبرج یونیورسٹی پریس لندن نے انگریزی زبان میں شائع کیا ہے۔

شاعری اور موسیقی

ابن سینا کا آدھے سے زیادہ کام شاعری میں ہے یعنی اس کی کتاب جشن نامہ اور

Marfat.com

موسیقی پر اس کا رسالہ ایک خاص بحر میں ہے۔

خوارزم اور افشانہ کے شہر اس وقت کی مملکت ایران میں شامل تھے۔ اس وقت ایران میں شعر وشاعری اور موسیقی کا بہت چرچہ تھا۔ شاعر موثر قسم کا ادب تخلیق کر رہے تھے اور قدیم ادبی روایات کو مکمل طور پر اپنائے ہوئے تھے۔

اس لیے فطری بات تھی کہ ابن سینا بھی شاعرانہ ادب اور موسیقی میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے بلکہ شاعری اور موسیقی پر عبور رکھنا اس وقت کے علماء کے لیے ضروری تھا۔

الکندی (801-873) پہلا فلسفی اور طبیب تھا جس نے موسیقی کے ذریعے علاج یعنی میوزک تھراپی کو متعارف کروایا۔ اس نے اپنے بہت سے مریضوں کا علاج میوزک تھراپی کے ذریعے کرنے کے تجربات کیے۔ اس تھراپی یا اس طریقہ علاج سے الکندی نے بہت سے مریضوں کا علاج کیا تھا۔ بلکہ ایک لڑکے کا علاج جو انہوں نے میوزک تھراپی سے کیا تھا بہت مشہور رہا۔

نویں صدی میں الفارابی نے بھی میوزک تھراپی کے تجربات کیے۔ اس طریقہ علاج کا الفارابی نے اپنے مقالے ''پر معنیٰ عقل'' میں کیا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ موسیقی کے اثرات انسانی روح پر خوشگوار اثرات مرتب کرتے ہیں۔

ابن سینا نے بھی میوزک تھراپی کے علاج کے طریقے کو اپنا کر تجربات کیے اور مثبت نتائج حاصل کیے۔

ایڈورڈ گرینول براؤن نے ابن سینا کی شاعری کی ایک کتاب بھی دریافت کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ابن سینا نے عربی اور فارسی میں خوبصورت شاعری کی ہے۔ اس نے اپنے مقالے میں ابن سینا کی ادبی شاعری کے نمونے بھی پیش کیے ہیں۔

Marfat.com

ایڈورڈ گرینول براؤن کا دعویٰ ہے کہ عمر خیام کے دیوان میں بہت سے شعر اور رباعیات ابن سینا کی ہیں جبکہ مغالطے سے عمر خیام سے منسوب کر دی گئی ہیں۔

روغنیات سے علاج

یہ ایک قدیم طریقہ علاج ہے اس کی ابتداء مصر سے ہوئی تھی۔ مصری طبیب مختلف امراض کے لئے اس طریقہ علاج کو اپناتے تھے۔

ابن سینا نے اس مصری طریقہ علاج کو اپنی شہکار کتاب القانون میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس طریقہ علاج میں مختلف تاثیروں والے روغنیات کو استعمال کر کے مریض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

○

Marfat.com

باب:12

خراج تحسین(Legacy)

جارج سارٹن کوسائنس کی تاریخ کا باپ کہا جاتا ہے۔ وہ ابن سینا کوخراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابن سینا تاریخ طب اور فلسفہ کاعظیم ترین مفکر ہے۔

جارج سارٹن لکھتا ہے کہ ابن سینا اسلامی سائنسدانوں میں سے مقبول ترین سائنسدان ہے، وہ اپنے دور کے عظیم ترین علمائے سائنس میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا شہرہ اسلامی دنیا کے علاوہ یورپ میں بھی تھا۔ اس نے طب کے میدان جوعظیم الشان کارنامہ انجام دیا، وہ دوسرے سائنسدانوں کے لئے مشعل راہ تھا۔

ابن سینا یورپ میں بھی تاریخ طب کا اہم ترین عالم سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اس کے علم وفضل نے بھی خاص کردار ادا کیا۔ ابن سینا نے فزکس کے حوالے سے جومومینٹم کا نظریہ دیا، اس کے لیے فزکس میں اسے مومینٹم کے نظریہ کا باپ کہا جاتا ہے۔

ایران میں ابن سینا کوقومی ہیروتسلیم کیا جاتا ہے۔ ایرانی عوام کا کہنا ہے کہ اس سے زیادہ بڑا عالم ایران میں پھرکبھی پیدا نہیں ہوا۔

وہ ایران کی تاریخ کی عظیم ترین شخصیت ہے۔ آج بھی ایران میں نمایاں مقامات پر ابن سینا کی بڑی بڑی تصاویر اور مجسمے نصب ہیں۔

ابن سینا بخارا میں پیدا ہوا تھا۔ بخارا کے قدیم عجائب گھر کے سامنے اب بھی اس کا

Marfat.com

مجسمہ نصب ہے اور مجسّمے کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ "ڈاکٹروں کا ڈاکٹر" پیرس کی میڈیکل یونیورسٹی کے ہال میں ابن سینا کی بہت بڑی تصویر آویزاں کی گئی ہے اور اس کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

اسی یونیورسٹی میں ایک ماڈل رکھا گیا ہے۔ یہ ماڈل چاند کا ہے اور اس پر ابن سینا کو بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

ایران کے شہر ہمدان میں بوعلی سینا یونیورسٹی ہے، اس یونیورسٹی میں ابن سینا کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے شاندار مینار تعمیر کر کے ابن سینا کی یادگار بنائی گئی ہے۔

روسی ترکستان کی ریاست تاجکستان کے شہر دوشنبہ میں ابن سینا یونیورسٹی آف میڈیکل بنائی گئی ہے اور اس کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یونیورسٹی کے سامنے ایک بہت بڑا مجسمہ بنایا گیا ہے۔

پاکستان کے شہر کراچی میں ابن سینا سکول قائم کیا گیا ہے۔ افغانستان کے شہر بلخ میں ابن سینا میڈیکل سکول ہے۔

1980ء میں "سویت روس" کی ریاست بخارا پر حکومت تھی۔ بخارا ابن سینا کا شہر ہے۔ اسی شہر میں وہ پیدا ہوئے تھے۔ سویت روس نے ابن سینا کی ہزار سالہ برسی منائی تھی اور اسی سلسلے میں ابن سینا کی تصویر والی ڈاک کی ٹکٹ جاری کی تھی اور بخارا میں ایک بڑی تقریب منعقد کی تھی۔

بخارا میں روسی سکالروں نے ابن سینا کے علم وفن پر شاندار تحقیقی مقالے بھی پڑھے تھے۔

مارچ 2000ء میں اقوام متحدہ نے اعلان کیا تھا کہ تعلیمی اداروں کی نئی ڈائریکٹریوں میں ابن سینا کے نام کے ساتھ ڈاکٹر کا اضافہ کیا جائے۔

بہت سے ممالک نے ابن سینا کی ہزار سالہ برسی پر کئی طرح کے ڈاک ٹکٹ جاری

Marfat.com

کیے جن پر ابن سینا کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔

دبئی میں 1999ء میں ابن سینا کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک ڈاک ٹکٹ جاری کیا گیا۔ اس ڈاک ٹکٹ پر ابن سینا کی وہ تصویر ہے جس میں وہ فقیہوں کے لباس میں ہے۔

افغانستان نے بھی ابن سینا کی ہزار سالہ برسی پر یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔ شام نے بھی ہزار سالہ برسی پر یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔

تاجکستان دراصل ابن سینا کا آبائی ملک تھا۔ تاجکستان نے اپنی کرنسی پر اس عظیم فلسفی اور سائنس دان کی تصویر بنائی ہے۔ جو کہ اس عظیم فلسفی کو شاندار خراج تحسین ہے۔ (122)

○

Marfat.com

باب:13

اقوال ابن سینا

روح کے متعلق:

1- ہواہماری روح کے لئے مسلسل اور مستقل امداد ہے۔ جو بذریعہ تنفس پہنچتی رہتی ہے۔ اس سے قول غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ شریانوں میں صرف روح ہوتی ہے۔

2- ہواعنصر کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاعل ومؤثر کی حیثیت سے روح کو معتدل کرتی رہتی ہے۔ یہ قول ثابت کرتا ہے کہ ہواروح کو معتدل کرتی ہے۔ روح نہیں ہے۔

3- جو ہواہمارے چاروں طرف موجود ہے وہ خالص نہیں، بلکہ اس میں اجزاء ہوائیہ کے ساتھ پانی کے بخارات، مٹی کے اجزاء، دھواں وغبار، آگ کے اجزاء دخانیہ شریک ہوتے ہیں۔

4- ارسطو کا مذہب روح کے متعلق یہ ہے کہ روح قلبی یا روح حیوانی کی طرف مبداء اوّل یا نفس اور توجہ کرتا ہے جس سے تمام قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ان قوتوں کے افعال روح حیوانی سے شروع ہوتے ہیں۔ صادر نہیں ہوتے۔

5- جس طرح اطباء کے نزدیک روح نفسانی سے احساسات اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتے جب تک کہ یہ روح رطوبت جلد یہ یا زبان کی طرف نفوذ نہیں کرتی بغیر

Marfat.com

بصارت وذائقہ انجام نہیں پاتی لیکن جب روح حیوانی دماغ کے کچھ حصہ میں داخل ہو جاتی ہے۔تو اس میں ایک مخصوص مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔

6- روح قوت کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک سبب دوسرے کا شریک کار ہوتا ہے۔

قویٰ کے متعلق:

1- جس مشترک خیال کو فلاسفر دو قوتیں مانتے ہیں لیکن اطباء ان دونوں کو ایک قوت تسلیم کرتے ہیں۔

دماغ سے ادا ہونے والے افعال، افعال ارادیہ، افعال حسیہ، افعال غور وفکر ہوتے ہیں۔

3- بدن کی تین حالتیں ہیں، صحت مند بدن، غیر صحت مند بدن، صحت مند اور غیر صحت مند بدن۔

4- ایک عضو کسی جزو کے کمزور ہونے سے پورے بدن میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔

5- خیالات کی طاقت روح کی طاقت ہوتی ہے۔

اسباب وعوارض کے متعلق:

1- بعض علامات وعوارض وقتی ہوتے ہیں۔ جیسے تیز بخار، چبھنے والا درد، سانس میں تنگی، خشک کھانسی، نبض میں منتشاریت پھیپھڑوں کی جھلی کے ورم کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں اور جب پھیپھڑوں کی جھلیوں کا ورم ختم ہو جاتا ہے تو عضو ارضات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

2- بعض بیرونی علامات اندرونی امراض کو واضح کرتی ہیں۔ جیسے انگلیوں کا چھوٹا ہونا۔

Marfat.com

جگر چھوٹے ہونے کی علامت شمار کی جاتی ہے۔

3- بعض عوارضات و علامات موجودہ صورت حال پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جالینوس کے نزدیک ان عوارضات سے صرف مریض کو فائدہ پہنچتا ہے حالانکہ ان سے مریض و معالج دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

4- بعض عوارضات گزشتہ حالات کو بتاتے ہیں جس سے طبیب کی حذاقت معلوم ہوتی ہے۔

5- بعض عوارضات آئندہ واقعات و حالات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جس سے طبیب و مریض دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

بچوں کے متعلق:

1- نوزائیدہ بچے کی جب ناف خشک ہو کر گر جائے تو تازہ زخم پر پہلے شراب (الکحل) چھڑکی جائے بعد ازاں کشتہ صدف اور کشتہ قلعی ملا کر چھڑک دیئے جائیں۔

2- مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ تازہ زخم پر اسپرٹ یا الکحل لگانے سے جلد فائدہ ہوتا ہے اور مقامی جراثیم جلد ہلاک ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جلد زخم خشک کرنے والے اجزاء از قسم کشتہ قلعی و کشتہ صدف زخم کو جلد بھر دیتے ہیں۔

3- بچہ کو جہاں تک ہو سکے اس کی ماں کا دودھ پلایا جائے۔ کیونکہ شکم مادر میں بچہ جن اجزا غذائیہ سے اب تک غذا حاصل کرتا رہا ہے، ان اجزاء غذائیہ کے جوہر سے ماں کا دودھ ہی بہ نسبت دوسری غذاؤں کے زیادہ مشابہ و مماثل ہوتا ہے۔

4- بچہ اس نسیم سے ترویج حاصل کرتا ہے۔ جو ماں اپنے سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں میں داخل کرتی ہے۔

Marfat.com

5- معمولی بچوں میں معمولی شکایات پیدا ہونے پر ماں کا سر پستان چوسنے کے لئے دیا جائے تو تکالیف جلد رفع ہو جاتی ہیں۔

بچہ کو دن میں دو یا تین بار دودھ پلایا جائے۔

6- بچہ پیدا ہونے کے بعد ابتدائی دنوں میں دودھ زیادہ مقدار میں نہ دیا جائے۔ پیدائش کے ابتدائی دنوں میں اگر دوسری عورت کا دودھ پلایا جائے تو زیادہ بہتر ہے اور ماں جب ولادت کی تکلیف سے اطمینان حاصل کر لے تو ماں کو دودھ شریک کر دیا جائے۔

7- پیدائش کے فوراً بعد خالص شہد چٹایا جائے کیونکہ شہد معدہ کی کثافتیں صاف کر دیتا اور قوت ہضم بڑھا دیتا ہے۔

8- پہلی بار جب بچہ کو دودھ پلانے کا ارادہ کیا جائے تو سر پستان کو انگلیوں سے دبا کر دودھ کے چند قطرے نکال دیئے جائیں بعد ازاں دودھ پلایا جائے۔ یہ صورت اس وقت ضرور کی جائے جبکہ ماں کے دودھ میں کوئی خرابی موجود ہونے کا شبہ ہو۔

9- اگر بچہ کی ماں یا دایہ کے منہ میں کوئی خرابی ہو تو نہار منہ دایہ یا ماں بچہ کو دودھ نہ پلائے۔ بلکہ کچھ کھانے کے بعد دودھ پلائے۔

10- آنحضرت ﷺ نے پاگل عورت کا دودھ بچہ کو پلانے کے لئے منع فرمایا ہے۔

11- دودھ پلانے سے پہلے ایک چمچہ شہد بچہ کو چٹانا نہایت عمدہ طریقہ ہے۔ اگر بچہ میں غذائی خرابی پیدا ہو جائے تو بچہ کو بھوکا رکھا جائے۔

12- جب بچے چار اور سات سال کی درمیانی عمر میں ہوں تو ان کے حالات پر نظر غائر ڈال کر معلوم کیا جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں چنانچہ جن چیزوں سے ان کی نفرت ہو وہ

Marfat.com

ان سے علیحدہ کر دی جائیں۔ اور جو چیزیں ان کو مرغوب ہوں وہی ان کے قرب و جوار میں موجود کی جائیں۔

13- بچوں کے اخلاق ابتداء ہی سے درست کرنے کی کوشش کی جائے۔

14- دانت نکلنے کے زمانہ میں جو اسہال آتے ہیں ان کی وجہ اطباء نے یہ بتائی ہے کہ دانت نکلتے وقت بچوں کے مسوڑھوں میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دودھ پیتے وقت اس ورم سے خارج شدہ پیپ اور رطوبت دودھ کے ساتھ معدہ میں چلی جاتی ہے۔ لہٰذا معدہ میں داخل شدہ رطوبت معدہ میں خراش پیدا کرتی ہے جس سے دست آنے شروع ہوتے ہیں۔ لیکن شیخ علیہ الرحمتہ کہتا ہے کہ دانت نکلنے کے زمانے میں چونکہ بچوں کی طبیعت دانت کی تکلیف کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ہضم اچھا نہیں رہتا۔ اور یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ دانت نکلتے وقت سخت مسوڑھوں میں درد ہوتا ہے۔ لہٰذا ہضم خراب ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے اسہال آنے لگتے ہیں۔

غذاء و ہضم:

1- ضعف ہضم کی صورت میں غذا تھوڑی کھانی چاہیے۔ ایک دفعہ میں زیادہ نہ کھانی چاہیے۔

2- دیر تک کھانا کھانا اچھا نہیں۔ کیونکہ پہلی داخل شدہ خوراک ہضم ہونے لگتی ہے۔

3- غذا کھانے کے بعد فوراً نہیں سونا چاہیے۔ جب غذا ریاح میں تبدیل ہو جائے اور ریاح معدہ اور اس کے قرب و جوار کے اعضاء میں پیدا ہو کر پھول جائیں تو اس کو علت مراقی یا مالیخولانی کہتے ہیں۔

4- جو چیزیں مائیت الام میں اضافہ کرتی ہیں اور جن چیزوں سے خون کے اندر ویسا ہی

Marfat.com

جوش و ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پھلوں کے عصارہ میں گرم مقام پر رکھ دینے سے ہوتا ہے۔ ایسی چیزیں اگرچہ وقتی طور پر فائدہ پہنچاتی ہیں لیکن وہ خون میں تعفن وفساد کی صلاحیت بڑھا دیتی ہیں۔ ایسی صورت ان چیزوں کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے جو خون میں خام اخلاط کا اضافہ کرتی ہیں۔ جیسے کھیرا اور ککڑی وغیرہ۔ اس قسم کی چیزیں استعمال کرنے والے بخار میں مبتلا ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

5- گاہے بدن کے پتلے اخلاط صدید زرہ آب (پیپ) بن جاتے ہیں۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ پتلے اخلاط عروق میں پڑے پڑے سڑ جاتے ہیں۔ اگر اس قسم کے اشخاص زیادہ پھل و میوے استعمال کرنے لگیں تو خون میں مائیٹ زیادہ ہو جاتی ہے۔

6- جو لوگ پھل استعمال کریں ان کو کھانا کھانے سے پہلے ٹہل لینا چاہیے تاکہ پھلوں کے ساتھ غذا بھی معدہ سے خارج ہو جایا کرے خون میں باقی اجزاء سڑانڈ پیدا کرنے کا سبب ہوتے ہیں اور گاہے لیس دار اخلاط پیدا کر کے سدے پیدا کرتے ہیں۔

7- بلا چھلا کھیرا بہ نسبت چھلے ہوئے کھیرے کے جلد ہضم ہو جاتا اور آنتوں سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ مذکورہ قول سے مترشح ہوتا ہے کہ پھلوں کا چھلکا ہضم نہیں ہوتا اور وہ آنتوں میں پہنچ کر اس کی حرکت دودیہ میں اضافہ کر دیتا ہے اور اسی لئے جلد خارج ہو جاتا ہے۔

8- بلا چھنے آٹے کی روٹی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی سے جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ بھی مذکورہ بالا ہے۔

Marfat.com

9- میٹھی چیزیں زیادہ استعمال کرنے سے خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

10- ایسا کباب کھانے سے پرہیز کیا جائے جس کو ارنڈ کے کوئلوں پر سینکا گیا ہو۔

11- ایک سانس میں بہت سا پانی نہ پیا جائے۔ کیونکہ شارع اسلام نے پانی کو تین دفعہ میں پینے کی ہدایت کی ہے۔ اس طریقہ سے پیاس بجھ جاتی اور پانی بھی کم پیا جاتا ہے۔

12- اگر آدھ روغن منقشہ میں قدرے موم پگھلا کر استعمال کیا جائے تو دس دن تک بھوک نہ لگے گی۔

13- اگر ساڑھے دس ماشہ تخم خرنہ سیاہ سرکہ میں بھگو کر استعمال کر لیا جائے تو سفر میں پیاس نہ لگے گی۔

14- لو لگنے والے افراد کو دودھ بہت مفید ہوتا ہے۔

15- بوڑھوں کو غذا کئی بار دینی چاہیے۔ یعنی ان کے ہضم کے مطابق تھوڑی تھوڑی دی جائے۔ مثلاً صبح کے ناشتے میں شہد و روٹی دی جائے۔ ایک بجے حمام کے بعد نرم اجزاء کھلائے جائیں۔ شام کو الکیموس غذا دی جائے۔ اگر بوڑھا طاقتور ہو تو اس کو اس کے ہضم کے مطابق غذا دی جائے۔

16- غذا منہ میں ہضم ہوتی ہے۔ اطباء جدید کہتے ہیں کہ منہ میں ہضم ہونے کو موجودہ سائنس نے معلوم کیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جیسا کہ شیخ نے اس کے ثبوت میں کہا ہے کہ اگر گیہوں کو دانت سے چبا کر پھوڑوں پر لگایا جائے تو پھوڑے جلد پختہ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں منہ میں گیہوں چبانے کے بعد اس کا مزہ شیریں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ گیہوں کا نشاستہ شکر میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔

Marfat.com

علاج کے متعلق:

1- نفسیانی علاج کے لئے آٹھواں قانون پڑھنا چاہیے۔

2- تبدیلی آب وہوا اور جگہ بدلنے سے علاج کا طریقہ

3- ہر جگہ علاج بالضد ہی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض وقت بغیر دوا کے کام چل جاتا ہے۔

4- حمی ربع کا علاج تریاق کھلا کر کیا جائے۔لیکن حمی غب (تیسرے دن کا بخار) کا علاج ٹھنڈ پہنچا کر کیا جائے۔

5- حمی ربع کٹکی کہلاتی ہے اور حمی غب میں سقمونیا کھلا کر استفراغ صفراء کیا جائے۔

6- جب تم کسی مرض کی تشخیص نہ کرسکو تو تم کو اس وقت قوی درجہ کی دوا استعمال نہ کرنی چاہیے۔ممکن ہے کہ تمہاری یہ جرات مریض ومرض دونوں کونقصان پہنچائے۔

7- دو مرکب دواؤں کو باہم ملا کر استعمال کرایا جاسکتا ہے۔

8- یہ بھی مناسب ہے کہ جوارش فلارفلی میں جوارش فونجی ملا کر استعمال کرائی جائے۔

9- مرض کی تشخیص حمام میں لیجا کر بھی کرنی چاہیے۔

10- بوڑھوں کے بدن پر صبح کے وقت تیل مالش کرنے سے قوت حیوانیہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔مالش کے بعد سیر یا چہل قدمی ضرور کرنی چاہیے۔

11- وباء کے زمانہ میں آرام وآسائش سے رہنا چاہیے۔ورزش ومحنت قطعاً چھوڑ دی جائے۔کیونکہ زیادہ ورزش کرنے سے تھکاوٹ پیدا ہونے سے پہلے قوت مدافعت کم ہوجاتی ہے۔جس کی تعدیل ہمارا جسم نہ کر سکے گا۔اور انسان وباء میں مبتلا ہو جائے گا۔

شیخ کے نزدیک وبائی امراض ہوا کے ذریعہ پھیلتے ہیں۔جن سے بچنے کی وہ پوری

Marfat.com

ہدایت کرتا ہے۔

12- جگر گردہ کے امراض میں چہرہ پپوٹہ پر بھربھراہٹ نمایاں ہوتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ چہرہ و پپوٹے پر جب بھربھراہٹ نمایاں ہو تو جگر و گردہ کا علاج کیا جائے۔

13- اگر پیشاب و پاخانہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو ستعفن اخلاط کو خارج کیا جائے۔کیونکہ اس قسم کی عضونت بخار ہونے کی خبر دیتی ہے۔ پیشاب کی بدبو بہ نسبت پاخانہ کے زیادہ خراب ہے۔

14- اگر بدن میں تکان پیدا ہو جائے اور اعضاء ٹوٹنے لگیں تو سمجھ لو اس شخص میں بخار پیدا ہونے والا ہے۔

15- اگر بھوک روزمرہ کی عادت سے زیادہ ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس میں کوئی مرض پیدا ہونے والا ہے۔

16- اسی طرح اگر بھوک کم ہو جائے تب بھی کسی مرض کے پیدا ہونے کی علامت ہے۔

17- عادت کو یکبارگی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ رفتہ رفتہ ترک کرنا چاہیے۔ یکبارگی ترک کرنے سے بری کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

18- سر میں ہر وقت درد رہنا یا مریض کو شقیقہ کی مسلسل شکایت رہنا نزول الماء (موتیا بند) یا پتلی پھیل جانے کی (گلاکوما) کو خبر دیتا ہے۔ بشرطیکہ یہ شکایت فوری نہ پیدا ہوئی ہو اس وقت بینائی رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے۔

19- آنکھوں کے سامنے مچھر جیسی شکلوں کا دکھائی دینا موتیا بند پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے۔

20- برف میں سفر کرنے والا شخص جب منزل مقصود پر پہنچ کر گرم دودھ پی لیتا ہے تو اس کو

Marfat.com

بخار جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو جلد ہی زائل ہو جاتا ہے۔

21- دنیا میں جس قدر چیزیں قوت نفسانیہ وقوت حیوانیہ کو تقویت عطا کرتی ہیں ان سے علاج میں مدد لینا بہترین طریقہ علاج ہے۔

گاہے آب و ہوا میں تبدیلی پیدا کرنے اور مریض کی ہیت بدل دینے (کروٹ بدلوا دینے) سے بھی مرض میں افاقہ محسوس ہوتا ہے۔

ہڈیوں کا طریقہ علاج:

1- ہڈی کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس مقام سے ہڈی کاٹنا مقصود ہو اس جگہ گول گھیرہ کھینچ کر گھیرے پر باریک باریک سوراخ کر دیئے جائیں۔ اب ہڈی کو ہاتھ سے پکڑ کر خمیدہ کیا جائے تو ہڈی اس جگہ سے فوراً ٹوٹ جائے گی۔

مذکورہ قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو آسانی سے کاٹنا یا پھاڑنا مقصود ہو اس میں قریب قریب باریک سوراخ کر دیے جائیں تو وہ آسانی سے کٹ جاتی یا پھٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ آج کل کاغذ وغیرہ کو پھاڑنے کے لئے پرفورینگ (سوراخ کرنا) کہا جاتا ہے۔

2- کاٹنے سے پہلے ہڈی کو تندرست گوشت سے علیحدہ کر لیا جائے تا کہ اعصاب کی موجودگی سے اس میں کاٹتے وقت درد محسوس نہ ہو۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اطباء قدیم جانتے تھے کہ ہڈی میں اعصاب نہیں ہوتے۔ لہٰذا انہوں نے مذکورہ بالا احتیاط درد نہ ہونے کے لئے تحریر کی۔ ان کو یہ معلوم تھا کہ گوشت میں اعصاب بکثرت ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہڈی کاٹنے سے پہلے عضلات علیحدہ کرنے کی ہدایت کی۔

Marfat.com

3- اگر ہڈی کے قرب وجوار میں کوئی رئیس عضو موجود ہو تو ہڈی کے مقام قطع اور رئیس عضو کے درمیان موٹا کپڑا (تولیہ) رکھ دیا جائے۔

متفرق

1- اگر مریض ذیابیطس میں زخم پیدا ہو جائیں تو وہ مشکل سے اچھے ہوتے ہیں۔

2- شیخ صفائی اور طہارت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ زخم صاف کرتے وقت پاک ومطہر روئی استعمال کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

3- موچ کا علاج یہی ہے کہ عضو کو صحیح وضع میں لاکر مضبوط پٹی باندھ دی جائے تاکہ عضو میں حرکت نہ پیدا ہو سکے۔

4- بے حسی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ ٹھنڈک سے دوسری بے حسی پیدا کرنے والی دواؤں سے، برف اور ٹھنڈا پانی بے حسی پیدا کرتے ہیں۔

5- عظیم فلاسفر یعنی ارسطو کی رائے ہے کہ تمام قوتوں کا مبدا و مخزون قلب ہے۔

جب تک عضو میں قوت تغذیہ باقی رہتی ہے عضو زندہ رہتا ہے اور جب قوت تغذیہ مفقود ہو جاتی ہے تو اعضاء دور ہو جاتے ہیں لیکن بعض وقت اس کا الٹا بھی ہوتا ہے۔

6- چربی و گوشت زیادہ حرکات کرنے سے گھل جاتے ہیں۔

7- دن کو سونا برا ہے۔ اس سے امراض رطوبیہ و نزلاویہ پیدا ہوتے ہیں۔

8- بعض حاجز تنفس کے فعل میں مدد دیتا ہے۔

9- بعض امراض ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

10- جذام چھوت دار بیماری ہے یہی خصوصیت سل ودق اور برص میں ہے۔

11- برس، نقرس، سل، جذام اور گنج موروثی مرض ہے۔

Marfat.com

12- درد قوتوں کو تحلیل کرتا اور تمام اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روک دیتا ہے۔ حتیٰ کہ فعل تنفس کو بھی بند کر دیتا ہے۔ درد کی موجودگی میں پہلے گرمی پیدا ہوتی اور بعد میں سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ درد کی زیادتی سے روح وحرارت غریزی اندر چلی جاتی یا فنا ہو جاتی ہے۔

13- قوت لامسہ کا احساس زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ لٰہذا احساس کبھی دیر تک قائم رہتا ہے۔

14- اگر موسم خریف میں بارش نہ ہو تو اس موسم میں چیچک زیادہ ہوتی ہے۔

15- جستی نلوں سے گزارا ہوا پانی آنتوں میں زخم پیدا کرتا ہے۔

16- بوڑھوں میں تپ محرقہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں میں جو تالابوں کا پانی پیتے ہیں۔

17- لوہے والا پانی سنگرہنی دفع کرتا۔ احشاء کو قوی کرتا اور بھوک بڑھاتا ہے۔

18- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پانی پینے سے اعضاء اصلیہ میں تری پیدا نہیں ہوتی قطعاً غلط ہے۔

19- پانی ہی وہ چیز ہے جس سے اعضاء میں تری ورطوبت پیدا ہوتی ہے۔

20- متعفن ہونے سے پہلے اس شے میں حرارت پیدا ہوتی ہے بعد ازاں عفونت پیدا ہوتی ہے۔ لٰہذا گرم ہونا ایک حالت ہے اور سڑنا دوسری کیفیت ہے۔

21- دانت وہڈی متورم ہو سکتے ہیں۔

22- یرقان میں آنکھوں کی زردی سے بول و براز کی زردی کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور سوئم ہضم میں نصتح وقراقر کی موجودگی کا پتہ قوت سمع کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

23- قلب کی صحت وخرابی کا پتہ نبض و تنفس میں خرابی آنے سے چل جاتا ہے۔

24- طبعی واصلی خون بدن کو غذا پہنچاتا ہے۔

25- حکیم روفس کہتا ہے کہ میں کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کرتا اور صبح کو سیر کو پسند کرتا ہوں اس سے رات کو کھانا کھانے کی خواہش تیز ہو جاتی ہے۔

26- کھانا کھانے کے بعد بدن کو گرم کپڑوں سے چھپانا اور سر کو اونچا رکھنا ہضم غذا میں مدد دیتا ہے۔ یعنی بالائی اعضاء بہ نسبت زیریں اعضاء کے بلند و بالا رہیں۔

27- بدن کی اندرونی رطوبتوں میں بعض وقت ایسا تعفن وفساد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی و صحت کی حفاظت کرنے اور اس میں مدد کرنے کے قابل نہیں رہتی۔

28- جوڑوں میں پیدا شدہ زخم دیر میں اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح گول زخم بھی دیر میں اچھے ہوتے ہیں۔

29- اگر ہڈی کے اندر کوئی سڑا ہوا ٹکڑا یا ہڈی کی کرچ موجود ہو تو زخم مندمل نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں اس ہڈی کو کھرچ کر نکال دیا جائے یا اس کو موزوں مقام سے کاٹ کر نکال دیا جائے۔

○

Marfat.com

حوالہ جات

(1) معارف، جریدہ مارچ 1958ء

(2) طبقات الاطباء ابن اصیبعہ جلد دوم صفہ 135-134، مطبوعہ شام

(3) D.Gutas,"Avicena" Version 2006 Oxford U.K

(4) التنبیہ والاشراف از مسعودی صفہ 122 مطبوعہ ایران

(5) طبقات الامم صفہ 83 مطبوعہ السعادۃ مصر

(6) الفرق بین الفرق العبداز بغدادی صفہ 271 مطبوعہ عراق

(7) الملل والنحل از شہرستانی جلد اول صفہ 90

(8) الفہرست، از ابن ندیم، صفہ 397 مطبوعہ لندن

(9) کشف اسرار الباطنیہ از شیخ زاہد الکوثری صفحہ 189، مطبوعہ کراچی۔

(10) مقدمہ کشف السرار الباطنیہ، شیخ زاہد الکوثری، صفحہ 189، مطبوعہ کراچی۔

(11) Leaden, Netherlands "Avicenna Biography"(Nasir Seyyed Hossein.

(12) (فلسیوف العرب و معلم ثانی از مصطفی)

(13) سرگزشت ابن سینا از آقائے نفیسی مطبوعہ ایران۔

Marfat.com

(14) القانون فی الطب جلد اول از ابن سینا مطبوعہ کراچی۔

(15) القانون فی الطب جلد اول خودنوشت ابن سینا

(16) القانون فی الطب از ابوعبید جوزجانی مطبوعہ فرہنگ خانہ ایران لاہور۔

(17) تتمہ صوان الحکمۃ از بیہقی صفحہ 39 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(18) سرگزشت ابن سینا از عبیداللہ جوزجانی مطبوعہ لندن۔

(19) Biography and Works of Avicenna by Manouchehr Saadat Noury, France

(20) اسلامی منطق و فلسفہ از شبیر احمد خان غوری علی گڑھ

(21) Partick: Introduction to Philosophy, P.8

(22) Cunningham: Problems of philosphy P.5

(23) Thilly: History of Philosophy, P.10

(24) Thilly: History of Philosophy P.10

(25) Weber: History of Philosophy P.8

(26) Thilly: History of Philosophy, P.32

(27) Thilly: History of Philosophy: P. 108

(28) (ولیم نیسل: مختصر تاریخ فلسفہ یونان صفحہ 28)

(29) Avicenna and the Aristotelian Tradition: by Dimitri Gutas. (Leaden 1998)

(30) فلسفہ اسلام از ڈی بوئر۔

Marfat.com

(31) Von Dehsen, Christian D,'Scott L Harris. Philosophers and religious leaders, Green Wood Press

(32) طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ جلد دوم

(33) قانون وسطی کا اسلامی فلسفہ از گناس گولڈسہر صفحہ (21)

(34) تتمہ صوان الحکمۃ از بیہقی

(35) فلسفہ اسلام،: ڈی بوئر

(36) حکمائے اسلام : مولانا عبدالسلام ندوی

(37) تاریخ فلسفہ اسلام از محمد لطفی جمعہ مطبوعہ مصر

(38) اسلامی تہذیب کی داستان از ول ڈیورانٹ۔

(39) تاریخ فلسفہ اسلام از ڈی بوئر۔

(40) طبقات الاطبا جلد ثانی از ابی اصیبعہ

(41) سرگزشت ابن سینا از ابوعبید جوزجانی

(42) ایضاً

(43) بوعلی سینا اور سینائیت، از قریشی محمد سعید۔

(44) سرگزشت ابن سینا از ابوعبید جوزجانی۔

(45) شرح الاشارات: از رازی صفحہ 411

(46) قانون فی الطب از بوعلی سینا جلد اول۔

(47) لیکسی آف اسلام صفحہ 240-239

(48) جشن نامہ ابن سینا از ڈاکٹر ذبیح اللہ جلد اول صفحہ (48)

Marfat.com

(49) الرد علی المنطقیین صفحہ ۱۴۳۔۱۴۴)

(50) فہرست قدیم۔ کتب خانہ رام پور، ہندوستان

(51) قانون فی الطب جلد اول از بو علی سینا

(52) الشفاء الاسلامیہ فی الہند از مولانا عبد الحیٔ صفحہ 265

(53) فہرست قدیم: کتب رام پور لائبریری حکمت، ہندوستان۔

(54) شرح حکمت الاشراق از صدائے شیرازی، صفحہ 56

(55) Iqbal: Development of Metaphysics in Persia, P.32

(56) طبقات الطباء از ابن ابی اصیبعہ، صفحہ 136

(57) قانون فی الطب جلد اول از ابن سینا

(58) سرگزشت ابن سینا از ابو عبید اللہ جوزجانی

(59) تاریخ فلسفہ اسلام، ڈی بوئر۔

(60) تاریخ فلسفہ اسلام از محمد لطفی جمعہ، ترجمہ ڈاکٹر میر ولی محمد

(61) ابن سینا اور ماڈرن سائنس از پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم حقی

(62) The Philosophers-Prophet in Avicenna's Political Philosophy " James W. (Morris (1992)

(63) Avicenna and the Quran: By Jules Janssens , Harvard University Press.

(64) لیکسی آف اسلام، صفحہ 239-40

(65) کالج مجلّہ طبیعہ کالج علی گڑھ، شیخ الرئیس نمبر

Marfat.com

(66) طبقات الامم از قاضی ساعد

(67) طبقات الاطباء از ابن ابی اصیبعہ

(68) الفہرست از ابن ندیم۔

(69) کشف الظنون صفحہ جزو بیان الشفاء

(70) A History of Arabic Science by George Sliba, New York University Press.

(71) از بیہقی تتمہ صوان الحکمہ صفحہ نمبر 57

(72) اخبار الحکمہ از ابن القفطی صفحہ نمبر 161

(73) Ibn Sina and Buridan on the Motion of the Projectile , New York Academy of Science.

(74) طبقات اطباء جلد دوم صفحہ 35

(75) از امام رازی" نجات" شرح

(76) القانون جلد اول از شیخ الرائیس ابن سینا۔

(77) کشف الظنون جلد دوم ذکر القانون۔

(78) سوانح عمری ابن سینا از ابو عبید جوز جانی۔

(79) کتاب المخروطات از بنو موسیٰ طبع بیروت۔

(80) تتمہ صوان الحکمہ از بیہقی۔

(81) سیرت ابن سینا از ڈاکٹر اے۔ ظہور مطبوعہ ہاورڈ یونیورسٹی، امریکہ۔

(82) سائنس کی تاریخ از جارج سارٹن

Marfat.com

(83) طبقات الالحیاء والحکمہ از ابن جلجل صفحہ 78

(84) قانون فی الطب از آپ بیتی ابن سینا۔

(85) Histroy of Ideas by Charles New Yourk 1973

(86) Encyclopedia of the History of Arbic Science Page-885.

(87) A History of Arbic Astronomy, Planetary Theories by George Saliba, New Yourk University Press.

(88) The Making of Humanity Page -191 by Robert Briffrault, New Yourk.

(89) Ibn Sina and Buridan on the Motion of Projectile by A-Sayili, Academy of Science, New Yourk

(90) An Analysis of the Historical Development of ideas about motion by Fernando Espinoza.

(91) The Discovery of Time by Stephen Toulmin, Chicago University Press.

(92) Configuring the Universe by A. I. Sabra 1998 .

(93) Arabic Alchemy by Georges C. Anawati (1996), London.

(94) A History of Formal Logic by I.M. Bochenski, Indiana University Press.

(95) Avicenna Logic by Lenn Eval Goodman (1992), New Yourk.

Marfat.com

(96) The Philosopher - Prophet in Avicenna's Political Philosophy by James W. Morris.

(97) Islamic Humanism by Lenn Evan Goodman (2003)

(98) اسلامی منطق وفلسفہ از شبیر احمد خان غوری۔

(99) مغربی فلسفہ کی تاریخ از برٹرینڈ رسل صفحہ 480

(100) مغربی فلسفہ کی تاریخ از برٹرینڈ رسل صفحہ 487۔

(101) جشن نامہ ابن سینا صفحہ 101۔

(102) اخبار العلماء باخبار الحکماء از ابن القفطی صفحہ 156

(103) طبقات الاطباء جلد دوم صفحہ 44 از ابن جلجل

(104) (Lagacy of Islam P.275)

(105) مغربی فلسفہ کی تاریخ از برٹرینڈ رسل

(106) رسائل اخوان الصفا مطبوعہ بمبئی۔

(107) تاریخ فلسفہ اسلام از کوربن ہینری لندن۔

(108) Islamic Medicine by E.G. Browne, Goodword publishers, London.

(109) "Avicenna" by Nasir. Seyyed Hossein, book land, London.

(110) جریدہ المعارف ہندوستان 1961ء

(111) اسلامی فلسفہ از بٹرورتھ۔ کیمبرج یونیورسٹی، لندن۔4

(112) عیون النباء فی الطبقات الاطباء از ابن ابی اصیبعہ۔

Marfat.com

(113) مقدمہ کشف الاسرار الباطنیہ از زاہد الکوثری صفحہ 189

(114) ایضاً

(115) سرگزشت ابن سینا از آقائے عیسی صفحہ 125

(116) القانون صفحہ 512

(117) ایضاً

(118) Islamic Medicine by E.G. Browne, Goodword publishers, London.

(119) جرنل آف اسلام از نادر البازری،

(120) قانون فی الطب از ابن سینا، تلخیص محمود دہلوی۔

(121) کلیات قانون کا انگریزی ترجمہ از ڈاکٹر گرونر طبع، لندن۔1935ء

(122) عربین میڈیسن، جلد اول از ڈاکٹر ڈونلڈ کیمل، لندن۔

OOO

Marfat.com

BOOK HOME

ابنِ سینا

حیات، فلسفہ اور نظریات

ملک اشفاق

Marfat.com